(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جلد 3

گلدستۂ سنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

پسند فرمودہ

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی

الکہف پبلیکیشنز
AL-KAHAF PUBLICATIONS

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جلد 3

گلدستۂ سُنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

پسند فرمودہ

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

الکہف پبلیکیشنز
AL-KAHAF PUBLICATIONS

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... گلدستہ سنت جلد 3

از افادات .... حافظ محمد ابراہیم

پروف ریڈنگ وتخریج .... مولانا محمد عمار صاحب و دیگر علمائے کرام
(فاضل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

مرتب .... مولانا قاری محمد عمران خان صاحب
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ X فاضل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور)

کمپوزنگ .... حافظ عبدالوحید اعوان (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

اشاعت اول .... اپریل 2017ء

تعداد 2200

الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ

AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST

فیس بک — فیس بک پر براہ راست بیانات کے کلپس اور احادیث حاصل کریں۔ fb.com/ishqeilahi1

Twitter — لائیو بیانات کے اوقات کے متعلق جاننے اور روزانہ ایک حدیث پاک اپنے موبائل پر حاصل کرنے کے لیے اپنے موبائل سے یہ میسج سینڈ (Messege Send) کریں۔ ہر بیان شروع ہونے سے قبل آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ ان شاءاللہ Twitter: F ishqeilahi Send 40404

نوٹ: مذکورہ کوڈ صرف پاکستان کے لیے ہے۔ بیرون ممالک والے حضرات ہمیں ای میل کر کے یا واٹس ایپ پر میسج کر کے اپنے ملک کا کوڈ حاصل کر سکتے ہیں۔

whatsapp — کے کلپس حاصل کرنے کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کریں۔ 0321-4159902 ,0300-9406489

www.ishqeilahi.com

Email:info.ishqeilahi@gmail.com

اِنتساب

اپنے شیخ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

کے نام جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے اس بندے

کے دل میں ایمان کی شمع کو روشن کر دیا۔

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد النبي

الأمي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرست مضامین

پیش لفظ — 20

عرض مرتب — 23

محبوبِ خدا اور محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — 25

محبتِ الٰہی، محبتِ رسول کیسے ملے؟ — 25

بروزِ قیامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت — 26

بروزِ قیامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری — 26

مکارمِ اخلاق کی تکمیل	27
حسنِ اخلاق پر ارشاداتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم	27
حسنِ خُلق کیا ہے؟	29
حدیثِ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ	30
اَخلاق کی تقسیم	31
کمالِ ایمان اچھے اخلاق سے ہے	32
دنیا و آخرت کی بھلائی کیسے حاصل ہو؟	33
دو بہترین عادتیں	33
جنت کے درجات میں بلندی	34
جنید بغدادی رحمہ اللہ کا قول	35
حسنِ اخلاق میں برکت	36
یہودی عالم کا مسلمان ہونا	37

حُسنِ اخلاق پر جنت 41

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال	41
محبوبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	42
جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال	42
زبان سے ہونے والے گناہ	43
منجانب اللہ بہترین نعمت	45

- خوش فہمی کا مرض 45
- نیک سیرت کی ضرورت ہے 46
- گناہوں کا زائل ہونا 47
- مادّیات میں دوڑ 47
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ 48
- حسنِ اخلاق سے سبقت حاصل کرو 50
- نیکیوں کے پلڑے میں وزنی عمل 50
- بیعت کا فائدہ 51
- تین قسم کے نفوس 52
- ایک شخص کا چار مرتبہ ایک ہی سوال 52
- جہنم کی آگ سے حفاظت 53
- ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا سوال 54
- دو عورتوں کی حکایت 54
- حسنِ اخلاق اپنائیے 55
- حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو نصیحت 55

روزمرہ کی چار سنتیں 57

- اتباعِ سنت کی کسوٹی 57
- اتباعِ سنت کی فضیلت 58

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنا	59
جمعہ کی مبارک باد دینا خلافِ سنت ہے	59
تکیہ استعمال کرنا	60
تین چیزوں سے انکار نہیں کرنا چاہیے	61
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیوں کی کیفیت	62
بیٹی کی رخصتی کا سامان	62
دنیا ایک گزرگاہ ہے	64
عمومی حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھنا	64
مجلس میں ٹیک لگا کر بیٹھنا	65
مہمان کو تکیہ پیش کرنا	65
چادر کا تکیہ بنانا	66
رِقت آمیز باتیں	67
تکلیف کی وجہ سے سہارا لینا	68
رات میں سُرمہ لگانا	68
طاق عدد کا لحاظ رکھنا	69
طاق عدد کی پسندیدگی	70
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامانِ سفر	71
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی	71
ایک ممانعت	72
انگوٹھی پہننے کے آداب	73

انگوٹھی پر نقش کروانا	74
سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت	74
انگوٹھی کا عجیب واقعہ	74
انگوٹھی کیوں تلاش کروائی؟	75
کفار سے مشابہت پر وعید	76
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک	76
بال منڈوانا	77
بالوں کا خیال رکھنا	78
بال کیسے منڈوائے جائیں؟	79
بالوں میں کنگھی کرنا	80
بالوں میں تیل لگانا	80
ختمِ نبوت کی دلیل	81
تیل لگانے کا مسنون طریقہ	82
بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا	83

اسلام میں نکاح کی اہمیت 85

تخلیقِ خداوندی باعتبارِ جفت	85
حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق کا مقصد	86
فطرتِ انسانی کی ضرورت	86

تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واقعہ	87
نبی علیہ السلام کا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو منع فرمانا	88
تنگ دستوں کی شادی کروانے کا حکم	89
ایک سے زائد نکاح کی اجازت	89
نکاح کی سنت زندہ کرنا	90
نکاح کرنا آدھا دین ہے	90
چار مسنون اعمال	91
بعثتِ انبیائے کرام علیہم السلام	92
مسکین کون شخص ہے؟	92
شیطان کے بھائی	93
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین نصیحتیں	94
گناہوں سے کون بچ سکتا ہے؟	95
ذات اور جہیز پر نکاح میں تاخیر	96
کیا پہلے بہنوں کی شادی ضروری ہے؟	97
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا جواب	98
لڑکوں میں بنیادی صفات	98
کافروں کا نکاح سے فرار	99
نکاح اور گھریلو ذمہ داریاں	100
نوجوانوں سے ایک سوال	101
دو اہم کتابیں	101

فہرست مضامین

یورپ میں عورت کی حیثیت	101
فرانسیسی انجینئر کا قول	102
برطانوی انجینئر کا قول	102
''حیا'' اہلِ ایمان کا نور	103
نکاح ایک مکمل معاہدہ	104
حق مہر کی تین سنتیں	104
مہر لڑکی کا حق ہے	105
مہر ادا نہ کرنے والا	106
نکاح کا اعلان	106
مسجد میں نکاح	107
میرج ہال میں نکاح کا مشاہدہ	108
بابرکت نکاح	108
ابھی نکاح تو ہوا ہی نہیں	109
تعلیمی اداروں میں کیا سکھایا جائے؟	110
حضراتِ صحابہ کی سادگی	110
مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	111
دنیا کی زندگی جنت کا نمونہ	114
نکاح آسان یا دو رکعت نفل آسان	115
جہیز ایک ہندوانہ رسم	115
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی حقیقت:	115

نکاح کے بعد عبادات کا اجر و ثواب 116

نکاح کے مقاصد 117

نکاح وشادی کا عمل سنت ہے: 117

نکاح کے مقاصد سے ناواقفیت: 118

ایمان والے کے لیے سبق: 119

پہلا مقصد گناہوں سے بچنا: 120

دوسرا مقصد تکمیلِ ایمان: 121

تیسرا مقصد عزت ملنا: 121

چوتھا مقصد محبت ملنا: 122

پانچواں مقصد شریکِ حیات کا مل جانا: 123

چھٹا مقصد اولاد کا ہونا: 124

استغفار کی کثرت پر بہت ساری برکتیں: 125

ساتواں مقصد پرسکون زندگی گزارنا: 125

آٹھواں مقصد تعلیماتِ نبویہ کی ترویج: 127

آٹھواں مقصد نبی علیہ السلام کی تعلیمات کو آگے منتقل کرنا: 128

شادی میں کسے راضی کرنا ہے؟ 130

نکاح میں جلدی کریں 133

- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند 133
- ایک عبادت گزار کا واقعہ 134
- غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی کا نقصان 135
- نفس پر خود اعتمادی نہیں کرنی چاہیے 136
- بے فکری اور بربادی 137
- برصیصا راہب کا واقعہ 138
- ہمارا المیہ 143
- دوسرا قتل 143
- بے نکاح نہیں رہنا چاہیے 146
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت 147
- باپ پر گناہ 148
- دیگر اُمتوں پر فخر 148
- اصحابِ رسول ﷺ کی چاہت 149
- حکایت 149
- نکاح کی خوبیاں 150
- نوجوان اپنی حفاظت کریں 150
- شادی کے بعد وسعت ملنا 150

- وسعت کیسے معلوم ہوگی؟ 152
- پاک دامنی پر جنت کی بشارت 152
- شیطان کا دُکھ 153
- چھ چیزوں پر جنت کا وعدہ 154
- بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی 155
- نکاح کس نیت سے کرنا ہے؟ 157
- ہر کام سے پہلے استخارہ کرنا 157
- شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زندگی کا موازنہ 158
- تحنیق کیا ہے؟ 158

مسنون بال 163

- بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی وجہ 163
- جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی بننے کا نسخہ 164
- سونے سے پہلے چند سنتوں کا اہتمام 166
- بالوں میں کنگھی کرنا 167
- سفر کی کچھ سنتیں 168
- کٹے ہوئے ناخنوں اور بالوں کا سنت عمل 169
- بال کس طرح رکھے جائیں؟ 170
- عورتوں کے لیے بال کٹوانے کا حکم 173

نبی علیہ السلام کے چند تبرکات	175
کون سے بال کاٹنا جائز ہیں	177
سر کی مانگ نکالنے میں دائیں جانب سے ابتدا	178

سفر کی سنتیں 179

اتباعِ نبوی بعثتِ نبوی کا مقصد	179
زندگی کو کسوٹی پر پرکھنا	180
اللہ تعالیٰ کی منشا معلوم کرنا	181
قربِ قیامت کی ایک نشانی	182
سفر میں آرام کرنے کی سنت	182
سفر میں نماز کی کیفیت	184
اَذان واقامت کا اہتمام کرنا	184
سفر میں نفلی نماز کی ادائیگی	185
دورانِ سفر سنتیں پڑھنا	186
تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی	187
سفر میں روزہ رکھنا	188
سفر میں قربانی کرنا	189
ساتھیوں کی خدمت کرنا	189
حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ	190

خدمت والے اجر میں بڑھ گئے	190
سفر میں شادی کرنا	191
سفر سے واپس ہونا	192
سفر میں خرچ کرنا	193
اہلِ خانہ کے لیے تحفہ لینا	194
مسافر کو رخصت کرنا	195
سفر کی متفرق سنتیں	196
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے محبت	199
مصافحہ/معانقہ کرنا	199
حضرت جی کا ایک قیمتی ملفوظ	201
صحیح نیت سے چپل سیدھی کرنا	201
سفر سے واپس آنے والوں کا استقبال کرنا	202
واپسی پر کھانا کھلانا	202
آسان عمل کا مشکل بن جانا	203
سفر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا	204
لمبے سفر کا ایک دلچسپ واقعہ	205
قبل از سفر حقوق کی ادائیگی	206
سونے کی سنتیں پارٹ 1	211

فہرست مضامین

سکون کا تعلق کس سے ہے؟	211
تھوڑی نیند میں برکت	212
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان	213
سوتے وقت وضو کے فضائل	214
سونے سے پہلے مسواک کرنا	216
سوکر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا	217
سونے سے قبل چند ضروری کام	218
حدیثِ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ	219
بچوں کی نگرانی کرنا	220
سونے سے قبل سرمہ لگانے کی سنت	221
بستر جھاڑ کر دعا پڑھنا	221
دائیں کروٹ پر لیٹنے کی سنت	223
تکیہ رکھنے کی سنت	226
سوتے میں خراٹے لینا	226
پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا	227
سونے کی جگہ کہاں بنائی جائے؟	228
جنابت کے بعد طہارت لینا	228
اکیلے سونے کی ممانعت	230
بغیر ہاتھ دھوئے سونے کا نقصان	231
کھانا کھا کر نفل نماز پڑھنا	232

ممنوعہ اوقات میں نہ سویا جائے	233
لاہور کے ایک تاجر کا حال	234
رات کی عبادت	235
جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے	235
ایک سخت وعید	236
معمولات پورے کرنے کا بہترین وقت	238
خرافہ کا واقعہ	241

ظاہر و باطن اور داڑھی 243

نبی علیہ السلام اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کی کیفیت	244
داڑھی کو صاف رکھنا اور خوشبو لگانا	246
غم کی حالت میں ایک سنت عمل	247
داڑھی کی سنت مقدار	248
آئینہ دیکھنے کی سنت	252
ظاہر اور باطن کا باہمی تعلق	252
مغفرت والا ایک عمل	257
اچھی نیت پر اجر و ثواب	258
میوزک کی آواز کان میں پڑے تو کیا کریں؟	259
گانا دل کے لیے نفاق کا سبب ہے	261

بدنظری کے نقصانات 262
داڑھی کٹوانا ایک ناپسندیدہ عمل 264

بیعت اور توبہ 269

سب سے قیمتی سرمایہ "ایمان" 270
ایک عجیب مثال 270
حضرت مرشدِ عالم رحمہ اللہ کا اندازِ نصیحت 272
ایمان کو بچانے کی مختلف صورتیں: 272
بیعتِ اسلام 273
بیعتِ توبہ 274
بیعت کی چار نیتیں 276
دورِ حاضر کے اکابرین 277
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ 277

پیش لفظ

اللہ کے فضل وکرم سے **الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ** کے زیرِ انتظام چھپنے والی کتاب گلدستہ سنت کی جلد 3 آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

آگے چلنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کا تعارف بھی کرواتا چلوں۔ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرم عمل ہے جن میں ادارے کے افراد کے لیے ٹرانسپورٹ کا انتظام، رمضان پیکیج وغیرہ اور اسی ٹرسٹ کے زیر اہتمام مختلف شعبوں میں پڑھنے والی طالبات کے لیے شادی کا انتظام، اور الحمدللہ اب اسی ٹرسٹ کے زیر انتظام الکہف سلائی سنٹر کا قیام بھی وجود میں آچکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ رقیہ للبنات اور ابراہیم اکیڈمی کے تحت آن لائن نہ صرف درسِ نظامی کی کلاسز بلکہ قرآنی عربی ودیگر آن لائن Presentations کی کوریج بھی اللہ کے فضل وکرم سے شروع ہے۔ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے چند مزید منصوبوں پر کام شروع ہے جن میں الکہف سکول، الکہف اکیڈمیز، الکہف ہوسٹلز سرفہرست ہیں نیز الکہف طب نبوی ہاسپٹلز (جن میں سنت

دعا، دوا، غذا اور حجامہ سے لوگوں کے علاج و معالجہ کا انتظام کیا جائے گا)، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ زیر نظر کتاب گلدستۂ سنت کی جلد 3 دن اور رات کی مبارک سنتوں پر مشتمل ایک سیریز ہے جس کا مقصد عملی زندگی میں سنتوں کو لا کر زندگی کو اللہ کے نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق ڈھالنا ہے۔

سنت کا راستہ ہی درحقیقت ایک ایسا راستہ ہے جو اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ سنت نبوی سے محبت دراصل نبی ﷺ سے محبت ہے اور سنتوں سے یقیناً اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

میرے شیخ حضرت پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ''ہر مسلمان کو چاہیے کہ ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کرے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لیے زیور پہنائے جاتے ہیں اور دلہن سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دیں گے تو انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی۔ بازو میں چوڑیاں پہنا دیں گے تو بازو خوبصورت ہو جائیں گے۔ گلے میں ہار ڈالا تو اگلا خوبصورت اسی طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس حصے پر زیور آ گیا وہ میرے خاوند کی نظروں میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا۔ مومن کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہو گئی اور سنت کا عمل اس پر سج گیا تو میرا وہ عضو اللہ کی نظروں میں خوبصورت ہو جائے گا''۔

آیئے ان سنت طریقوں کو پوری طرح سے اپنی زندگیوں میں لائیں، عمل کریں آگے پہنچائیں، گھروں میں مذاکرے کریں۔ ان شاء اللہ دنیا کے ساتھ ساتھ

آخرت بھی سنور جائے گی۔ اور آپ تمام حضرات سے خصوصی دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام ساتھیوں کی محنت و کاوش کو قبول فرمائیں۔ مزید ہمت و استقامت کے ساتھ اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو سنت کا نور عطا فرمائیں گے۔ اور قیامت کے دن حضور کی شفاعت فرمائیں۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

دعا گو و دعا جو

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی

مہتمم جامعہ رقیہ للبنات ٹاؤن شپ لاہور

عرضِ مرتب

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب گلدستہ سنت جلد 3 انتظار کی طویل گھڑیوں کے بعد پیش خدمت ہے۔

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ جس کے بانی وصدر حضرت حافظ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم ہیں، مسلسل آپ تمام احباب بالخصوص حضرت شیخ پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی توجہات، فکر، اور دعاؤں سے روز افزوں ترقی کی جانب گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس نے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب کو مقبولیت عطا فرمائی جس کا مسودہ اُٹھا اُٹھا کر اللہ کے مختلف نیک بندے اس کے گھر کا طواف بھی کرتے رہے اور حرمین شریف میں دعائیں بھی کرتے رہے اور سب سے بڑھ کر حضرت شیخ پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم نے بھی نہ صرف حرمین شریفین میں بلکہ اس مبارک سفر کے بعد بھی مسلسل اپنی قیمتی دعاؤں سے نوازا جن دعاؤں کی برکات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور سنت کا فیضان لوگوں میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ سنتوں کے زندہ ہونے سے فرائض کی طرف دھیان اور اہتمام میں خوب اضافہ ہوتا ہے اور عملی زندگیاں جنت کا نمونہ پیش کرنے لگتی ہیں۔ اور چونکہ سنت سے محبت نبی ﷺ سے محبت ہے اور یہی

وہ محبت ہے جس کے بارے میں آقا نے ارشاد فرمایا تھا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی روزِ قیامت بندہ اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے محبت رکھتا ہو۔ تو سنتوں پر عمل کا بہترین انعام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ مبارک ساتھ ہمیں اور ہماری نسلوں کو نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ہر ہر حرف کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر نہ صرف ہماری بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کی بھی مغفرت کا ذریعہ بنائیں آمین۔ تمام قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ زیرِ کتاب میں کسی بھی قسم کی غلطی دیکھیں تو ادارے کو مطلع فرمائیں یہ نہ صرف آپ کا احسان ہوگا بلکہ صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

مولانا قاری محمد عمران خان
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

محبوبِ خدا اور محبوبِ رسول ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:31)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

محبتِ الٰہی، محبتِ رسول کیسے ملے؟

ہم میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ دوسرے کو پسند آجائے۔ مثال کے طور پر بیوی یہ چاہتی ہے کہ خاوند کی محبوبہ بن جائے، خاوند کو پسند آجائے۔ بچے یہ چاہتے ہیں کہ اپنے استاذ کو پسند آجائیں، اپنی والدہ کو پسند آجائیں، والد کو پسند آجائیں۔ دوست یہ چاہتا ہے کہ دوست کو پسند آجائے۔ اسی طرح ہر آدمی کسی نہ کسی کا محبوب بننا چاہتا ہے۔ لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس کے محبوب بننا چاہتے تھے؟ ایک حدیث پاک سنیے! نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور آکر عرض

کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کا اور اللہ کے رسول کا محبوب بننا چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو نسخہ بتا دیا۔ فرمایا کہ دیکھو! اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو اور میرے محبوب یعنی اللہ کے محبوب کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اب تم ہر وہ کام کرو جو اللہ کو محبوب ہو اور اس کے محبوب کو محبوب ہو۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب بن جائیں، جنابِ رسول اللہ ﷺ کے محبوب بن جائیں تو ہمیں وہ اعمال اختیار کرنے ہوں گے کہ جن سے ہم اللہ کے بھی قریب ہو جائیں اور نبی علیہ السلام کے بھی قریب ہو جائیں۔ اللہ کے بھی محبوب بن جائیں گے اور نبی علیہ السلام کے بھی محبوب بن جائیں گے۔

بروزِ قیامت نبی ﷺ سے قربت

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ مجھے محبوب کون ہوگا؟ اور قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب کون ہوگا؟ لوگ خاموش رہے تو نبی علیہ السلام نے دو بار یا تین بار یہی پوچھا۔ تب لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ضرور بتائیے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو بہترین اخلاق والا ہو۔ (مسند احمد: رقم 6775)

جس کے جتنے زیادہ اخلاق بلند ہوں گے، قیامت کے دن وہ نبی علیہ السلام کے اتنا زیادہ قریب ہوگا۔ اگلی حدیث اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔

بروزِ قیامت نبی ﷺ سے دوری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''تم میں سب سے زیادہ محبوب

اور سب سے زیادہ میرے قریب قیامت کے دن وہ ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔ اور تم میں سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ دور وہ ہوگا جو بہت باتونی، لوگوں پر باتوں میں سبقت لے جانے والا اور متکبر ہوگا"۔ (سنن ترمذی: 2018)

یعنی اخلاق کے اعتبار سے بدترین ہوگا۔ اس لیے با اخلاق کو اللہ ربّ العزّت کا قرب بھی ملتا ہے اور نبی علیہ السلام کا بھی قرب ملتا ہے۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ. (مسند البزار عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "میں بہترین اخلاق اور عادات کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں"۔

یعنی آقا علیہ السلام کی آمد کے مقاصد میں سے ایک بہت بڑا بنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اچھے اخلاق سکھائے جائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ خوب صورت ہیں اور خوب صورتی کو پسند فرماتے ہیں، اور اعلیٰ اخلاق کو پسند فرماتے ہیں اور بدخلقی کو ناپسند کرتے ہیں"۔ (معجم للطبرانی)

حسنِ اخلاق پر ارشاداتِ نبی ﷺ

احادیثِ مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے حسنِ اخلاق کی اہمیت بہت زیادہ بتائی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوئی تو نبی علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

اے عقبہ! کیا میں تجھے نہ بتادوں کہ دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق کیا ہیں؟ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1. تم اُس سے جوڑ کر رکھو جو تم سے توڑے۔
2. تم اسے محروم نہ کرو جو تمہیں محروم کرے یعنی نہ دے۔
3. جو تمہیں تکلیف پہنچائے تم اسے معاف کردو۔ (مسند احمد: 158/4)

یہ تینوں باتیں بہترین اخلاق میں سے ہیں۔ یہ سرورِ کونین ﷺ نے بتایا ہے۔ اور پھر یہ عمل صرف ایک صحابی کو نہیں فرمایا، بلکہ جگہ جگہ ہر ہر صحابی کو فرمایا کرتے تھے۔

ایک اور صحابی حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین خصائل یہ ہیں:

1. تم توڑنے والوں سے جوڑ کر رکھو۔
2. جو تمہیں محروم کرے تم اسے نواز دیا کرو۔
3. جو تمہیں بُرا بھلا کہا کرے، گالی دے تم اس سے درگزر کیا کرو۔ (مسند احمد 438/3)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا میں تمہیں دنیا و آخرت کے بہترین اخلاق نہ بتلاؤں؟ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! ضرور بتلائیے، کون سے اخلاق ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

1. جو تمہارے ساتھ قطع تعلقی رکھے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔
2. تم اُسے دیا کرو جو تمہیں محروم کرے۔
3. تم اسے معاف کردو جو تم پر زیادتی کیا کرے۔ (درِ منثور: 711/6)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! کیا میں

تمہیں اوّلین و آخرین کے بہترین اخلاق نہ بتاؤں؟ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جی ہاں، ضرور بتلایئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

1 جو تمہیں محروم کرے تم اسے (محروم نہ کرنا، بلکہ) تم اسے دو۔

2 جو تم پر ظلم کرے، تم اسے معاف کردو۔

3 تم اس سے جوڑو جو تم سے توڑتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

اس طرح بہت سے صحابۂ کرام کو نبی علیہ السلام نے یہی بات ارشاد فرمائی کہ دیکھو! دنیا اور آخرت کو سنوارنے کے لیے بہترین اخلاق اپناؤ۔ اگر ہم حقوق کو پورا کریں گے، محبت کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو نسل در نسل جوڑ کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور اگر ہم نبی علیہ السلام کی ان باتوں کو نہیں مانیں گے تو بجائے جوڑ کے توڑ پیدا ہو جائے گا، نفرتیں پیدا ہوں گی، دوریاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اخلاقی فریضہ ہے کہ تم جوڑ اور رابطے کو پیدا کرو۔

حسنِ خُلُق کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ حُسنِ خلق کیا ہے؟ پھر فرماتے کہ لوگوں سے اچھے انداز سے ملنا، خندہ پیشانی سے ملنا، بھلائی کا معاملہ کرنا، تکلیف دہ اُمور سے لوگوں کو بچانا۔ لوگوں کی تکلیف سے بچنا یہ اصل نہیں، بلکہ لوگوں کو اپنی تکلیف سے بچانا ہے۔ یعنی اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے یہ اصل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری میں حسنِ خلق کی تعریف میں ذکر کیا ہے کہ معاف کر دینا، درگزر کر دینا، سخاوت کرنا، صبر کرنا، تحمل مزاجی کو اپنانا، لوگوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا، رحمت کا معاملہ کرنا، لوگوں کی ضروریات پوری کرنا، لوگوں سے

محبت کا اور بھائی چارے کا برتاؤ کرنا، لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا یہ بہترین اخلاق ہیں۔ یہ وہ اخلاق ہیں جن کی وجہ سے جنت کی بڑی بڑی نعمتیں ملا کرتی ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، نرمی کا معاملہ کرنا یہ اخلاق میں سے ہے۔ پھر ایک جگہ یہ فرمایا کہ مختلف قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں، مختلف مزاج ہوتے ہیں۔ ہر بندے کی طبیعت اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے، اس کی رعایت کرتے ہوئے ان کے ساتھ خوشگواری کا برتاؤ کرنا یہ حُسنِ اخلاق میں سے ہے۔

حدیثِ عمرو بن عَبَسہ رضی اللہ عنہ

ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! آپ کی کن کن لوگوں نے اتباع کی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آزاد لوگوں نے بھی کی ہے اور غلاموں نے بھی کی ہے یعنی تمام قسم کے لوگوں نے کی ہے۔ پھر میں نے پوچھا: یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمدہ کلام یعنی اچھی بات کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ پھر میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ایمان کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کرنا اور درگزر کرنا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام میں افضل ترین عمل کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! افضل ایمان کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے اخلاق۔ میں نے پوچھا: کون سی نماز افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو (لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا)۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! بہترین ہجرت کون سی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: بہترین ہجرت یہ ہے کہ تم ان چیزوں کو چھوڑ دو جو تمہارے ربّ کو ناپسند ہو۔ (آگے لمبی حدیث ہے) (مشکاۃ المصابیح: رقم 46)

غور کرنے والی بات یہ ہے کہ جب پوچھا گیا کہ افضل ترین عمل کیا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ اب ہم غور کریں کہ کیا ہماری زبان سے ہمارے گھر والے محفوظ ہیں؟ ہمارے بچے محفوظ ہیں؟ ہمارے دوست محفوظ ہیں؟ یا ہمارے ہاتھ سے ہمارے ماتحت محفوظ ہیں؟ اگر یہ محفوظ ہیں تو ہم ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ پھر ہمیں حُسن اخلاق پر ملے گا کیا؟ اللہ اکبر! اللہ ربّ العزّت بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا اگرچہ وہ غلطی پر تھا، اسے اللہ ربّ العزّت جنت میں محل بنا کر دیں گے جو کہ شروع میں ہوگا۔ اور جس نے جھگڑا ختم کر دیا باوجود اس بات پہ کہ وہ حق پر تھا (اور دوسرا اس پر ظلم کر رہا تھا، اس کے حق کو کھا رہا تھا) تو اللہ ربّ العزّت جنت کے بالکل بیچ میں ایک محل عطا فرمائیں گے۔ اور جس نے عمدہ اخلاق اختیار کیے اس کے لیے جنت کے بلند و بالا حصے میں محل بنایا جائے گا۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 4831)

عمدہ اخلاق پر جنت کی بہترین نعمتیں ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے آمین۔

اَخلاق کی تقسیم

جس طرح رزق انسان میں تقسیم ہوتا ہے، اسی طرح اخلاق بھی تقسیم ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے تمہارے اخلاق تم میں اسی طرح تقسیم فرمائے ہیں جس طرح تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتے ہیں جسے پسند فرماتے ہیں، اور اسے بھی دیتے ہیں جسے پسند نہیں فرماتے، مگر ایمان صرف اسے دیتے ہیں جسے پسند فرماتے ہیں۔ (مستدرکِ حاکم)

جس طرح رزق ہم اللہ سے مانگتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی دعاؤں میں اچھے اخلاق بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جنہیں اچھے اخلاق عطا فرمادیتے ہیں جنت کے راستے اُن کے لیے آسان ہوجاتے ہیں۔

کمالِ ایمان اچھے اخلاق سے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہے، اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہترین ہے۔ (سنن ترمذی: 1162)

اپنی بیوی پر، بچوں اور بچیوں پر شفقت و مہربان ہونا چاہیے۔ اکثر مرد حضرات بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ معمولی معمولی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا، سخت سست کہنا اور اسے تکلیف پہنچانا یہ رویہ نبی علیہ السلام کی سنت کے خلاف ہے۔ اور بعض لوگ اپنی ہی اولاد کے ساتھ بداَخلاق ہوتے ہیں، اُن سے ہر وقت ناراضگی والی اور غصے والی باتیں کرتے ہیں اور غیروں کے لیے بڑے خوش اَخلاق ہوتے ہیں۔ اس بات کو بھی پسند نہیں کیا گیا۔ بچوں سے محبت کرنا، پیار کرنا یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے، اور دیگر انبیاء کی بھی سنت ہے اور اللہ والوں کے اَوصاف میں سے ہے۔ اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ ہماری زندگی پر اچھے اخلاق کا کتنا فرق پڑتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان کیا جو گھٹنوں کے بل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک حجاب حائل تھا۔ اس کے عمدہ اخلاق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر یکدم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کردیا۔ (مجمع الزوائد: 179/7)

دنیا و آخرت کی بھلائی کیسے حاصل ہو؟

نبی علیہ السلام نے حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے اُمّ حبیبہ! حُسنِ اخلاق والے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کریں گے۔ (معجم کبیر للطبرانی: 411/23)

دنیا میں یہ لوگوں کے نزدیک محبوب ہوں گے اور قیامت میں یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے، اللہ کے یہاں مقبول ہوں گے، اور نبی علیہ السلام کے محبوب بھی ہوں گے، اور نبی علیہ السلام سے قریب بھی ہوں گے۔ جن کے اخلاق اچھے ہیں دنیا میں لوگ ان سے باتیں کرتے ہیں، ان سے ملتے ہیں، ان کو اپنے پاس بٹھانا پسند کرتے ہیں۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں۔ یعنی اچھے اخلاق والا ان شاء اللہ العزیز جنت میں پہنچے گا۔

دو بہترین عادتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کی ملاقات حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر! کیا میں تمہیں دو پیاری باتیں نہ بتاؤں، دو ایسی عادات کی نشاندہی نہ کروں جو کرنے میں آسان ہوں، لیکن قیامت والے دن دوسرے کے اعمال کی بہ نسبت ترازو میں بہت وزنی ہوں؟ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ضرور بتایئے۔ (نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ دو عادتیں یہ ہیں: [1] حُسن اخلاق [2] خاموشی) فرمایا کہ حُسن اخلاق اور خاموشی کو لازمی پکڑ لو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان دونوں سے بہتر کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انسان مُزین ہو۔ (مسند ابی یعلیٰ: رقم 3298)

یہ بہت جامع ترین اَوصاف ہیں۔ آج کے دور میں خاموش رہنا کتنا مشکل ہے حالاں کہ خاموش رہنے والا شخص بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اُسے آخرت کی یاد کا موقع مل جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں جنت کے بلند و بالا درجات حاصل کرنے کا طریقہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

جنت کے درجات میں بلندی

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں وہ اعمال نہ بتادوں جس سے جنت میں تمھارے درجات بلند ہو جائیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ضرور بتایئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

1 تم اس کے ساتھ حلم کا معاملہ کرو جو تم سے جہالت کا معاملہ کرے، تمھارے مرتبے کی رعایت نہ کرے، تم سے تکلیف دہ باتیں کرے، تمھیں تکلیفیں پہنچائے۔

2 تم اس سے جوڑ پیدا کرو جو تم سے توڑے۔

3 تم اسے دو جو تمھارا حق نہ دے، جو تمھیں تمھارے حق سے محروم رکھے لیکن تم محروم نہ رکھنا۔

4 تم اُس سے درگزر کرو جو تم پر ظلم کرے۔ اگر تم نے یہ کام کر لیے تو جنت میں تمھارے درجات بلند ہو جائیں گے۔ (مجمع الزوائد: رقم 13695)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں عبادت میں کمزور، اگر ان کے اَخلاق زیادہ ہوں تو آخرت میں اونچے درجات ان کو مل جائینگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی اچھے اخلاق کی وجہ سے آخرت میں بلند مرتبے اور اچھے درجات کو پالیتا ہے حالاں کہ وہ عبادات میں کمزور

ہوتا ہے۔ اور بداخلاقی کی وجہ سے جہنم میں نیچے تک چلا جاتا ہے حالاں کہ وہ عبادت گزار ہوتا ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم 754)

عبادت میں کمزور ہونے سے کیا مراد ہے؟ فقط فرائض پورے کر لیے، واجبات پورے کر لیے۔ بہت زیادہ نفل تو نہیں پڑھتا مگر نماز خشوع اور اہتمام سے پڑھتا ہے۔ بہت زیادہ مراقبے بھی نہیں کرتا لیکن اخلاق کے اندر وہ اتنا میٹھا ہے کہ ہر آدمی اس سے بات کرنا پسند کرتا ہے۔ ہر آدمی اس کے قریب ہونا پسند کرتا ہے۔ ان اخلاق کی وجہ سے وہ عبادت گزار لوگوں سے آگے چلا جاتا ہے۔ دوسروں کا خیال رکھتا ہے تو اس بندے کو اللہ ربّ العزّت جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرما دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح یہ بھی اسی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ جہنم کے نیچے والے درجے کو انسان اپنی بداخلاقی کی وجہ سے حاصل کر لیتا ہے۔ جس کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اللہ ربّ العزّت اس کو جہنم میں بھیج دیتے ہیں اگرچہ وہ بڑی بڑی عبادتیں کر کے آیا ہو، بڑے اعمال کیے ہوں۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار خوبیاں ایسی ہیں، چار صفات ایسی ہیں جو انسان کو بہت ہی بلند و بالا درجات پر پہنچا دیتی ہیں گو اس کا عمل کم ہو۔ یعنی صرف فرائض ہی پورے ہوں، بہت زیادہ عبادات نہ ہوں، بہت زیادہ دین کے لیے محنت نہ کی ہو۔ لیکن چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیتی ہیں۔ غور کرنے والی بات ہے کہ وہ کون سی چار باتیں ہیں؟

1. تحمل مزاجی
1. سخاوت
3. تواضع اپنے آپ کو جھکا کر رکھنا۔
4. حُسنِ اخلاق

یہ چار باتیں جس کے اندر ہیں اس کو بلند و بالا درجات مل جایا کرتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ کوئی شخص بلندی حاصل نہیں کرسکتا سوائے اچھے اخلاق کے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے ملا کرو گو اُن کے اعمال کی مخالفت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی سے ہمارا اختلاف ہے، اس کا عمل اور ہے ہمارا عمل اور ہے، اس کی سوچ اور ہے ہماری سوچ اور ہے، اس کا انداز اور ہے ہمارا انداز اور ہے، ان تمام اختلافات کے باوجود جب ہماری اس سے ملاقات ہو تو فرمایا کہ اچھے انداز سے ہی ملا کرو۔

جیسا کہ پہلے یہ بات ذکر کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان کیا تھا کہ میری اُمت کا ایک شخص گھٹنے کے سہارے چلتا ہوا آیا، اس کے اور اللہ ربّ العزّت کے درمیان پردہ تھا۔ یعنی خدا سے دور تھا تو اُس کے حُسنِ اخلاق کی وجہ سے جو دنیا میں اختیار کیے ہوئے تھے، جنت میں داخل کردیا گیا۔

حُسنِ اخلاق میں برکت

اللہ تعالیٰ نے حُسنِ اخلاق میں برکت ہی برکت رکھی ہے۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مختصر حدیث ابھی بیان کی۔ ذرا تفصیل اسے ذکر کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک عورت ایسی ہے جس کے دو شوہر ہوں۔ مثال کے طور پر ایک عورت کی شادی ہوئی شوہر کا انتقال ہوگیا، اس نے دوسری شادی کرلی پھر اس کا بھی انتقال ہوگیا۔ پھر اس عورت کا بھی انتقال ہوگیا۔ تینوں نیک تھے، تینوں کا فیصلہ ہوگیا اور تینوں جنت میں پہنچ گئے۔ اب یہ عورت جس کے دنیا میں دو شوہر ہوئے تھے یہ عورت جنت میں کس شوہر کے پاس رہے گی؟ یہ سوال پوچھا گیا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اخلاق اچھے ہوں گے وہ اس کے پاس رہے گی۔

اور آگے نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے اُمّ حبیبہ! حُسنِ اخلاق والے دنیا بھی اچھی کر گئے اور آخرت کی بھلائیاں بھی ساتھ لے گئے۔ (معجم کبیر للطبرانی: 411/23)

کس قدر فضیلت کی بات ہے کہ حُسن اخلاق کی وجہ سے دنیا کی نعمتیں بھی انسان کو مل گئیں اور آخرت کی نعمتیں بھی انسان کو مل جائیں گی اور حُسن اخلاق کی وجہ سے بیوی بھی مل گئی اور آخرت کے درجات بھی بلند ہو گئے۔

اب آپ دیکھیں کہ کس قدر فضیلت ہے حُسنِ اخلاق کی۔ جو لوگ مصروف ہیں، مشغول ہیں، ان کو عبادات کا، ذکر کا، تلاوت کا، مراقبے کا اتنا موقع نہیں ملتا اور وہ اپنے وقت کو فارغ نہیں کر سکتے، وہ کیا کریں؟ اپنے معاملات میں، اپنے ملنے جلنے والوں میں، اپنے رشتے داروں میں، غرض جن جن سے ان کے روزمرّہ کے تعلقات دنیا میں ہوتے ہیں، ان سے نرمی سے ملیں، ان سے محبت سے ملیں، ان سے اخلاق سے پیش آئیں۔ اتنا آسان کام کر لیں تو جنت کے بڑے بڑے درجات حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن مؤمن کے اعمال کے ترازو میں حُسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی عمل بھاری نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم 2002)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمتیں عطا فرمائے آمین۔

یہودی عالم کا مسلمان ہونا

آخر میں حسنِ اخلاق پر ایک واقعہ سن لیجیے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے اَخلاق کتنے بلند تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ میں ایک یہودی عالم تھے زید بن سُعْنَہ۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا، ارشادات سنے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ ایک نبی آنے والے ہیں۔ اپنے دل میں کہا

کہ میں ساری چیزوں کو چیک کروں گا، نشانیوں کو دیکھوں گا، پھر کسی بات پر پہنچوں گا۔ اللہ کی شان کہ انہوں نے ساری نشانیوں کو دیکھ لیا، لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں جو انہیں فوری طور پر نہ ملیں۔ [1] نبی کا حلم اس کے جہل پر غالب ہوتا ہے۔ [2] جتنا بھی نبی کے ساتھ جہالت کا معاملہ کیا جائے تو نبی کا حلم اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، برداشت، اور حلم کو کھلی آنکھوں دیکھنا چاہتا تھے۔ کسی کو چیک کرنے کے لیے نماز روزہ نہیں دیکھا جاتا، مسجد میں آنا جانا نہیں دیکھا جاتا، بلکہ اس کے معاملات کو دیکھا جاتا ہے۔ اخلاق کے اعتبار سے انسان پرکھا جاتا ہے۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ میں اس موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نبی علیہ السلام چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے اور میں نبی علیہ السلام کے قریب ہی تھا۔ دور سے ایک صاحب آئے اور انہوں نے نبی علیہ السلام کہا کہ میں فلاں علاقے سے آیا ہوں۔ وہاں غربت ہے، لوگ پریشان ہیں، تکلیف میں ہیں، ڈر ہے کہ کہیں اسلام ہی سے نکل جائیں۔ اگر آپ ان کی مالی مدد فرمائیں تو ان کے لیے آسانی ہو جائے گی۔ نبی علیہ السلام نے بات سنی تو فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ میں نے سوچ لیا کہ یہی موقع ہے۔ چناں چہ میں نے قریب ہو کر کہا: اے محمد! (یہود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ہی مخاطب کیا کرتے تھے) اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کر دیتا ہوں۔ اس کے بدلے آپ مجھے فلاں باغ کی کھجوریں اتنی مدت میں دے دینا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اے یہودی! اتنی مدت میں نہیں، بلکہ اتنی مدت میں دیں گے اور باغ متعین نہیں ہوگا۔ (حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاص مدت کا ذکر کیا اور باغ کا عموم فرمایا) چناں چہ اس سے بات طے ہوگئی۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ رقم

نبی علیہ السلام کے حوالے کر دی۔ نبی علیہ السلام نے وہ رقم لی اور آنے والے صاحب کو دے دی اور وہ صاحب اسے لے کر واپس چلے گئے کہ اپنے علاقے والوں کی مدد کریں۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ ٹائم پورا ہونے سے دو، تین دن قبل میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ میں نبی علیہ السلام کے اخلاق کو دیکھنا تھا کہ ان کے اخلاق کیسے ہیں؟ ان کا قول اور فعل کیسا ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے آتے ہی نبی علیہ السلام کے لباس، قمیص کو پکڑ لیا اور عجیب انداز سے غصہ میں کہا: اے عبدالمطلب کی اولاد! (یہ دیکھیں کہ باپ دادا کے طعنے دیے جا رہے ہیں) آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تم بنو عبدالمطلب والے ٹال مٹول کرتے ہو۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے چہرے کو دیکھا، اتنی سخت کلامی کے بعد بھی نبی علیہ السلام کا چہرہ نارمل تھا، آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا تو ان کا چہرہ غصے کی وجہ سے سُرخ ہو رہا تھا۔ غصے کی شدت سے مجھے دیکھنے لگے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! تم اللہ کے رسول ﷺ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے حق کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا، تمہیں قتل کر دیتا۔

یہاں غور کریں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غصہ تو ان پر بہت تھا کہ انہوں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کی گستاخی کی، بے ادبی سے بات کی، لیکن اس غصے کے عالم میں بھی کتنا خیال تھا دوسرے کے حق کا کہ اس کو کہا کہ تیرا حق ادا کرنے کا مسئلہ نہ ہوتا تو تمہیں میں سبق سکھا دیتا۔

نبی علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ایسے دیکھا تو نبی علیہ السلام نے بہت ہی تحمل مزاجی کے ساتھ، نرمی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! چاہیے تو یہ تھا کہ تم

اس سے اور انداز سے بات کرتے، اس کو سمجھاتے کہ تم نبی علیہ السلام سے تقاضا کرو لیکن نرمی سے کرو، اور تم مجھے سمجھاتے کہ آپ ان کا حق ادا کریں۔ اللہ اکبر کبیرا!

نبی علیہ السلام کے اخلاق کو دیکھیے کہ نبی علیہ السلام اپنے شاگرد اور سسر سے فرما رہے ہیں کہ اے عمر! تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھے سمجھاتے کہ حق مانگنے والوں کا حق ادا کر دیا کریں۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! فلاں باغ سے ہم نے اتنی کھجوریں اس کی دینی ہیں وہ جا کر ادا کر دو، ہمارا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن جب جاؤ گے تو اس کو اتنا زیادہ دے دینا۔ یعنی نبی علیہ السلام نے ایک مقدار بتائی کہ اتنی خاص مقدار اس کو تم نے زیادہ دینی ہے، وہ اس وجہ سے کہ تم نے اس کے ساتھ سختی کی، ان کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچائی۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ گیا تو میرا جو حق تھا، جو میرا مال تھا مجھے وہ بھی مل گیا اور مزید کچھ زیادہ بھی ملا۔ جب میں نے اس عمل کو دیکھ لیا اور نبی علیہ السلام کے مبارک اخلاق کو دیکھ لیا تو میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(ابن حبان: 521/1)

ذرا غور کریں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ایسے تھے کہ یہودی کافر جو دشمن ہوتے تھے وہ بھی نبی علیہ السلام کے اخلاق کی وجہ سے، محبت کی وجہ سے، تحمل مزاجی کی وجہ سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔ اور آج ہمارے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے ہی گھر والے اور قریبی لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ ہم تو اُن کو بھی اپنا نہ بنا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اخلاق کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن جنت کے بڑے بڑے درجات کا حصول ہمارے لیے آسان ہو جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حُسنِ اخلاق پر جنت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (القلم:4)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال

حضرت اُسامہ بن شَریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے پاس ایسے بیٹھے تھے

گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (انتہائی ادب سے بیٹھنا)، کوئی بھی ہم میں سے بات نہیں کررہا تھا کہ ایک جماعت آئی اور انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہے۔ (الترغیب للمنذری: 259/3)

اللہ ربّ العزّت کو اپنے بندوں سے بہت محبت ہے۔ لہٰذا جو بندہ اللہ کے بندوں سے محبت کرے گا، اخلاق سے پیش آئے گا وہ یقیناً محبوبِ خدا ہوگا۔ اگر ہم اس بات کی طرف دھیان دیں تو یہ کسی کے دل میں اترنے کا کتنا آسان فارمولہ ہے کہ اپنے بہترین رویے سے سامنے والا کا دل جیت لیں۔

محبوبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہتر ہے، جو دوسروں کے لیے (بچھی ہوئی چادر کی طرح) بچھے ہوتے ہیں، لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ اِن سے محبت کرتے ہیں۔ (معجم اوسط: رقم 7697)

ظاہری بات ہے کہ جس چیز سے اللہ ربّ العزّت کو محبت ہوگی، اسی چیز سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبت ہوگی۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبولیت دارین کی مقبولیت کی علامت ہے۔ یعنی جس کو اچھے اخلاق مل گئے وہ سمجھ لے کہ اللہ ربّ العزّت نے مجھے دنیا اور آخرت کی برکتیں عطا فرمادیں۔ ایک حدیث ذرا دل کے کانوں سے سنیں!

جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جنت میں اکثر

داخلہ کن اعمال کی وجہ سے ہوگا؟ (کن باتوں کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے تو نبی علیہ السلام نے دو باتیں ارشاد فرمائیں) فرمایا: ''تقویٰ اور حُسنِ اخلاق''۔ اس کے بعد ایک بڑا عجیب سوال پوچھا گیا۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول! جہنم میں لوگ کس وجہ سے زیادہ جائیں گے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زبان اور شرم گاہ کی وجہ سے۔

(ترمذی:2/21)

اگر غور کیا جائے تو تقویٰ بھی ہمارے پاس نہیں ہے اور اخلاق بھی نہیں۔ جنت میں لے جانے والے اعمال میں سے ہمارے پاس کیا ہے؟ نماز، روزہ، حج، زکوۃ تو الگ سے ضروری ہیں، لیکن اچھے اخلاق کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

زبان سے ہونے والے گناہ

اسی طرح زبان کے مسئلہ میں ہم غور کریں جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ دو وجوہات کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے: ایک زبان کی وجہ سے، دوسرا شرم گاہ کی وجہ سے۔ غور کریں گے تو پتا چلے گا کہ زبان کے معاملے میں اکثر لوگ غیر محتاط ہیں۔ زبان کی بے احتیاطی ہمارے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جھوٹ ہم زبان سے بولتے ہیں۔ غیبت ہم زبان سے کرتے ہیں۔ لوگوں کو تنگ ہم زبان سے کرتے ہیں۔ وعدہ خلافی زبان سے کرتے ہیں۔ مذاق اُڑانا زبان سے کرتے ہیں۔ بداخلاقی زبان سے کرتے ہیں۔ لوگوں کا دل توڑنا زبان سے کرتے ہیں۔ لوگوں کی بے عزتی زبان سے کرتے ہیں۔ لوگوں پر الزام زبان سے لگاتے ہیں۔ ناحق کسی کو حکم کرنا، اللہ کے احکام کے خلاف کسی بات کا کہنا یہ ہم زبان سے کرتے ہیں۔ لوگوں کو نا اُمید ہم زبان سے کرتے ہیں۔ دکھاوے کی گفتگو ہم زبان سے کرتے ہیں۔ بُرائی کا حکم زبان سے دیتے

ہیں۔بعض مرتبہ نیکی سے روک دیتے ہیں۔

آپ کہیں گے کہ ہم تو نیکی سے نہیں روکتے ،لیکن اگر آپ کی بہن آپ کی بیٹی کوئی فرد یہ کہے کہ مجھے شرعی پردہ کرنا ہے، میں نے اپنے کزن کے سامنے نہیں آنا، میں نے شادی شریعت کے مطابق کرنی ہے، میں نے Mix gathering میں نہیں جانا، میں نے ڈھول میوزک وغیرہ کی طرف نہیں جانا،تو ہم میں سے ہی اکثر ہوتے ہیں جو اُن کے دشمن بن جاتے ہیں۔ نیکی سے روکنے والے بن جاتے ہیں۔اور زبان ہی کو استعمال کرتے ہیں، بڑی بڑی Logics دیتے ہیں۔

پھر لوگوں کی دل آزاری کرنا، جھوٹی گواہی دینا، بھڑکیں مارنا اور افواہیں پھیلانا۔ مسلمان کے دل کو تکلیف پہنچانا۔اور بعض دفعہ تو کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو فحش گوئی کرتے ہیں۔موبائل فون پر غلط اور غلیظ گفتگو کرتے ہیں۔اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں، وہ ہے سخت کلامی۔ایسے کلام کرتے ہیں کہ اگلے کا دل ٹوٹ ہی جاتا ہے۔ پھر زبان سے ہم نکتہ چینی کرتے ہیں۔ زبان ہی سے ہم لوگوں کے نام اُلٹے سیدھے پکارتے ہیں، ان کی کوئی چھیڑ رکھ لیتے ہیں۔ایسے نام سے پکارتے ہیں جو اچھا نہ ہو۔اور زبان سے ہی ہم چاپلوسی کرتے ہیں۔زبان ہی سے ہم خوشامد کرتے ہیں۔زبان ہی سے ہم چغل خوری کرتے ہیں۔زبان ہی سے ہم بے جا واویلا کرتے ہیں۔زبان ہی سے ہم حسد کا اظہار کرتے ہیں، بخل کا اظہار کرتے ہیں۔ زبان ہی سے ہم بہانہ کرتے ہیں۔ زبان ہی سے ہم مکاری والی گفتگو کرتے ہیں۔ زبان ہی سے ہم لوگوں کے راز فاش کر دیتے ہیں۔اور اپنی ہی زبان سے بغیر تحقیق کیے خبروں کو آگے پہنچاتے ہیں۔اور زبان ہی سے لوگوں کو بدنام کرتے ہیں۔اتنے گناہ ہیں جو ہم میں سے اکثر لوگ کرتے ہیں۔

حدیثِ پاک کو دوبارہ سنیں اور دل کے کانوں سے سنیں۔ ترمذی شریف میں بھی ہے اور دیگر احادیث کی کتابوں میں بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جنت میں داخلہ کن اعمال کی وجہ سے ہوگا؟ زیادہ لوگ کس وجہ سے جنت میں جائیں گے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: تقویٰ اور حُسنِ اخلاق کی وجہ سے۔ پھر پوچھا گیا کہ جہنم میں لوگ زیادہ کس وجہ سے جائیں گے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زبان اور شرم گاہ کی وجہ سے۔ (ترمذی:21/2)

یعنی زبان کا استعمال ٹھیک نہیں ہوگا اور شرم گاہ کا استعمال ٹھیک نہیں ہوگا تو اس وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

منجانب اللہ بہترین نعمت

اللہ ربّ العزّت کو اچھے اخلاق پسند ہیں اور بُرے اخلاق بالکل ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی اَحسن ہے اور تمام اَوصافِ جمیلہ کے مالک اللہ ربّ العزّت ہیں، اس لیے اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں کی بھی اچھی صفات کو پسند فرماتے ہیں۔

اُمت کو سب سے بہتر چیز کیا دی گئی ہے؟

حضرت اُسامہ بن شُریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے بہتر کیا دیا گیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔ (الترغیب للمنذری:2652)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام عطا کردہ تمام نعمتوں میں سے سب سے بہتر نعمت حسنِ اخلاق ہے۔

خوش فہمی کا مرض

ایک اور حدیث دل کے کانوں سے سُنیں۔ اگر سینوں میں دل ہے تو یقیناً فائدہ ہوگا،

اور اگر سینوں میں سِل ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! مؤمن آدمی کو سب سے زیادہ بہترین چیز کیا دی گئی؟ نبی علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا: اخلاقِ حسنہ۔(یہ سب سے بہترین نعمت دی گئی ہے) پھر پوچھا گیا کہ سب سے بدترین چیز کیا دی گئی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: دل تو سیاہ ہو،لیکن شکل اچھی ہو(کہ اپنے آپ کو دیکھے تو خوش ہو جائے)۔(بیہقی فی الشعب :235/6)

دل سیاہ، کالا ہو اور صورت اچھی ہو، اپنے آپ کو دیکھے تو خوش ہو جائے۔ اپنے آپ کو دیکھنے کا کیا مطلب؟ آج کے زمانے کے لحاظ سے موبائل فون میں دیکھے، اپنے آپ کو تصویر میں دیکھے، اپنے آپ سے خوش ہو جائے، Selfy بنائے تو خوش ہو جائے کہ میں بہت اچھا لگ رہا ہوں یا اچھی لگ رہی ہوں۔ لیکن اگر دل سیاہ ہے تو یہ اللہ ربّ العزّت کے ہاں کسی قیمت کا نہیں۔ اللہ ربّ العزّت ہمیں ایسی بات سے محفوظ فرمائے کہ دل ہمارا سیاہ ہو اور چہرہ ہمارا خوبصورت ہو آمین۔

نیک سیرت کی ضرورت ہے

اصل چیز تو نیک اعمال ہیں۔ اس کے لیے اپنے دل کو بنانے کی ضرورت ہے، دل پہ محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ یقین کیجیے! سیرت اگر اچھی ہو تو یہ صورت کے اوپر ترقی کر جاتی ہے۔ اگر کسی کی خوبصورتی اتنی نہیں تو اسے چاہیے کہ اپنی سیرت کو بنالے۔ سیرت اگر بُری ہو تو صورت کو کیا کریں؟ آنکھوں میں کیا جچے گا جو دل سے اُتر گیا۔ لوگوں کے دل میں جگہ بنانے کے لیے سیرت کو بنانا پڑتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ بدترین چیز یہ ہے کہ قلب سیاہ، لیکن صورت اچھی ہو۔ ہر قسم کا میک اَپ کر کے، ہر قسم کے اچھے کپڑے پہن کر اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر میں تو بنا لیتے ہیں لیکن اپنے دل پر محنت نہیں کر پاتے۔

گناہوں کا زائل ہونا

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: حُسنِ اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج اَولے کو پگھلا دیتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی :247/6)

برف کا چھوٹا سا ٹکڑا اگر گرمی میں رکھا ہو، دوپہر کے وقت سورج کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ پگھل جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ فرمایا کہ انسان کے اگر کچھ گناہ اس کے اعمال نامے میں ہیں، لیکن وہ اخلاق کا اچھا ہے۔ اعلیٰ اخلاق سورج کی گرمی کی طرح گناہ کو پگھلا کر رکھ دے گا۔ جس طرح سورج اَولے کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے، اسی طرح یہ حُسنِ اخلاق گناہوں کو پگھلا دیتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مزاج یہ تھا کہ ہم نیکی اور تقویٰ میں آگے سے آگے بڑھیں، جبکہ ہماری خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں خوبصورتی میں آگے ہو جاؤں، کپڑوں میں بازی لے جاؤں۔

مادّیات میں دوڑ

ایک خاتون کہنے لگی کہ جب ہم برتھ ڈے پارٹی میں شرکت کرتے ہیں، یا کسی بھی پارٹی میں تو جو بڑا گفٹ دیتا ہے اس کی عزت زیادہ ہوتی ہے۔ میرے پاس وسائل اور مال کم ہے تو چھوٹا گفٹ دیتی ہوں، بس میری وہاں قیمت کوئی نہیں ہوتی۔ لوگ مجھے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ہم سبقت کس میں لینا چاہتے ہیں؟ مادّی چیزوں میں۔ برتھ ڈے منانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ نہیں تھا۔ اسلام نے تو اس کی کوئی ترغیب نہیں دی۔ کچھ بھی بتایا نہیں گیا کہ یہ منانا ہے، بلکہ بتلایا گیا کہ یہ غیروں کا کام ہے۔ بات کرنے کا مقصد یہ

تھا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کی چیزوں میں ترقی ہو، گاڑی ہماری اچھی ہو، گھر ہمارا اچھا ہو، زیور ہمارا اچھا ہو، کپڑے ہمارے اچھے ہوں۔ ہمارے پاس اتنی گنجایش ہو کہ سب سے بڑھیا چیز دینا چاہیں تو دے سکیں تا کہ ہمارا نام ہو۔ اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیا ترتیب تھی؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے ہاں بڑا مقام پانا چاہتے تھے، اس لیے نیکیاں کرنا چاہتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے، یہاں رہنا نہیں ہے، یہ دھوکے کا گھر ہے، کوئی یہاں باقی نہ رہا ہم بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جب ہم سے پہلے والے چلے گئے تو ہم کیسے رہ سکتے ہیں، ہم نے بھی جانا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ

کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم غریب تھے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس مال نہیں ہے، غربت ہے، بس اپنی گذر بسر کر لیتے ہیں۔ نماز ہم پڑھ لیتے ہیں، روزہ ہم رکھ لیتے ہیں۔ وہ اعمال ہم کر لیتے ہیں جو بدنی ہیں، لیکن اے اللہ کے نبی! کچھ ہمارے ساتھی ایسے ہیں کہ ان کے پاس مال بہت ہے۔ جو نیکیاں ہم کرتے ہیں وہ نیکیاں وہ بھی کر لیتے ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، ہم تہجد پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں۔ سارے کام تو وہ کر لیتے ہیں، لیکن مال زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ صدقہ بھی کرتے ہیں، خیرات بھی کرتے ہیں، غریبوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔ وہ آپ کو بھی مال دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مدد کریں۔ اپنے رشتے داروں کی بھی مدد کرتے ہیں، ہمارے پاس تو مال نہیں ہے۔ چناں چہ آپ ہمیں کوئی ایسا عمل، کوئی ایسا گُر بتا دیں کہ ہم

اس عمل کو کرلیا کریں تو ہم اُن سے آگے بڑھ جائیں، ہم پیچھے نہ رہیں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمدللہ، اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، اللہ بڑے بڑے درجات عطا فرمادیں گے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ کرنا شروع کر دیا۔ اب نماز کے بعد جو غریب صحابہ پوچھنے گئے تھے، انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ جو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن کے پاس مال تھا، آخر وہ بھی تو اللہ کے محبوب بننا چاہتے تھے۔ انہوں نے غور کیا کہ آخر بات کیا ہے؟ یہ کیا پڑھتے ہیں؟ اب یہ اُن کی ٹوہ میں لگ گئے۔ آخر معلوم کرلیا کہ یہ لوگ تو نبی علیہ السلام سے بلندیٔ درجات کا ایک اعلیٰ نسخہ لے کر آئے ہیں، اس پر عمل کر رہے ہیں تاکہ قیامت کے دن آگے بڑھ جائیں، نیکیوں میں آگے بڑھ جائیں۔ ان کو جیسے ہی پتا لگا تو انہوں نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا۔ غرباء صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے پریشان ہوئے کہ یہ تو ہماری چیز تھی، ہم اپنے لیے لے کر آئے تھے کہ ہم بڑے درجات لے لیں۔ یہ تو یہاں بھی ہمارے ساتھ شریک ہوگئے، اب کیا کریں؟ یہ پھر نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ نے جو ہمیں بتایا تھا بلندیٔ درجات کا نسخہ، وہ تو ان کو بھی پتا لگ گیا ہے، اب وہ بھی کر لیتے ہیں۔ اب ہم کیا کریں؟ ہم تو پھر پیچھے رہ گئے۔ نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الجمعة:4)

ترجمہ: ''یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے''۔ (صحیح مسلم:595)

جی! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تمنائے طلب کیا تھی کہ اللہ کے محبوب بنیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بنیں، اور آخرت کے بلند سے بلند درجات حاصل کریں۔

حسنِ اخلاق سے سبقت حاصل کرو

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فقراء اور غرباء سے ارشاد فرمایا کہ وہ مال داروں پر سبقت حاصل کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم مال داروں پر اگر (مال کے زیادہ خرچ کی وجہ سے) سبقت نہ حاصل کر سکو تو تم کشادہ روئی حُسنِ اخلاق سے سبقت حاصل کر سکتے ہو۔ (مجمع الزوائد: 22/8)

مطلب یہ کہ جب مال دار اللہ کی راہ میں مال خرچ کر کے ثواب حاصل کرنے لگیں، مسجدیں بنائیں، مدارس قائم کریں، مدرسے چلائیں۔ اس طرح کے کام وہ کرنے لگیں اور تمہارے پاس مال کی گنجائش نہ ہو تو تم لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور حُسنِ اخلاق سے پیش آؤ گے تو تم ان کے مرتبے سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ حُسنِ اخلاق ایک ایسی چیز ہے کہ مال داروں کا مال خرچ کرنے سے آگے انسان کو لے جاتا ہے۔ اور آج کل کیا ہے کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کی زندگیوں کو جہنم بنا کر سجدوں میں جنت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ایسے جنت نہیں ملتی۔ میزانِ اعمال میں سب سے زیادہ وزن کن اعمال کا ہوگا؟ یہ بھی تو ہمیں پتا ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جتنے اعمال ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جب پلڑے میں اعمال تولے جائیں گے تو کس عمل کی قیمت زیادہ ہوگی؟ کس کا وزن زیادہ ہوگا؟ یہ بھی سنیے!

نیکیوں کے پلڑے میں وزنی عمل

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن

مؤمن کے پلڑے میں حُسنِ اخلاق سے بڑھ کر کوئی وزنی عمل نہیں ہوگا۔

(سنن ابی داؤد: رقم 4799)

ایک حدیث بہت جامع حدیث ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تحقیق کامیاب ہوگیا وہ شخص جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کرلیا، اور اس کے دل کو قلبِ سلیم بنا لیا، اور اس کی زبان کو سچا کرلیا، اور اس کے نفس کو مطمئن کرلیا، اور اس کے اخلاق کو ٹھیک کر دیا، اور اس کے کانوں کو سننے والا اور اس کی آنکھوں کو دیکھنے والا بنایا۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 5200)

بیعت کا فائدہ

یہاں نبی علیہ السلام نے چند باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ جو لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ بیعت کیوں کرتے ہیں؟ اللہ اللہ کرنے کا کیا مقصد؟ ذکر، مراقبہ، معمولات یہ سب کیوں ہیں؟ یہ سب اسی حدیث پر عمل کرنے کے لیے ہیں۔ ایک بات عام مشاہدے میں آئی کہ جو لوگ بیعت ہوئے اور انہوں نے معمولات کرنے شروع کیے، رابطہ رکھا، پابندی سے آتے رہے۔ تین باتیں مردوں اور عورتوں نے خود بتائیں کہ تہجد کی توفیق ملی، تنہائی پاکیزہ ہونے لگی، اور نگاہوں کی حفاظت مل گئی۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے قلب کو ایمان کے لیے خالص کرلیا، ایمان سے بھر دیا اور دوسری بات کہ اسے قلبِ سلیم عطا فرمایا یعنی اس کے دل کو گناہوں سے محفوظ کرلیا۔ جب انسان توبہ کرتا ہے تو ایمانی کیفیت بڑھ جاتی ہے، گناہ سے محفوظ ہوجاتا ہے، گناہوں کی گندگی ختم ہوجاتی ہے۔ اور انسان جب اس کے بعد اعمال پر آتا ہے تو گناہوں سے آہستہ آہستہ محفوظ ہوجاتا ہے۔ پھر جب اسے فکر لگتی ہے قیامت کی تو

اس کی زبان سے جھوٹ نکلنا بند ہوجاتا ہے۔زبان کی سچائی مل جاتی ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اس کے نفس کو مطمئن کرلیا۔اطمینانِ نفس کا کیا مطلب ہے؟ غور کریں۔

تین قسم کے نفوس

1- نفسِ اَمّارہ

2- نفسِ لوّامہ

3- نفسِ مطمئنّہ

نفسِ اَمّارہ: جو ہر قسم کی نافرمانی سے خوش ہوتا ہے اور نیکی کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی، یہ نفسِ اَمّارہ ہے۔

نفسِ لوّامہ: یہ درمیانی درجہ کا نفس ہوتا ہے جو عام لوگوں کا ہوتا ہے۔نیکی کرنے کا دل ان کا کرتا ہے،لیکن یہ گناہ کر بیٹھتے ہیں اور بعد میں افسوس کرتے ہیں کہ اوہ ہو! یہ میں کیا کر بیٹھا، یہ میں کیا کر بیٹھی۔اس کے بعد یہ توبہ کی طرف آتے ہیں اور رجوع الی اللہ کرتے ہیں۔پھر گناہ ہوجاتا ہے، پھر بے چین ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ان کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔گویا کہ یہ درمیانی کیفیت میں ہوتے ہیں۔

نفسِ مطمئنّہ: جسے عبادت سے سکون حاصل ہوتا ہے، اللہ کی یاد سے سکون ملتا ہے، اسے نفسِ مطمئنہ مل جاتا ہے۔اس کی زندگی نیکیوں بھری زندگی ہوتی ہے۔یہ بیعت کرنے کا مقصد اور بیعت کروانے کا مقصد اور اذکار کروانے کا مقصد نفسِ مطمئنہ کا حاصل کرلینا ہے تاکہ قیامت کے دن جنت میں جانا آسان ہوجائے۔

ایک شخص کا چار مرتبہ ایک ہی سوال

جب انسان بیعت ہوتا ہے اور ذکر وفکر کی زندگی گزارتا ہے، آہستہ آہستہ اس کے

اخلاق بہتر ہوجاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ دین کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حُسنِ اخلاق۔ وہ وہاں سے اُٹھے اور پھر نبی علیہ السلام کے دائیں طرف آ کے بیٹھ گئے اور پھر سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی! دین کیا ہے؟ فرمایا: حُسنِ اخلاق۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور بائیں طرف دوبارہ آئے اور تیسری مرتبہ پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حُسنِ اخلاق۔ پھر وہ وہاں سے بھی اُٹھے اور پیچھے جا کر پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! دین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا کہ کیا آپ سمجھتے نہیں دین یہ ہے کہ آپ غصہ نہ کریں۔ (احیاء علوم الدین:50/3)

نبی علیہ السلام نے سائل کے بار بار پوچھنے پر یہی فرمایا کہ حُسنِ اخلاق ہی دین ہے۔ اس سے ہمیں محسوس کرنا چاہیے کہ اخلاق کی کتنی اہمیت ہے اور اسے حاصل کرنے کی کتنی فکر کرنی چاہیے۔

جہنم کی آگ سے حفاظت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! افضل الایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حُسنِ اخلاق۔ (مجمع الزوائد:66/1)

حُسنِ اخلاق خیر کا باعث ہے، اور بد خلقی بُری شیَ ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ جہنم کی آگ کس پر حرام ہے؟ جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام ہے جو نرم زبان، نرم دل اور سخت نہیں ہے۔

(ترمذی: رقم 2488)

نیکی کی اپنی خاصیت ہے اور گناہ کی اپنی خاصیت ہے۔ جس طرح آگ کی اپنی خاصیت ہے اور پانی کی اپنی خاصیت ہے۔ اسی طرح تمام اعمال کی چاہے وہ نیکی کے

ہوں، گناہ کے ہوں، سب کی اپنی خاصیت ہے۔تو نبی علیہ السلام نے بتایا کہ حُسنِ اخلاق کی خاصیت یہ ہے کہ جہنم کی آگ چھونے کی بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں نیک اعمال کی توفیق بھی فرمائے اور اچھے اخلاق بھی عطا فرمائے۔ اس کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا سوال

ایک حدیث میں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ مکارمِ اخلاق یعنی اچھے اخلاق کو پسند فرماتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بغیر حُسنِ اخلاق کے کوئی آدمی جنت میں داخل ہو ہی نہیں سکتا۔ (شعب الایمان للبیہقی: 241/6)

اللہ اکبر! کیسی بات ارشاد فرمائی کہ اخلاق کے بغیر جنت میں داخلہ ہی نہیں۔

دو عورتوں کی حکایت

ایک روایت میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے اندر دو عورتیں تھیں۔ ایک بہت عبادت گزار، سارا دن روزہ رکھتی، رات کو تہجد پڑھتی، خوب عبادت کرتی، لیکن زبان کی بہت تیز تھی اور اپنی زبان سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتی تھی۔ (آپ نے سنا ہوگا کہ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ میں نے اس سے ایسی بات کہی ہے کہ گھر جا کر جلتی، سڑتی رہے گی۔ فرمایا کہ وہ دن بھر نیکی کرتی، رات کو تہجد پڑھتی، لیکن زبان کی بُری اور بد اخلاق تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی خیر نہیں، وہ جہنم میں جائے گی۔ ایک اور عورت کا حال بیان ہوا کہ وہ بس فرائض، واجبات پورے کر لیتی ہے۔ زیادہ تہجد، نفلوں وغیرہ کی طرف اس کی رغبت نہیں ہے۔ فرمایا کہ یہ جنت میں جائے گی۔ (مسند احمد: رقم 9673)

لوگوں کا دل دُکھاتے رہنا، لوگوں کو تکلیف پہنچاتے رہنا، اور اپنی زبان کا غلط استعمال کرنا، زبان کی یہ آفات جہنم میں لے جانے والی ہیں۔

حسنِ اخلاق اپنائیے

ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہے۔ (مسند احمد: رقم 10829)

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن تم میں سے مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور میرے قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں گے۔ (ترمذی: 22/2)

نبی علیہ السلام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکارمِ اخلاق کی تلقین کیا کرتے تھے۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ حکم دیا کرتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (مسند احمد: 22337)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ایک صحابی تھے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم خوبصورت ہو (حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس اُمت کا یوسف کہا گیا ہے، بہت خوبصورت تھے) نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب خدا نے تمہیں ظاہری حُسن سے نوازا ہے، اب تمہیں چاہیے کہ تم اخلاق کے اعتبار سے بھی اچھے ہو جاؤ۔

(شمائلِ کبریٰ: 527/1)

جب اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں اور بات کھل کر بھی سامنے آ گئی، اب ہم اپنے اخلاق کو بہتر کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں کہ اللہ تعالیٰ! ہمیں یہ نعمت عطا فرما دیجیے۔ یقیناً جس کے ساتھ اللہ رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں اچھے اخلاق اُسی کو

عطا فرماتے ہیں۔ بداخلاقی سے ہم توبہ کریں، نیکی تقویٰ کی زندگی گزاریں۔ لوگوں کے دل دُکھانا اور لوگوں کے دل جلا دینا اس سے ہم اپنے آپ کو بچائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ فرمادیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

روزمرہ کی چار سنتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (النسآء:64)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اتباعِ سنت کی کسوٹی

اللہ ربّ العزّت قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النسآء:64)

ترجمہ: ''ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

دیکھیں! آج ہم لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمیں حضورِ پاک ﷺ سے محبت ہے۔ محبت ایک چھپی ہوئی چیز ہے، مخفی چیز ہے، یہ نظر نہیں آتی۔ یہ نظر کیسے آئے گی؟ آثار اور علامات سے اس کا اندازہ ہوگا۔ دیکھا جائے گا کہ جس کو جس سے محبت ہے اُس کے ساتھ اس کا رابطہ اور تعلق کتنا ہے۔ جو لوگ بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں تو اُن کو اتباعِ سنت کی کسوٹی پر دیکھ لیا جائے، سب سچا اور جھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جتنا اپنی محبت میں سچا ہوگا اُتنا حضور پاک ﷺ کی اتباع میں آگے بڑھا ہوگا۔ ایک ایک سنت کو شوق سے تلاش کرنا اور اس کو عمل میں لانا یہ سعادت کی بات ہے۔ دونوں جہانوں کی سعادت ہے۔

اتباعِ سنت کی فضیلت

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص سنتوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (دارقطنی)

مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اہتمام اور پابندی کے ساتھ عمل کرے۔ کبھی کیا اور کبھی نہ کیا، ایسا نہیں ہے۔ اہتمام بھی ہو، پابندی بھی ہو اور شوق کے ساتھ عمل کرے۔ دوسرا مطلب اس میں یہ ہے کہ جستجو اور تلاش کر کے اپنی زندگی میں سنتوں کو لے آئے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنا

اللہ کا شکر ہے! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ گلدستہ سنت کے بیانات چل رہے ہیں، اور ہم جستجو میں ہیں کہ ہمیں سنتوں کا علم ہو جائے۔ اور جہاں تک ہمارے لیے ممکن ہو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو سیکھیں اور اسے اپنائیں۔ یاد رکھیں! آج یہ موقع ہے۔ مرنے کے بعد، قبر میں جانے کے بعد یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آج جو انسان اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں ڈھال لے گا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اگر جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چاہتے ہیں تو دنیا میں سنتوں کو محبت کے ساتھ اپنا لیجیے۔ جب یہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا، مہلت نکل جائے گی پھر افسوس ہوگا۔

جمعہ کی مبارک باد دینا خلافِ سنت ہے

جمعہ کے دن کے بارے میں ایک بات اور بھی کرنی ہے۔ آج کل ایک نیا Trend نکلا ہوا ہے۔ آج صبح بھی مجھے کئی میسیجز آئے کہ جمعہ مبارک ہو۔ میں نے مفتی حضرات سے رابطہ کیا تو یہ بات معلوم ہوئی۔ آپ بھی مفتی صاحبان سے معلوم کر سکتے ہیں، اور اس میں کوئی غلطی ہو یا بہتری ہو تو مجھے بھی ضرور بتائیں۔ جمعہ یقیناً برکت والا دن ہے، مبارک دن ہے۔ لیکن یہ مبارک دن اس کے لیے ہے جو اس دن کو سنت کے مطابق بنائے۔ مثلاً درود شریف کی کثرت، نمازِ جمعہ کے لیے جلدی جانا، سورۃ الکہف کی تلاوت کرنا اور سنت کے مطابق لباس پہننا، عصر سے مغرب تک دعاؤں میں لگے رہنا۔ یہ جمعہ کے دن کے احکامات ہیں، جو اس پہ لگا ہوا ہے اس کے لیے تو مبارک ہے۔ لیکن

اگر کوئی جمعہ کی نماز ہی نہیں پڑھ رہا، یا اخیر وقت میں جا رہا ہے، سارا دن ٹی وی دیکھنے میں گزار دیا، گانے سننے میں گزار دیا، گپوں میں گزار دیا تو بتلایئے کہ اس نے جمعہ کی برکتوں سے کیا حصہ پایا؟ قرآن مجید مبارک کتاب ہے۔ گھر میں رکھا ہے، مگر مہینوں نہیں کھولا۔ بتلایئے کہ اس کی برکتوں سے کیا حصہ ملے گا؟ ایسے ہی جمعہ ایک مبارک دن ضرور ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ دنوں کا سردار ہے، لیکن یہ مبارک اس کے لیے ہوگا جو اس کی برکتوں کو لینے والا ہو۔

اب جہاں تک جمعہ مبارک کے پیغامات کی بات ہے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کرتے تھے۔ جمعہ اُن کی زندگی میں بھی آتا تھا، مگر ان پیغامات کا اُن سے ثبوت نہیں ملتا۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ جمعہ کی مبارک دینے کی روایت تو نہیں ہے، البتہ آخرت کی یاد دلانا، سورۂ عصر پڑھ کر سنانا یہ ان کے تذکرے ہوا کرتے تھے۔ اور یہ جمعہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہ تو اُن کا عام معمول تھا۔ لہٰذا جمعہ مبارک کہنا خلافِ سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ثواب سنت پر عمل کرنے پر ہے، اپنے شوق پر، یا اپنے خیال پر عمل کرنے پر نہیں ہے۔

تکیہ استعمال کرنا

لباس سے متعلق جو احکامات تھے، اُن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اب تکیے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک تکیہ استعمال کرتا ہی ہے۔ اس کا استعمال سنت ہے بشرطیکہ ہم تکیے کو سنت سمجھ کر استعمال کریں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب تھا۔ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکیے سے دائیں جانب ٹیک

لگا لیتے اور کبھی بائیں جانب۔ (ترمذی: صفحہ 101)

ٹیک لگانے کی دونوں صورتیں (دائیں/بائیں) جائز ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

(شعب الایمان: صفحہ 195)

یعنی کوئی اپنے گھر میں تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے تو اس میں اتباعِ سنت کی نیت کر لے، اسے سنت کا ثواب مل جائے گا ان شاء اللہ۔

تین چیزوں سے انکار نہیں کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین چیزوں سے انکار نہیں کیا جاتا:

1 تکیہ 2 تیل 3 دودھ۔ (ترمذی: رقم 2785)

اگر آپ کہیں مہمان بن کر جائیں اور کسی ساتھی نے آپ کو تکیہ پیش کر دیا تو اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بعض علماء نے تیل سے مراد خوشبو لی ہے۔ بہرحال یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو بہت Common ہیں۔ اگر کوئی کسی کو دے رہا ہو تو اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اور ذرا بات کو کھولیں تو یہاں دودھ کا ذکر آتا ہے، چائے اور پیپسی کا ذکر نہیں آتا۔ ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ جب بھی ہمارے ہاں مہمان آئیں ہم اپنے گھروں میں اس رواج کو شروع کریں، یعنی انہیں دودھ پیش کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ پیتے تھے اور بہت شوق سے پیتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہ چیز بہت رائج تھی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کا اپنے بچوں کو عادی بنائیں۔ گھروں

میں اس کا اہتمام کریں۔ آج کل کی چیزوں میں کیمیکلز ہوتے ہیں اور نہ جانے کیا کچھ!!!
دودھ کی برکت سے اتباعِ سنت بھی نصیب ہوگی اور صحت بھی ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکیوں کی کیفیت

نبی ﷺ نے مختلف قسم کے تکیے استعمال فرمائے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بالوں والے تکیے پر ٹیک لگائی تھی جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (مسند احمد: 373/3)

جیسے اگر چمڑے کا تکیہ ہوتا تو اس پر سے جانور کے بالوں کو صاف کر لیا جاتا تھا۔

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس پر آپ آرام فرماتے، اس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (صحیح مسلم: 193/1)

عرب میں کھجور کی چھال آسانی سے مل جاتی تھی اور کم قیمت بھی ہوتی تھی۔ اگر کسی کو اللہ توفیق دے تو ایک لیدر کا تکیہ بنائے۔ لوگ لیدر کی جیکٹ تو بڑے شوق سے پہنتے ہیں، پرس بھی لے آتے ہیں، جوتے بھی لیدر کے پہننے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو بھئی! اگر لیدر کا تکیہ بھی ہم بنالیں گے اتباعِ سنت کی نیت سے تو یقیناً اس کا اجر ہمیں ضرور ملے گا۔
حضورِ پاک ﷺ نے اپنی بیٹی کو بھی رخصتی کے وقت تکیہ دیا تھا اللہ اکبر!

بیٹی کی رخصتی کا سامان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چمڑے کا دیا تھا۔

(ترمذی: صفحہ 101)

بیٹیوں کی رخصتی کے وقت سامان دیتے ہیں، اگر ایک چمڑے کا تکیہ بھی اتباعِ سنت

کی نیت سے رکھ دیں، اس کو ذرا اچھا سا بنالیں، عمدہ غلاف چڑھالیں تو بہت بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے تو چمڑے کا تکیہ دیا تھا جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

اب یہاں ایک بات سمجھ لیجیے! حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما دونوں دامادِ رسول ﷺ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں جو تکیہ دیا تھا وہ چمڑے کا تھا اور اس کا بھراؤ اذخر گھاس سے تھا، کھجور کی چھال سے بھی نہیں تھا۔ یعنی رخصتی میں بیٹی کو خود سے ضرورت کے درجے میں چیز دی ہے۔ بیٹی کو یہ نہیں کہا کہ تم نے دنیا کی عیش وآرام میں پڑنا ہے۔ آج کل تو بیٹیاں بھی اور مائیں بھی اور خود سُسرال والے بھی جہیز کی بڑی بڑی Demand کرتے ہیں۔

دیکھیں! ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی والد اپنی خوشی سے، اپنی استطاعت سے کوئی چیز اپنی بیٹی کو دے دے پھر تو جواز بنتا ہے، لیکن اگر لڑکے والے جیسے کہ دولہا والے ڈیمانڈ کریں کہ ہمیں یہ چاہیے اور وہ چاہیے، تو اُن کے لیے یہ مانگنا شرعاً جائز نہیں گناہ ہوگا۔ آج ہم میں سے ہر آدمی اس فکر میں تو ہے کہ حرام غذا کے بارے میں پتا لگے کیوں کہ حلال بسکٹ کھانا ہے، حلال چاکلیٹ کھانی ہے۔ چیزیں حلال کھانی ہیں تو کمائی بھی تو حلال ہو۔ آج کل حلال کمائی کا خیال نہیں رکھا جا رہا۔ اب جہیز کا مطالبہ کرنا کس نے کہہ دیا کہ حلال ہے؟ اسی طرح بہنوں کو حصہ نہ دینا، عورتوں کو حصہ نہ دینا، یہ بھی تو حلال نہیں ہے۔ ہم ہر چیز کو سنت کی طرف لانے کی کوشش کریں۔

نبی ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی کے لیے اگر چاہتے تو اللہ سے دعا کرتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے تکیے لا سکتے تھے۔ دنیا بھر کا جہیز نبی ﷺ دے سکتے تھے، لیکن نبی کریم ﷺ نے جو کچھ اپنی بیٹی کو دیا وہ اُن کی ضرورت کے تحت دیا۔

اب اگر باپ محبت سے، ضرورت کے مطابق کوئی چیز دے تو بہت مناسب ہے، لیکن اُس کے اندر دکھاوا کہ جی آج سب کو بلانا ہے، سب کو دکھلانا ہے کہ میں اپنی بیٹی کو کیا کچھ دے رہا ہوں تو یہ سب ریاکاری ہے۔ اور اس ریاکاری کی وجہ سے باپ کو لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بھی گناہ ہوتا ہے۔ بچی کو بھی چاہیے کہ ضرورت کی چیز سے زیادہ نہ مانگے۔ باپ کو بھی چاہیے کہ ضرورت کی چیزوں کا اہتمام کرے۔ بعض لوگ ٹی وی دے دیتے ہیں کہ یہ ضرورت کی چیز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ! ٹی وی دینے کا مطلب تو گناہ کا راستہ کھولنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سُسرال والوں کو ڈیمانڈ کرنا، مانگنا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں جائز نہیں ہے۔

دنیا ایک گزرگاہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو تکیہ دیا تھا اس کے اندر روئی نہیں بھروائی، سادہ اذخر نامی گھاس بھروادی۔ اس میں اُمت کے لیے پیغام ہے کہ دنیا ایک گزرگاہ ہے۔ اس پیغام کے ساتھ بیٹی کو رخصت کیا۔ عمدہ اور قیمتی سامان تو آخرت کے بعد والی زندگی میں ملے گا۔ جتنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دن رات خود کو تھکایا ہوگا، اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے سے ویسا معاملہ فرمائیں گے اور اسے اَبدی راحتیں، چین وسکون عطا فرمائیں گے۔

عمومی حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھنا

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت بھی تکیے کا استعمال فرمایا اور آرام کے وقت بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے (غالباً اس دن اُن کی باری تھی)،

پھر اپنے سر مبارک کو تکیے کی لمبائی والی جگہ پر رکھ کر آرام فرمایا۔
(فتح المنعم: 3/547)

یعنی سوتے وقت سر کے نیچے تکیہ رکھنا بھی سنت ہے، اور بیٹھتے ہوئے تکیے سے ٹیک لگا لینا بھی سنت ہے۔ اب یہ کام تو ہم کرتے ہی ہیں، اگر اس کو کرتے ہوئے اتباع سنت کا خیال کریں گے تو ثواب ملنا شروع ہو جائے گا۔

مجلس میں ٹیک لگا کر بیٹھنا

شہاب بن عباد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبد القیس قبیلے کا وفد آیا۔ میں نے اس وفد کے بعض حاضرین سے سنا کہ جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے مجلس میں تشریف فرما تھے، بات چیت ہوتی رہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی طرح ٹیک لگائے بیٹھے رہے۔ (مسند احمد)

یہاں سے علماء نے لکھا کہ کوئی بڑے عالم ہوں یا شیخ ہوں جن کے متبعین ہوں، اُن کے لیے گنجائش ہے کہ وہ اپنی مجلس میں ٹیک لگا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس بات کا بے حد خیال رکھے کہ تکبر اور دکھلاوا نہیں ہونا چاہیے۔

مہمان کو تکیہ پیش کرنا

الحمدللہ! کبھی گھر میں مہمان بھی آتے ہیں۔ ہم اکرام میں بہت ساری چیزیں پیش کرتے ہیں اور تکیہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کل رات ایک جگہ جانا ہوا تو انہوں نے تکیہ پیش کیا۔ مہمان کو تکیہ پیش کرنا ایک رواج ہے، لیکن سنت کیا ہے؟ اگر یہ معلوم ہو جائے، اور تکیہ پیش کرنے کا اجر کیا ہے؟ یہ معلوم ہو جائے تو بس معمولی عمل پر بہت نیکیاں کمائی جا سکتی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔

اس وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تکیے کا سہارا لیے بیٹھے تھے۔ جب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تکیہ اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تکیے کو جب دیکھا تو کہا:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ.

ترجمہ: ''اللہ بہت بڑا ہے، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا''۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا تو تڑپ اُٹھے۔ کہا کہ اے ابو عبداللہ! مجھے اپنے حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو سناؤ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیے کا سہارا لیے تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تکیہ میری طرف کر دیا اور فرمایا کہ اے سلمان! جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے پاس آئے اور میزبان اُس کے اِکرام میں تکیہ پیش کرے تو اُس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (کتاب الاخلاق للطّبرانی: رقم 151)

سبحان اللہ! اللہ ربّ العزّت تکیہ پیش کرنے والے کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

چادر کا تکیہ بنانا

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تکیہ پاس نہیں ہے اور چادر ہے۔ اب ضرورت کی وجہ سے چادر یا کوئی بھی چیز کمبل وغیرہ کو بطورِ تکیہ استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قبیلہ مراد کے ایک صحابی حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لال دھاری دار چادر کا تکیہ بنائے ہوئے اس سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اصل تکیہ موجود نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز موجود تھی اُس کا تکیہ بنا کر استعمال کر لیا۔

اسی طرح حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سیرۃ: 214/2)

یہاں سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ جو چیز موجود ہے اُس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ بنالیا۔

دوسری بات بڑی پیاری ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں بڑی محبت سے، کثرت سے، شوق سے بیٹھتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد، دادا اور دیگر سردارانِ قریش کی مجلسیں بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ تو یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں بیٹھتے تھے۔

رِقّت آمیز باتیں

اب اگر کوئی آدمی حج کے لیے یا عمرہ کے لیے جائے تو کیا کرے؟ یہ دل کی بات ہے جو اللہ نے دل میں ڈالی۔ انسان وہاں جائے تو کچھ وقت کعبہ شریف کے سائے میں چلا جائے۔ خواہ ایک منٹ کے لیے چلا جائے، آدھے منٹ کے لیے چلا جائے، طواف کے دوران جائے یا طواف کے علاوہ جائے۔ بس سنت کی نیت کرلے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں آتے تھے۔ اور ساتھ میں اللہ سے مانگے کہ اے اللہ! اس دنیا کے اندر سب سے زیادہ معزّز و مکرّم اور محترم سایہ تیرے اس گھر (بیت اللہ) کا ہے۔ اللہ! آپ نے میرے گناہوں کے باوجود اپنی رحمت سے اس دنیا میں مجھے اپنے گھر کا سایہ عطا کر دیا۔ اللہ! قیامت کے دن تیرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اپنی رحمت سے مجھے وہ سایہ بھی عطا کر دینا۔

اور یہ دعا بھی مانگ لے کہ اے اللہ! باوجود آپ نے میرے گناہوں کے، میری غلطیوں کے مجھے اپنے گھر کا دیدار کروایا۔ اللہ! جب آپ نے مجھے اپنے گھر کا دیدار اس دنیا میں کرواہی دیا، اللہ! قیامت کے دن بھی میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں، اس روز بھی مجھے اپنا دیدار کروا دینا۔ یہ چند دعائیں ہیں جو اللہ سے مانگی جاسکتی ہیں۔

بہر حال اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تکیہ ہوتا تو اس سے ٹیک لگاتے، تکیہ نہ ہوتا تو جو چیز بھی موجود ہوتی اُسے تکیہ بنا کر ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔

تکلیف کی وجہ سے سہارا لینا

ایک اور بھی کتنی عجیب بات لکھی ہے کہ بعض اوقات انسان تکلیف کی وجہ سے کسی کا سہارا لے کر چلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار کے عالَم میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سہارے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔ (شمائل: صفحہ 10)

کوئی بیمار ہو جسے سہارے کی ضرورت ہے اور وہ سہارا لیتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی نیت کر سکتا ہے۔ اور جو سہارا بن رہا ہے تو وہ سہارا دینے کی نیت کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف اور نقاہت کی وجہ سے تنہا چلنے سے قاصر تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا سہارا لیا۔ عذر کی وجہ سے، بیماری یا تکلیف کی وجہ سے سہارا لیا جاسکتا ہے۔

رات میں سُرمہ لگانا

اس کے بعد اگلے موضوع سے متعلق بات کرتے ہیں، وہ ہے سُرمہ لگانا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سونے سے پہلے، بستر

پر جانے سے قبل (اثمد) سُرمہ تین تین مرتبہ ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔ (شمائل: صفحہ 5)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سُرمہ دانی تھی جس سے رات میں آپ ﷺ سونے سے پہلے تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔ (مجمع: 5/99)

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ سرمہ رات کو سونے سے پہلے لگانا سنت ہے۔ صبح کے وقت لگانا سنت نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ Reason کیا ہے؟ سُرمہ رات کو کیوں لگایا جاتا ہے؟ علماء نے فرماتے ہیں کہ سُرمہ آنکھ کی حفاظت کے لیے ہے، یہ آرائش کے لیے نہیں ہے۔ چوں کہ یہ حفاظت کے لیے ہے، اس وجہ سے رات کو لگانا سنت ہے۔

طاق عدد کا لحاظ رکھنا

سرمہ کے بارے میں ایک اور چیز یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی سُرمہ لگائے وہ طاق عدد میں لگائے، ایسا کرے تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں''۔ (مشکوۃ شریف)

نبی ﷺ جب سُرمہ لگاتے تو لگانے کے دو انداز منقول ہیں:

ایک یہ کہ دائیں آنکھ میں تین سلائیاں لگائیں، اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں لگائیں۔ (سنن نسائی: رقم 5113)

دوسرا یہ کہ بائیں آنکھ میں بھی تین سلائیاں لگائیں تو دونوں آنکھوں میں طاق عدد پورا ہوگیا۔ (سنن ترمذی: رقم 1757)

یعنی کبھی آپ ﷺ ایسا فرماتے کہ دائیں آنکھ میں تین دفعہ سُرمہ لگاتے تو یہ طاق پورا ہوگیا اور بائیں آنکھ میں دو دفعہ لگاتے، اس طرح تین اور دو کو ملا کر کتنا ہوگیا؟ پانچ۔ تو یہ جمع کے اندر طاق عدد پورا ہوگیا۔ واضح رہے کہ طاق عدد میں لگانا بہتر ہے، ورنہ اگر کسی

نے اپنی طرف سے کم زیادہ لگا لیا تو کوئی حرج نہیں۔

طاق عدد کی پسندیدگی

حدیث شریف میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا:

إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ. (متفق علیه)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ طاق ہیں اور طاق کو پسند فرماتے ہیں''۔

ایک، تین، پانچ، سات، نو، گیارہ یہ اَعداد طاق کہلاتے ہیں۔ اس مقدار کے مطابق ہم اپنی زندگی کے کاموں کو لانے کی کوشش کریں۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے، اس کے لیے انسان اپنے آپ کو تکلیف اور مشقت میں نہ ڈالے، لیکن محبت کی بات یہ ہے کہ جو بات اللہ کو پسند ہے وہ کریں۔ کتنی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیٹیاں کوئی کام نہیں کرتیں حالانکہ وہ جائز ہوتا ہے۔ پوچھا جائے تو کہتی ہیں کہ میرے ابو کو اچھا نہیں لگتا۔ اور کچھ کام اپنے طور سے کرتی ہیں کہ ابو کو اچھا لگتا ہے۔ اسی طرح بیٹے بھی کرتے ہیں۔ تو جب ہم اپنے ماں باپ کے لیے ایسے عمل کر لیتے ہیں، یا بیوی اپنے خاوند کے لیے کر لیتی ہے تو اللہ کے لیے کرنے میں کتنی نسبت بڑھ جائے گی۔ آج سے ہم یہ کوشش کریں کہ اپنے کاموں کو طاق اَعداد میں کرنے کی کوشش کریں۔ اب اس کی چند مثالیں لے لیجیے۔

مثال کے طور پر سودا لینا ہے، پانچ کلو لکھ دیں۔ کوئی چیز جیسے چاول منگوانے ہیں تو بجائے چار کلو کے تین کلو لکھ دیں یا پانچ کلو لکھ دیں۔ طاق عدد کے اندر رکھنے کی کوشش کریں۔ اچھا اگر کوئی ایسی چیز ہے جو چار ہی لینی ہے، اس کو طاق میں کیسے کریں گے؟ تین کلو ایک دفعہ لے لیں اور ایک کلو ایک دفعہ لے لیں، چاہے دو منٹ بعد ہی لے لیں۔ دکان دار سے کہیں کہ 3 کلو الگ پیک کر دو، ایک کلو الگ پیک کر دو۔ اس

طرح بھی طاق ہوگیا۔

اگر مثال کے طور پر Ac گھر میں ہے، اُسے 26 پر رکھتے ہیں تو 25 پر رکھ لیں، طاق عدد میں آ گیا۔ 21 پر رکھ لیں وغیرہ۔ کپڑے سلوانے ہیں بجائے چار کے تین سلوالیں، دو کے بجائے ایک سلوالیں۔ الغرض تمام چیزوں میں اگر ہم اس کا اہتمام کرنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً اس کی برکتیں ہمیں ملیں گی۔ اور جب نیت ہماری یہ ہوگی کہ میرے اللہ کو پسند ہے تو یقیناً اس کا فائدہ ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامانِ سفر

سفر میں سُرمہ اور سُرمہ دانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پانچ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ رکھتے تھے، سفر میں بھی اور حضر میں بھی: 1 آئینہ 2 سُرمہ دانی 3 کنگھی 4 تیل 5 مسواک۔ یہ پانچ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہوتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

ایک روایت میں قینچی کا بھی ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں کمر وغیرہ کھجانے کے لیے خاص لکڑی کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں پیش آنے والی چیزوں کو ساتھ رکھنا مسنون عمل ہے۔ اس سے آدمی خود بھی تکلیف سے بچتا ہے اور دوسروں سے مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی تو ان کو بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

اس کے بعد کچھ بات انگوٹھی سے متعلق عرض کرتے ہیں۔ انگوٹھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنی ہے۔ اب ہمارے لیے اس میں کیا حکم ہے؟ چند باتیں سُن لیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اُس پر تین

سطروں میں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' نقش کروایا۔ (صحیح بخاری: رقم3106)

ایک حدیث میں ہے کہ آقا ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اُس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

(صحیح بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی مختلف انگوٹھیاں تھی یعنی ایک چاندی کی بھی تھی جس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا، اور ایک چاندی کی تھی اور جس کا نگینہ حبشی تھا۔ (نسائی:277/2)

علماء نے لکھا ہے کہ حبشی نگینے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ پتھر ایسا ہو جو حبشہ سے آیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو بنانے والا حبشی ہو۔ بہر حال چاندی کی انگوٹھی تھی۔

ایک ممانعت

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انگوٹھی پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' نقش کروانے سے منع فرمایا تھا۔ اُس کی وجہ کیا تھی؟ آپ ﷺ جو خطوط بادشاہوں کو بھیجتے یا سرداروں کو بھیجتے، اسی انگوٹھی سے اس پر مہر ثبت فرماتے تھے۔ اس لیے کہیں اشتباہ نہ ہوجائے۔ صحابہ تو کمالِ اتباع والے تھے، ایک ایک چیز میں آپ ﷺ کی اتباع کیا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے انگوٹھی جو پہنی وہ اس وجہ سے کہ جب غیر عرب بادشاہوں مثلاً قیصرِ روم، شاہِ ایران کسریٰ اور دیگر عجمی بادشاہوں کو دعوت اِلی اللہ کے لیے خطوط لکھنے کا ارادہ کیا اور انہیں لکھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں، اسلام کو قبول کرو سلامتی پاؤ گے۔ نبی ﷺ کو بتلایا گیا کہ عجمی بادشاہ کسی ایسے خط کو قبول نہیں کرتے جس پر مہر نہ ہو۔ اس وجہ سے نبی ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

اللہِ" نقش کروایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا اُس کی چمک میں آج بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں جو انگوٹھی ہے وہ چمک رہی ہے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 4226)

انگوٹھی پہننے کے آداب

سوال یہ ہے کہ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا سنت ہے؟ دونوں باتیں ہیں، بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں یا دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں۔ دونوں کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔ اسی طرح پیتل، اسٹیل، لوہے کی انگوٹھی کے بارے میں بات سن لیجیے جیسے کہ آج کل آ رہی ہے۔ جیولری ایک تو سونا اور چاندی کی ہوتی ہے، اور دوسری دھات کی بھی ہوتی ہیں۔ اس بارے میں ذرا عورتیں خاص طور سے اس مسئلے کو سمجھیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا بات ہے کہ میں بت کی بوتم میں پاتا ہوں۔ چناں چہ اس نے اسے پھینک دیا۔ اس کے بعد دوبارہ آیا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ (ابوداؤد: صفحہ 580)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک دفعہ سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو کراہت محسوس کی۔ انہوں نے ہاتھ سے نکال دی اور لوہے کی انگوٹھی پہنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو اور بھی بُری ہے''۔ چناں چہ انہوں نے اُسے بھی اُتار ڈالا اور پھر چاندی کی پہنی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ (عمدۃ القاری: 32/22)

علماء نے لکھا ہے کہ چاندی کے علاوہ کوئی اور انگوٹھی پہننا مردوں کے لیے منع ہے۔ اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی بھی مکروہ ہے کہ وہ دوزخیوں کا زیور ہے۔ بعض لوگ اسٹیل کی

Ring پہن لیتے ہیں تو یہ بتایا کہ یہ اہلِ جہنم کا زیور ہے، اس کو مت پہنو۔

انگوٹھی پر نقش کروانا

بعض صحابہ نے انگوٹھیاں پہنی ہیں، اور اس پر مختلف کلمات نقش بھی کروائے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر الحمدللہ لکھا ہوا تھا۔ اگر اللہ سبحانہٗ کا نام لکھا ہو اور بیت الخلاء جانا ہے تو انگوٹھی اتار کر جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اُتار دیا کرتے تھے۔ (نسائی: 289/2)

ایک اور بات اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر انگوٹھی پر کچھ لکھا ہوا ہے تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے، کیوں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوتا تھا۔ یہ اسمِ جلالہ کا احترام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا۔

سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت

سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے حرام ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ: صفحہ 256)

انگوٹھی کا عجیب واقعہ

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگوٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور وہ اسے استعمال فرماتے رہے۔ اُن کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ جب وہ بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آگیا تو وہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آگئی۔ چھ سال تک اُن

کے پاس رہی۔ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیرِ اَریس (کنویں کا نام) جو مسجد قبا کے مغربی جانب بالکل قریب ہی تھا، وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور محبت سے انگوٹھی کبھی پہن رہے تھے اور کبھی اُتار رہے تھے کہ اسی دوران وہ انگوٹھی ہاتھ سے گری اور کنویں میں چلی گئی۔(بیرِ اَریس مسجدِ قبا کے پاس کنواں تھا، اب نہیں ہے شاید مسجد کی حدود میں شامل ہوگیا ہے) بہر حال بہت تلاش کیا مگر نہیں ملی۔تین دن تک مسلسل تلاش کیا گیا، سارا پانی نکال لیا گیا مگر نہیں ملی۔(بخاری:رقم 5879)

انگوٹھی کیوں تلاش کروائی؟

سوال یہ ہے کہ تین دن تک انگوٹھی کو تلاش کیوں کیا گیا؟ اس کے لیے اتنے خرچے کیے گئے۔اتنے خرچے میں تو نئی انگوٹھی بن سکتی تھی۔سارا کنواں پانی سے خالی کرا گیا۔ راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تین دن تک امیر المؤمنین کے ساتھ اس کنویں پر آ کر انگوٹھی کو تلاش کیا، مگر نہیں ملی۔فتح الباری شرح صحیح البخاری میں مذکورہ حدیث کی شرح میں ہے کہ یہ صرف اس لیے تھا کہ وہ برکت والی انگوٹھی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار تھی، اگر یہ بات نہ ہوتی تو اپنی انگوٹھی کے لیے یہ سب نہ کرتے۔ چناں چہ علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کی برکات بہت زیادہ تھیں۔جب تک یہ انگوٹھی موجود رہی اُمت کے اندر کوئی فتنہ کھڑا نہیں ہوا، اگر کھڑا ہوا بھی تو وقتی طور پر پھر ختم ہوگیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی چھ سال بہت عمدہ چلے، جب یہ انگوٹھی گری تو اگلے چھ سال زمانہ خلافت میں فتنے کھڑے ہوگئے اور خوارج کا فتنہ ظاہر ہوگیا یہاں تک کہ اس فتنے میں خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔(فتح الباری: 13/375)

بہر حال اس واقعہ سے ایک بات یہ ملتی ہے کہ جو بڑوں کی یادگار چیزیں ہیں، اُنہیں

برکت کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ مذکورہ واقعے سے اس کی گنجائش نکلتی ہے۔

اس کے بعد ایک بہت ہی اہم موضوع شروع ہو رہا ہے اور وہ ہے حضور پاک ﷺ کے مبارک بالوں کی کیفیت۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کیسے ہوتے تھے؟ اس کے بارے میں بھی چند باتیں ملاحظہ فرمالیں۔

کفار سے مشابہت پر وعید

حدیث مبارک میں آتا ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (سنن أبي داود: رقم 3512)

ترجمہ: ''جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا، قیامت کے دن اُنہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا''۔

اب آج کل ہم اپنے بال کس طرح رکھتے ہیں؟ عجیب عجیب بال ہوگئے ہیں۔ کھڑے ہوئے بال اور پتا نہیں کون کون سے بال رکھتے ہیں، حالاں کہ اس طرح کے بال جن کی نسبت سے رکھ رہے ہیں، اگر حدیث کو سامنے رکھیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ انگریزوں کی طرح بال رکھنے پر قیامت کے دن اُنہی کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے۔ اور صرف بالوں کو انگریز اور کفار کے طریقے پر رکھنے کی وجہ سے ہم قیامت کے دن نبی ﷺ سے دور ہو جائیں۔ یہ بہت ہی غور کرنے کی باتیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے بال مبارک

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے یعنی آدھے کانوں تک۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کان کی لَو تک ہوتے تھے۔

ایک حدیث میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بال بہت زیادہ یعنی کثرت سے تھے اور بہت زیادہ خوش نما تھے۔ (صحیح بخاری: 768/1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارکہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بڑے سر والے اور بڑی آنکھوں والے تھے۔ (مسند احمد: 101,89/1)

علماء نے فرمایا کہ جب نبی ﷺ بال تراش لیتے تو کان کی لَو تک ہوتے تھے، اور جب چھوڑ دیتے تو گردن تک آجاتے تھے۔ جس صحابی رضی اللہ عنہ نے جس طرح دیکھا اُسی طرح روایت فرمادی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو حضرات پٹے رکھتے ہیں، اُن کو بالوں کی مسنون مقدار رکھنی ضروری ہے:

1. کان کی لَو
2. کان کے قریب
3. کندھے سے قریب، لیکن اس سے نیچے نہ آئیں۔

کندھے سے نیچے آجانا یہ نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک بہت کرلی (گھنگریالے) دارنہ تھے۔ ان میں ہلکا سا گھنگریالہ پن تھا اور پیچیدار تھے۔ نبی ﷺ کی عادتِ طیبہ بال رکھنے کی تھی، حلق کرانے کی نہیں تھی۔

بال منڈوانا

ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں ذکر فرمایا ہے کہ نبی ﷺ صرف حج اور عمرے کے موقع پر حلق کروایا کرتے تھے۔ حلق جس کو ہم گنجا ہونا کہتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے صرف چار مرتبہ حلق کروایا یعنی سر منڈوایا جس کو گنجا ہونا کہتے ہیں:

1 حدیبیہ کے موقع پر جب احرام باندھ کر گئے تھے، اور کفارِ قریش نے عمرہ نہیں کرنے دیا۔ چناں چہ اللہ کے حکم سے جانور قربان کر کے حلق کروایا اور احرام کھول دیا تھا۔

2 عمرۃ القضاء کے موقع پر۔

3 جعرانہ مقام سے آپ ﷺ نے اِحرام باندھا اور عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور حلق کروایا۔

4 حج کے موقع پر حلق کروایا۔

اس کے علاوہ میں نبی ﷺ سے سر منڈوانا ثابت نہیں ہے۔ اور عام طور سے یہی عادت صحابہ رضی اللہ عنہم کی رہی اور یہی عادت تابعین کی بھی رہی۔

بالوں کا خیال رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ. (سنن أبي داود: رقم 3632)

ترجمہ: ”جسے اللہ تعالیٰ بال عطا فرمائے، اسے چاہیے کہ اپنے بالوں کا اِکرام کرے“۔

ابتدا میں نبی ﷺ بالوں سے مانگ نکالا کرتے تھے، بعد میں اگر خود سے نکل جاتی تو رہنے دیتے، نہ نکلتی تو اپنی حالت پر درست کر کے چھوڑ دیتے، زبردستی نہ نکالتے تھے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی مبارک پر کوئی نظر ڈالتا تو بالکل Center سے مانگ نکلی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ (شرح السنۃ للبغوی: رقم 3705)

تو درمیان سے مانگ نکال سکتے ہیں، لیکن دائیں طرف سے، اور بائیں طرف سے مانگ نکالنا یہ خلافِ سنت ہے۔

بال کیسے منڈوائے جائیں؟

اگر انسان عمرہ کرنے کے بعد حلق کروائے تو اُس کے بارے میں سنت کیا ہے؟ مرد حضرات نظر ڈال لیں کہ الحمدللہ! حج پر جاتے ہیں، عمرہ پر جاتے ہیں۔ اب یہ کیسے کروانا ہے؟

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر جب رمی جمار سے فارغ ہوئے، قربانی سے فارغ ہوئے، اور ضرورت کی چیزوں سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کروایا یعنی سر منڈوایا۔ حجام کو بلوایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کا پہلے دایاں حصہ پیش کیا یعنی دائیں طرف سے شروع کیا۔

آج کل بہت سے لوگ بائیں طرف سے شروع کر دیتے ہیں، کوئی بیچ سے شروع کر دیتا ہے تو سنت دائیں طرف سے کروانا ہے۔ یہ کروانے والے کے لیے اور کرنے والے نائی یعنی دونوں کے لیے ہے۔

جب حجام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف سے بال مونڈے تو آپ نے یہ بال حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بائیاں رُخ پیش کیا یعنی بائیں جانب سے کہا۔ حجام نے بائیں جانب کے بال مونڈے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بال بھی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دیے اور فرمایا کہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ چناں چہ لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیے گئے اور آج بھی اُمت میں الحمدللہ! یہ بال مبارک مختلف جگہوں میں، ملکوں میں، بلکہ پوری دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں۔ (مسلم:491/1)

بالوں میں کنگھی کرنا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنے بالوں میں کنگھی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ان کا خیال رکھو اور ان میں روزانہ کنگھی کرو۔ (سنن نسائی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بالوں کے اِکرام کا مطلب یہ ہے کہ انہیں صاف رکھے، دھوئے، تیل لگا کر رکھے، خشک اور گندا نہ رکھے۔ حسبِ ضرورت کنگھی کرنا جائز ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی پراگندہ بال اور داڑھی کے ساتھ آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اشارہ کیا کہ اپنی حالت درست کر کے آؤ۔ چناں چہ وہ کچھ ہی دیر میں اپنی حالت درست کر کے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی آئے اور اُس کے بال بکھرے ہوئے ہوں گویا دیکھنے میں شیطان ہے۔

(موطأ مالک: رقم 1494)

اسی وجہ سے بالوں کو صاف رکھنا سنت ہے۔ بعض لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ گندا رہنا سنت ہے۔ بڑے بڑے بال رکھے ہوتے ہیں اور تیل بھی نہیں لگاتے اور اپنے آپ کو اللہ کا ولی سمجھ رہے ہوتے ہیں، انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سمجھ لینی چاہیے۔

بالوں میں تیل لگانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گندے بالوں والے شخص کو دیکھا تو فرمایا کہ ”کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز (تیل) نہیں کہ اپنے بالوں کو سنوار لے، انہیں سیدھا کر لے“۔ (سنن ابی داؤد: رقم 3540)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تیل لگاتے اور پانی سے داڑھی کو سنوارتے تھے۔ (شعب الایمان: 226/5)

ایک صحابی سے یہ منقول ہے کہ وہ بسا اوقات دن میں دو مرتبہ بھی تیل لگا لیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیل کی کثرت خلافِ سنت نہیں، البتہ بالوں کو ہر وقت سنوارتے رہنا اور Style دکھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ جو علمی مشغلے والے لوگ ہیں اُن کے لیے بہت ضروری ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا نہ ہو۔ تیل لگانے سے دماغ تروتازہ رہتا ہے اور قوی رہتا ہے۔ تو اہلِ علم اور اہلِ فکر کے لیے تیل کا استعمال بہت اہم ہے۔

ختمِ نبوّت کی دلیل

حیرت ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا دیکھتے تھے۔ ایک ایک بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں میں موجود ہے۔ دیکھیں! آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کوئی نبی ان کے بعد قیامت تک نہیں آنا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایسی محبت اور ایسی اتباع دے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات کو انہوں نے محسوس کیا، سمجھا، یاد کیا، اپنی زندگی میں عمل میں لائے اور کتابوں میں لکھ کر آگے چلے، آگے روایت کیا۔ ایک کے بعد دوسرے کو بتایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین کو بتایا، تابعین نے تبع تابعین کو بتایا اور آگے یہ سلسلہ چلتے چلتے ہم تک پہنچا، اور اِن شاء اللہ اسی طرح قیامت تک چلتا رہے گا، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کو قیامت تک کے لیے اللہ نے محفوظ فرما دیا۔ اللہ اکبر کبیرا!

بھئی! تیل تو لگانا ہی ہے۔ اگر ہم تھوڑا سا سیکھ کر سنت کے مطابق لگا لیں تو بڑی بڑی

نعمتیں ملیں گی۔ سبحان اللہ!

تیل لگانے کا مسنون طریقہ

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل لگاتے تو اُس کو پہلے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھتے، پھر دونوں بھنوؤں پر لگاتے، پھر آنکھوں پر لگاتے، پھر سر پر لگاتے۔ (کنز: 74/7)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیل لگاتے تو اُسے ہاتھ پر رکھ دیتے، پھر داڑھی اور سر پر لگاتے۔ (مجمع: 165/5)

ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جو تیل لگائے تو بھنوؤں سے شروع کرے، اس سے سر کا درد دُور ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تیل کی ابتدا پیشانی سے کرو۔ (سیرۃ: 574/7)

یہاں چند باتیں جمع ہو گئی ہیں:

1. بائیں ہاتھ پر تیل رکھنا
2. ابتدا بھنوؤں سے کرنا۔ پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف۔
3. داڑھی پر لگانا۔
4. سر پر لگانا۔

سر پر لگانا ہو تو پیشانی سے شروع کیا جائے۔ سر کے کئی اَطراف ہیں جہاں سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ پیچھے سے، کانوں سے، گردن کی طرف سے، بائیں طرف سے وغیرہ، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تیل لگاتے تو سامنے پیشانی مبارک پر سے لگانا شروع کرتے۔

چند باتیں اور بھی ہیں تیل لگانے کے بارے میں، وہ بھی ساتھ ہی یاد کر لیجیے۔

1 تیل لگاتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ حضرت مَسلمہ بن نافع قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے بھائی حضرت دوید بن نافع قرشی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی تیل لگائے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو 70 شیطان اُس کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ (عمل اليوم والليلة لابن السني: باب التسمية إذا دهن)

اس لیے انسان جب تیل لگائے تو بسم اللہ ساتھ میں پڑھ لے۔

2 بیوی کو چاہیے کہ اپنے خاوند کو تیل لگائے۔ اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی جبکہ میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری: رقم 291)

بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا

یہاں سے علماء نے مسئلہ ثابت کیا کہ حائضہ عورت بھی مرد کی خدمت کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی شان اور خوبی ہے کہ وہ خاوند کی خدمت کرے، اُس کے لیے بستر بچھائے، وضو اور غسل کے لیے پانی رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اُٹھتے تو اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جن چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت ہوتی اُن کا اہتمام رات ہی کو کر لیا کرتی تھیں۔ پینے کے پانی کی، وضو کے پانی کی، مصلّٰی یہ سب رات ہی کو جمع کیا جاتا۔ مسواک کی ضرورت ہوتی وہ قریب رکھ دی جاتی۔ چناں چہ جس جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ رات کو ہی رکھ دی جاتی تھی تاکہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اُٹھیں تو ضرورت کی ہر چیز موجود ہو۔ یہ عورتوں کے وہ اَعمال ہیں جو انہیں جنت میں لے جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک، وضو کا پانی، کنگھی رکھ دی جاتی تھی۔ پھر جب اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار فرماتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔ کنگھی کی بات اِن شاء اللہ اگلے جمعہ کو ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو شوق اور محبت سے عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے، اور سنتوں کو سیکھ کر عمل کرنے اور آگے پہنچانے کی بھی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اسلام میں نکاح کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم:21)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

تخلیقِ خداوندی باعتبارِ جفت

اللہ ربّ العزّت نے کائنات میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (یٰس:36)

ترجمہ: ’’پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں‘‘۔

چناں چہ انسانوں میں اللہ ربّ العزّت نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا ساتھی بنایا ہے۔

حضرت حوّا علیہا السلام کی تخلیق کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت کی بہترین نعمتوں میں تنہا تھے۔ جنت میں رہتے اور اس کی نعمتوں سے مستفید ہوتے تھے۔ اللہ کا قرب بھی حاصل تھا، لیکن اس کے باوجود بھی تنہائی کا احساس تھا۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے اُن کی تنہائی دور کرنے کے لیے اماں حوّا علیہا السلام کو پیدا کیا جس سے اُن کی زندگی میں ایک نئی بہار آگئی اور جنت کے اندر خوش وخرّم رہنے لگے۔

معلوم یہ ہوا کہ انسان کے پاس اگر جنت جیسی نعمت بھی ہو اور خود تنہا ہو تو زندگی ادھوری ہے، اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ جب میاں بیوی ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں تو پھر زندگی کا مزا کچھ اور ہوتا ہے۔ شریعت میں میاں بیوی کا اکھٹے ہو کر ایک دوسرے سے ملنا یہ اللہ کے یہاں عبادت ہے۔ اسلام کی خوبی دیکھیے! حُسن دیکھیے! حالاں کہ یہ انسان کی معاشرتی ضرورت بھی ہے اور جسمانی ضرورت بھی ہے۔ جب وہ اپنی اس معاشرتی وجسمانی ضرورت کو شریعت کے مطابق پورا کرتا ہے تو اس پر اسے عبادت کا ثواب ملتا ہے، اور ایمان کی تکمیل کی بشارت ملتی ہے۔

فطرتِ انسانی کی ضرورت

اسلام دینِ فطرت ہے۔ انسانی زندگی کے جو تقاضے ہیں اور جو ضروریات ہیں، اللہ

تعالیٰ نے وہ سب کے سب اس دین کی پیروی میں پنہاں کر دی ہیں۔ اسلام ہی نے انسان کو ایسی زندگی گزارنے کا حکم دیا جس کے تحت وہ اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کر سکتا ہے چاہے اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، یا حقوق العباد سے۔ اسی لیے اسلام نے مجرّد زندگی یعنی تنہا زندگی گزارنے کو قطعاً پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

لَا صَرُوْرَةَ فِي الْإِسْلَامِ. (سنن أبي داود، كتاب المناسك، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

دینِ اسلام چوں کہ معاشرتی زندگی گزارنے پر زور دیتا ہے، اسی لیے اس میں ازدواجی زندگی کی ترغیب دی گئی ہے۔

تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا واقعہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین ایسے صحابی تھے جو بہت خدا خوفی رکھنے والے اور بہت زیادہ عبادت کا جذبہ رکھنے والے تھے۔ ایک دن انہوں نے فیصلہ کیا یا یہ سوچا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات کے احوال معلوم کرتے ہیں، پھر ہم بھی ویسے کریں گے۔ چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین حضرات نبی علیہ السلام کی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس آئے۔ انہوں نے اماں جان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات کا پوچھا، احوال معلوم ہوئے تو دل میں اسے کم جانا۔ کہنے لگے کہ وہ تو نبی ہیں ناں! اُن کا مقام ویسے ہی بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلی پچھلی سب ہی خطائیں (ویسے ہیں نہیں، اگر ہوں بھی تو) معاف کردی ہیں۔ اب ہم ڈٹ کر عبادت کریں گے تاکہ قیامت کے دن سب سے آگے جنت میں ہوں گے۔

ایک نے کہا: میں اب ساری رات نماز پڑھوں گا، آرام ہی نہیں کروں گا۔

دوسرے نے کہا: میں ساری زندگی روزے رکھوں گا، کوئی دن ناغہ نہیں کروں گا۔

تیسرے نے کہا: میں زندگی بھر شادی نہ کروں گا۔

تینوں نے اپنے اپنے فیصلے کر لیے۔ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ حضرات اس طرح کہہ رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

أَمَا وَاللهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''خدا کی قسم! میں تم لوگوں کے مقابلے میں اللہ سے ڈر اور تقویٰ میں بہت آگے ہوں۔ لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں، پس جو کوئی بھی میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ میں سے نہیں ہے''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں باتیں ارشاد فرمائیں کہ تقویٰ بھی میرے اندر زیادہ ہے اور خوف بھی میرے اندر زیادہ ہے۔ تو اکیلے زندگی گزارنا، معاشرے سے فرار ہو کر زندگی گزارنا اسے پسند نہیں کیا گیا۔ اسی طرح ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

نبی علیہ السلام کا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو منع فرمانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ آیا وہ عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا۔ اگر انہیں اجازت مل جاتی تو ہم بھی اسی طرح کرتے۔ (صحیح بخاری: رقم: 4786)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ چاہتے تھے کہ بس اپنے آپ کو اللہ کے لیے خالص کرلیں۔ نبی علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ علیہ السلام نے انہیں منع فرما دیا۔

تنگ دستوں کی شادی کروانے کا حکم

لہٰذا قرآن مجید میں نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (النور:32)

ترجمہ: ''تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، اُن کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، اُن کا بھی۔ اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا۔ اور اللہ بہت وُسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے''۔

ایک سے زائد نکاح کی اجازت

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ○ (النساء:3)

ترجمہ: ''دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے۔ ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہوگے''۔

اس مقام پر بہت سارے ساتھی پوچھتے ہیں کہ قرآن نے گنتی دو شروع سے کی ہے،

لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ انصاف تو ہم ایک کے ساتھ بھی نہیں کر رہے، پھر دو کے ساتھ کیا کریں گے۔ بہرحال! یہ الگ بات ہے، انصاف کرسکو تو اجازت بھی دی ہے۔ قرآن میں چار شادیوں تک کی وضاحت ہے کوئی اس میں مسئلہ والی بات ہی نہیں۔

نکاح کی سنت زندہ کرنا

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ . (مشکوۃ: کتاب النکاح)

ترجمہ: ''نکاح میری سنت ہے''۔

نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ آگے ایک اور عجیب بات ارشاد فرمائی:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ. (مشکوۃ: کتاب النکاح)

ترجمہ: ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''۔

جو نکاح میں ٹال مٹول کرتا ہے، بلا کسی شرعی عذر کے دیر کرتا ہے، یا نکاح کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔ اس کے لیے سخت وعید ارشاد فرمائی کہ یہ میرے طریقے پر نہیں، میری اُمت میں سے نہیں۔

اب بتائیے! نکاح کی اہمیت بتلانے کے لیے اس سے زیادہ مزید کیا کہا جاسکتا ہے؟ کتنی Strong statement ہے۔ اس کے بعد تو بات ہی مکمل ہو جاتی ہے۔

نکاح کرنا آدھا دین ہے

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے یوں ارشاد فرمایا:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمَّلَ نِصْفَ الدِّيْنِ ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْآخَرِ.

(الترغیب والترھیب:1916)

ترجمہ: ''جب بندہ نکاح کرتا ہے تحقیق اس کا آدھا دین پورا ہو گیا، باقی آدھے کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرے''۔

اب ایک کنوارا آدمی ہے۔ تجرّد کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ جتنی مرضی چاہے نمازیں پڑھ لے، نیکیاں کرلے، روزے رکھ لے، اُس بیچارے کا ایمان آدھا ہی رہے گا جب تک کہ شادی نہ کرلے۔ شادی کرے گا تو ایمان مکمل ہو جائے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ اللہ کے حقوق بھی ادا کر رہا ہوگا اور حقوق العباد بھی ادا کر رہا ہوگا۔ نکاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو مکمل کریں گے، اور اس کی عبادت کا Rate بھی بڑھا دیں گے۔ اس کی عبادت کی قیمت کچھ اور ہوگی۔

چار مسنون اعمال

ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت میں سے ہیں:

اَلْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ. (سنن الترمذي: 1080)

1 الحیاء: تمام انبیاء علیہم السلام باحیا تھے۔ سبحان اللہ! اللہ ہمیں بھی حیا عطا فرمائے۔ اگر ہمیں حیا مل جائے تو ہمارے اکثر مسئلے تو حل ہو جائیں۔ یہ بے حیائی ہی ہے جو ہمیں جہنم کی طرف لے جا رہی ہے۔

2 والتعطر: تمام انبیاء علیہم السلام خوش بو پسند فرماتے اور عطر لگایا کرتے تھے۔

3 والسواک: تمام انبیاء علیہم السلام مسواک کیا کرتے تھے۔

4 والنکاح: تمام انبیاء علیہم السلام ازدواجی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

بعثتِ انبیائے کرام علیہم السلام

دیکھیے! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ (الرعد:38)

ترجمہ: ’’اے میرے محبوب! ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی انبیاء کو بھیجا اور ہم نے ان کے لیے بیویاں بھی بنائیں اور اولادیں بھی بنائیں‘‘۔

کیا معلوم ہوا اس بات سے؟ دیکھیے! تمام انبیاء دین کی دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ بات تو ہم مانتے ہیں، مگر ساتھ ہی ازدواجی زندگی بھی گزارا کرتے تھے۔ یعنی بیویاں اور اولاد اُن کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنتے تھے، معاون بنا کرتے تھے۔ یہ تو بات ہوگئی شادی کے بارے میں۔ اب کوئی انسان شادی کے قابل ہو چکا، جوان ہو چکا اور وہ شادی نہیں کر رہا اسے حدیث شریف میں سمجھایا گیا ہے۔ نوجوانوں کو بھی چاہیے کہ اس بات کو سمجھیں۔ ویسے تو آج کل کے سارے نوجوان تیار ہیں الا ماشاء اللہ۔ ان کے والدین کے مسائل ہوتے ہیں کہ پہلے جی فلاں کا ہو جائے، فلاں کا ہو جائے۔ اب چلیں والدین بھی اس بات کو سن لیں۔

مسکین کون شخص ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو نجیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لڑکے یا لڑکی کی شادی نہ ہوئی ہو اور وہ جوان العمر ہو، وہ مسکین ہے اور ایسی لڑکی مسکینہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اگرچہ مال و دولت بھی ہو تب بھی یہ مسکین ہوں گے؟ فرمایا کہ ہاں! تب بھی یہ مسکین ہوں گے۔ (شعب الایمان: ۳۸۲/۴)

گویا یہ لوگ قابلِ رحم ہیں کہ عمر کے اس حصے میں پہنچ کر بھی غیر ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ تنہا زندگی گزار رہے ہیں جبکہ یہ شادی کے قابل ہو چکے ہیں۔ مسکین اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو، تو اس عمر میں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

شیطان کے بھائی

ایک دن ایک صحابی حضرت عکّاف ہلالی رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا: تم نے نکاح کیا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ پوچھا: کوئی شرعی باندی ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ پوچھا: کیا آپ کے پاس مال ہے، استطاعت ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! (یہ تمام باتیں معلوم کر کے) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فَأَنْتَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِيْنِ. (إعلاء السنن: باب وجود النكاح إذا اشتدّت ...)

ترجمہ: ''پھر تو تم شیطان کے بھائی ہوئے''۔

یعنی بے نکاح انسان شیطان کے بھائیوں میں سے ہے۔ واقعی جو جوان ہو اور ساتھ آج کل کا میڈیا بھی ہو، انٹرنیٹ، فیس بک پر پہنچ بھی ہو، موبائل فون، واٹس اَپ بھی اس کے ہاتھ میں ہو، اور جگہ جگہ لگے ہوئے سائن بورڈز گناہوں کی دعوت دیتے ہوں، بازاروں میں پھرنے والی بے پردہ عورتیں گناہ کی دعوت دیتی ہوں، تو شیطان کے لیے یہ جوان بہت ہی آسان ٹارگٹ ہوتا ہے۔ اس جوان کے لیے اپنی پاکدامنی کو بچائے رکھنا بہت مشکل ترین کام ہے۔ شیطان اس کو بہت ہی آسانی سے کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا کروا دیتا ہے۔ اور اگر کوئی پاکدامن رہنا چاہے، اور کسی کے دل میں خوفِ خدا بھی ہو، ممکن ہے کہ وہ زنا نہ کرے۔ مان لیتے ہیں! لیکن ذہنی خیالات کے اندر جو گناہ ہیں اُن سے وہ بچ نہیں سکتا۔ وہ خیالات کی دنیا میں کہاں کہاں گھومتا پھرتا رہتا ہے اُس سے تو یہ

نہیں بچ سکتا۔اب اس کا حل کیا ہے؟حل یہی ہے کہ ایسے شخص کی شادی کروائی جائے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جب بچے اور بچیاں جوان ہوجائیں اور والدین اُن کے نکاح میں غیر ضروری تاخیر کریں، اور اس کے بعد وہ اولاد گناہ کرے چاہے پریکٹیکل کرے، چاہے خیالات کی دنیا میں کرے، دونوں صورتوں میں اولاد کو بھی گناہ ہوگا اور ان کے بوڑھے والدین کو بھی گناہ ہوگا۔اسلام کی تعلیمات ہر طرف سے مکمل ہیں۔پورا نظام دیا۔پورا طریقہ بتایا۔پوری ترغیب بھی دی۔درجات بھی بتائے۔اب اگر نہ کیا تو پھر بتایا کہ دیکھو! تم والدین بھی گناہگار رہوگے، تمہاری اولادیں بھی گناہ گار رہوں گی۔

نبی ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین نصیحتیں

محمد بن عمر اپنے والد عمر سے اور وہ اپنے والد حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْهَهٗ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایک موقع پر تین نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تین کاموں میں تاخیر نہ کرنا، جلدی کرنا: (سنن الترمذي: باب ما جاء في الوقت الأوّل من الفضل)

1. نماز ادا کرنے میں جلدی کرنا جب اس کا وقت ہوجائے۔
2. جب کوئی آدمی مرجائے تو کفن دفن میں جلدی کرنا۔
3. جب بیٹے یا بیٹی کا مناسب رشتہ مل جائے تو نکاح کرنے میں جلدی کرنا۔

اور آج دین سے دوری کا یہ حال ہے کہ بچیاں 18,15,10 سال سے گھروں میں جوان بیٹھی ہیں۔عام طور سے 11,10,9 سال کی عمر میں بچیاں جوان ہوجاتی ہیں۔اب ایسے ماحول میں جو بے حیائی کا ہے، ایک بچی گیارہ سال کی عمر میں بالغ ہوگئی۔آج اس کی عمر بائیس سال ہے، یا پچیس سال ہے، یا اٹھائیس سال

ہے۔ خدا کے بندو! سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایسا ماحول جس میں ہر طرف گناہ کی دعوت دی جارہی ہو اور خود آپ نے ان کو انٹرنیٹ اور موبائل دیے ہوئے ہوں تو کیا بنے گا؟ 15,10 سال ان کیفیات کو اور اندر کے جسمانی تقاضوں کو کیسے روکا جائے گا۔

گناہوں سے کون بچ سکتا ہے؟

حضرت جی حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس ماحول میں یا تو ولیہ بچے گی یا غبیہ بچے گی۔ یا ولی بچے گا یا غبی بچے گا۔ کیا مطلب؟ ولی کہتے ہیں اس کو جس کے دل میں نورِ نسبت ہو، اللہ کا خوف ہو، یہ تو گناہ سے بچے گا۔ یا پھر غبی بچے گا۔ غبی پاگل کو کہتے ہیں۔ عام آدمی کے لیے بچنا بڑا مشکل ہے۔ بہت مشکل ہے۔ والدین اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اولاد کے گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ کرتے وہ ہیں، لیکن گناہ ان کو بھی پورا ملتا ہے۔ جو کچھ مسلمانوں کے گھروں میں ہو رہا ہے سب کو پتا ہے۔ الحمدللہ! نوجوان توبہ کرتے ہیں، اس کے بعد نیکی کی زندگی شروع کرتے ہیں، زندگی تبدیل کرتے ہیں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔

نوجوان جب اپنے حالات بتاتے ہیں تو وہ حالات ایسے عجیب ہوتے ہیں کہ زبان سے بولے بھی نہیں جاتے۔ ایک سترہ اٹھارہ سال کا نوجوان دوکان پر آیا اور کہنے لگا: مجھ سے ایک ہفتہ نہیں گزرتا، گناہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی کوئی اکنامک کنڈیشن بھی ایسی نہیں کہ کسی امیر گھرانے کا ہو۔ ابھی میٹرک میں ہے اور کوئی جاب بھی نہیں۔ میں عام طور سے نہیں پوچھتا اور نہ ہی الحمدللہ! مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کی عمر اور حالت نے پوچھنے پر مجبور کر دیا کہ آخر کرتے کیا ہو؟ کہنے لگا: بس گھر میں کزن ہیں، اُن سے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ اس کی ابھی داڑھی نہیں ہے اور ہم اس کو بچہ کہتے ہیں کہ بچہ ہی

ہے۔ وہ جتنا زمین سے اوپر ہے، اُس سے زیادہ زمین سے نیچے ہے۔ یہ بچہ نہیں ہے۔ شریعت کی نگاہ میں جو بچہ نہیں رہا، آپ کے کہنے سے بچہ کیسے ہوگیا؟ شریعت نے جسے بالغ قرار دیا ہے۔ جس پر فرائض کو انجام دینا ضروری قرار دیا ہے، ہم کیسے اُسے بچہ کہہ رہے ہیں؟ اور آج کل تو چھوٹے 7,5 سال کے بچوں کے بھی ایسے ایسے Cases آگئے ہیں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ بس جتنی جلدی ممکن ہو، شادی کردینی چاہیے۔

ذات اور جہیز پر نکاح میں تاخیر

ابھی چند دن پہلے کی بات ہے۔ ایک صاحب کی بچیاں ماشاء اللہ عالمات ہیں اور عمر بھی کافی ہوچکی۔ میں نے ان کو دو تین رشتے بتائے۔ کہنے لگے: آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ دین دار ہیں، اور یہ خوبیاں بھی ہیں۔ گارنٹی بھی دے رہیں ہیں۔ بس جی! ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہماری ذات کے نہیں ہیں۔

اب بچیوں کو بٹھا کر بوڑھا کردیں گے۔ رگڑ دیں گے، اگر وہ ذات نہیں ملے گی تو ذات پات کے پیچھے شادی بھی نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہاں پڑھ لیا ہے کہ ذات اتنی ضروری ہے کہ بچیاں بوڑھی ہوجائیں تب بھی باہر دوسری ذات میں نکاح نہ کریں؟ اور اگر خود یہ آج دنیا سے چلے گئے تو پیچھے بھائیوں نے کس کا خیال رکھنا ہے؟

اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا مسئلہ شادی دیر سے کرنے کا جہیز بھی ہے۔ ہم نے اپنے لیے خود ہی بہت مشکلات کھڑی کرلی ہیں۔ شریعت نے تو ایسی کوئی چیز نہیں کہی۔ ضرورت کے مطابق، اپنی سہولت کے مطابق باپ اپنی بیٹی کو کچھ دے دے تو ٹھیک ہے، لیکن اس کی تیاری میں اتنی تاخیر کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔

کیا پہلے بہنوں کی شادی ضروری ہے؟

چند دن پہلے ایک نوجوان دوکان پر آیا۔ 32 سال اس کی عمر ہے۔ کہنے لگا: میری شادی نہیں ہوئی، کوئی رشتہ ہوتو بتائیں؟ میں نے کہا کہ بھئی! دین کی نسبت سے تو ہمارے پاس کئی رشتے ہیں۔ آپ آیئے گا، مدرسے میں بچیاں پڑھتی ہیں ان کے والدین کہتے رہتے ہیں۔ جیسا مناسب ہوگا، بات کرلیں گے إن شاء اللہ۔ اُن کو گزشتہ اتوار بلایا، خیر وہ نہیں آئے۔ دوبارہ کسی اور موقع پر بات ہوئی تو کہنے لگے: میری بہن ہے 29 سال کی، جب تک اس کی نہیں ہوگی میری بھی نہیں ہوگی۔

اگر یہ اپنی شادی کرلے تو کیا کسی کی بہن لے کے نہیں آجائے گا؟ یہ کسی کی بہن لے کر آئے گا، اللہ اس کی بہن کے لیے بھی آسانی کر دیں گے۔ تو یہ سوچ کہ جب تک بہنوں کی شادی نہیں ہوگی، بھائیوں کی بھی نہیں ہونی، یعنی بیٹوں کی شادی نہیں ہوگی۔ یہ سوچ بے انتہا غلط ہے۔ جس کی شادی جس وقت ہونے لگے کر دینی چاہیے۔ بلکہ اگر 3 بیٹیاں ہیں، اور چھوٹی بیٹی کا رشتہ پہلے آجائے تو اس کا بھی کر دینا چاہیے۔ روکنے کی کیا ضرورت ہے؟ کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کے حکم پر پورا پورا عمل ہو۔

آج کل تو کہتے ہیں کہ مال ہوگا تو کریں گے۔ پیسہ ہوگا تو کریں گے۔ دین کیا چیز ہے؟ اس سے روٹی تھوڑی ملتی ہے نعوذ باللہ! اس کا کیا کرنا ہے؟ یہ تو ہمارے لیے فالتو ہے، کوئی قیمت ہی نہیں۔ بے دین ہو، داڑھی بھی نہ ہو، نمازیں بھی نہ پڑھتا ہو۔ مال ہے تو بس سب ٹھیک ہے، پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ عجیب حالات ہیں۔ دین کی بنیاد پر آج ہماری زندگی میں فیصلے ختم ہو چکے۔ ہمارے اکابرین کیا کرتے تھے جب گھر میں بچی جوان ہوجاتی، بالغ ہوجاتی تو فوراً رشتہ تلاش کیا کرتے تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

ایک مرتبہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی کے گھر گئے۔ معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں بچی جوان ہے اور یہ شادی نہیں کر رہے۔ شاہ جی نے گھر والوں کو سمجھایا کہ اس بچی کی شادی کر دو۔ گھر والوں نے کہا کہ ابھی تو اس کے دودھ پینے کی عمر ہے۔ فرمایا کہ دیکھو! اس کی شادی کر دو، ایسا نہ ہو کہ کہیں دودھ پھٹ جائے۔ پھٹے ہوئے دودھ کو تو کتا بھی منہ نہیں لگاتا۔ کیوں پھٹنے کا انتظار کرتے ہو؟

ہمارے اکابرین اس کا اتنا خیال کرتے تھے کہ گھر میں جب بچی جوان ہو جاتی اور جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ مل جاتا فوراً شادی کر دیتے تھے۔ اور اگر پتا لگتا کہ فلاں لوگ ہیں جن کی بچی گھر میں جوان ہو چکی اور وہ رشتہ نہیں کر رہے۔ رشتے آتے ہیں لیکن وہ کر نہیں رہے تو اُن کے گھر جانا بند کر دیتے تھے کہ یہ تو اللہ کا حکم توڑنے والا ہے، نبی علیہ السلام کی سنت کا چھوڑنے والا ہے۔ اس کے علاوہ اگر پتا لگ جاتا کہ فلاں نے قرض لیا ہوا ہے، ادا کر سکتا ہے لیکن کر نہیں رہا۔ اُس کے یہاں بھی نہیں جاتے تھے کہ اللہ کے احکامات کو توڑ رہا ہے۔ جب ہم شریعت کے مطابق زندگی گزاریں گے تب ہم گناہوں سے بچ سکیں گے۔ جب ہم شریعت کو نظر انداز کر دیں گے تو گناہوں میں پھنسیں گے۔ آج حالت یہ ہے کہ ابھی بڑی بیٹی کے نکاح کا فیصلہ نہیں ہوتا پیچھے 4,3 بچیاں اور تیار ہو رہی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں نبی علیہ السلام کی بات کو سمجھنے کی اور عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

لڑکوں میں بنیادی صفات

ہمارے یہاں خاندان میں ایک رشتہ آیا۔ لڑکی کے والد نے لڑکے کے بارے میں پوچھا کہ کیسا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ لڑکے والوں نے بتایا کہ بھئی! قورمے اور کڑاھی گوشت

کا تو ہم وعدہ نہیں کرتے، دال روٹی ملتی رہے گی۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ دو باتیں اور پوچھیں۔ ایک تو یہ ہوئی کہ دال روٹی ملتی رہے گی، کافی ہے۔ دوسری بات پوچھی کہ لڑکا بیمار تو نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، صحت مند ہے اور ٹھیک ہے۔ تیسری بات پوچھی کہ محنت کا عادی ہے یا گھر بیٹھنے کا عادی ہے؟ کہا کہ محنت کا عادی ہے۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ یہی 3 باتیں ہمارے لیے کافی ہیں۔ محنت کرنے والا، صحت مند ہے، دال روٹی ملے گی۔ باقی اب بچی کا اپنا نصیب ہے۔ اگر ہم اس معاملے پر آجائیں تو پریشانیوں سے نکل جائیں گے۔

ہم نے آج نکاح کو بہت مشکل بنالیا ہے جس کی وجہ سے زنا آسان ہوگیا۔ یاد رکھیں! جس معاشرے میں نکاح مہنگا ہوگا وہاں زنا سستا ہوگا۔ اور جس معاشرے میں نکاح آسان ہوجائے گا، اس معاشرے سے ان شاء اللہ زنا ختم یا کم ضرور ہوجائے گا۔ یہ جو معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی ہے، اُس میں ایک حیثیت سے والدین کا بھی پورا پورا کردار ہے۔ جو اپنی اولاد کی شادیاں نہیں کرتے، وہ ان کے گناہوں میں برابر کے شریک ہیں۔ دیکھیں! یہ میری بات نہیں ہے، یہ قرآن وحدیث کی بات بتائی جارہی ہے۔ جو کچھ بے حیائی دوسرے لوگ کررہے ہیں، اور جو کچھ حالات پیش آرہے ہیں وہ اپنی جگہ، لیکن ایسے والدین جو اولاد کی شادیاں نہیں کررہے یہ اولاد کے گناہوں میں برابر کے شریک ہیں۔

کافروں کا نکاح سے فرار

یاد رکھیے! آج کا معاشرہ کفر کا معاشرہ بنا ہوا ہے، اور نکاح سے راہِ فرار کافروں کی عادت بن گئی ہے۔ لہٰذا وہاں جنسی تسکین کے لیے کتنا Proper انتظام ہے۔ Club

بنے ہوئے ہیں۔ کیا کچھ وہاں نہیں ہے؟ شریعت نے اس بات کو ناپسند کیا کہ انسان گناہوں والی زندگی گزارے۔ کہا گیا کہ تم نکاح کروتا کہ تمہیں پاکباز زندگی گزارنا آسان ہوجائے۔ اگر نکاح کا حکم نہ دیا جاتا تو مرد عورتوں کو فقط ایک کھلونا سمجھ لیتے۔ اور ان کی بالکل بھی قیمت نہ ہوتی۔ اور آج ہماری سوچ کیسی اُلٹی ہوگئی ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا ایک ملفوظ پڑھا۔ اُس کا مفہوم یہ ہے کہ ہماری عورت گھر میں اپنے ماں باپ، ساس سُسر، بچوں کا خیال رکھے تو یہ دقیانوسی سوچ والی ہے۔ اور یہی عورت جہازوں میں نامحرم مردوں کا خیال رکھے تو یہ بڑی اَپ ٹو ڈیٹ ہے۔ کام گھر میں کرے تو یہ دقیانوسی ہوگئی، اور وہی کام نامحرموں کے پاس کرے تو بڑی اَپ ٹو ڈیٹ ہوگئی۔ ہوٹل میں ریسپشن پر بیٹھے، لوگوں کی نظریں بھی برداشت کرے اور اُن کے نخرے بھی اُٹھائے تب تو وہ اَپ ٹو ڈیٹ ہے، اور اگر شوہر کی بات مان لے تو وہ دقیانوسی ہوگئی۔ آج ہماری سوچ ہی اُلٹی ہوگئی۔ بات کو سمجھنا چاہیے کہ نکاح کے ذریعے ہی عورت کو مقام ملتا ہے۔ آگے بات کرتے ہیں کہ زنا اور نکاح میں کیا فرق ہے؟

نکاح اور گھریلو ذمہ داریاں

زنا فقط ایک تقاضے کو پورا کر لینے کا نام ہے جبکہ نکاح میں عورت کی پوری پوری ذمہ داری لینی پڑتی ہے۔ مہر کی ادائیگی، بعد از وفات عورت کا وراثت میں شامل ہونا، رہائش کی ذمہ داری، زندگی بھر نان نفقہ کی ذمہ داری، اولاد ہوجائے تو ان کی دیکھ بھال کرنا۔ نکاح سے یہ ساری چیزیں وجود میں آتی ہیں اور اس سے ایک حسنِ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ لیکن آج کل کے جو کافر لوگ ہیں وہ ان ذمہ داریوں سے بھاگتے ہیں، اور ہم چوں کہ اُنہی کا میڈیا دیکھ رہے ہیں اسی لیے دن رات اُنہیں کے پیچھے ہیں۔

نوجوانوں سے ایک سوال

ان نوجوانوں سے ایک بات تو پوچھوں۔میرے بھائیو! کافروں کی زندگی میں، اُن کے طرزِ عمل میں، اُن کے لباس میں، رہن سہن میں، بود و باش میں، آخر آپ کو کونسی ایسی چیز نظر آئی ہے جس کے پیچھے آپ بھاگتے ہیں؟ اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کون سی کمی ہے جس کو چھوڑتے ہیں؟ اس بات کا پورا جواب مجھے دے کر کبھی مطمئن کیجیے گا۔ان کے پیچھے جانے کا ہمارا مقصد کیا ہے؟ یا تو ہماری عقل ٹھیک نہیں ہے، یا پھر نعوذ باللہ! دوسری بات کہ جی! اُن کی زندگی پوری ہے اور یہاں خدانخواستہ کوئی کمی ہے۔ کوئی ایک بات تو ماننی پڑے گی۔تو ہم یہی مانیں گے کہ ہماری عقل کا قصور ہے ورنہ ثابت تو کریں کہ نبی علیہ السلام کے چہرے میں، آپ کے مبارک طریقے میں، مبارک لباس میں، مبارک زندگی میں کیا کوئی کمی تھی؟

دو اہم کتابیں

حضرت جی دامت برکاتہم کی کتابوں سے ہی یہ تمام باتیں اَخذ کی ہیں۔اس عنوان پر دو کتابیں حضرت جی دامت برکاتہم کی ''مثالی ازدواجی زندگی''، ''شادی خانہ آبادی''۔ ان دونوں کتابوں کو لے کر اگر ہم پڑھیں تو ہماری زندگی میں خوبصورت تبدیلی آجائے۔اور ازدواجی زندگی میں برکتیں آجائیں۔

یورپ میں عورت کی حیثیت

کفر کے ماحول میں آج عورت کی کیا حیثیت ہے؟ اس سے پہلے اپنے ماحول اور معاشرے میں دیکھیں تو ہماری عورت دوپٹہ اُتار چکی، کپڑے اُتار چکی، ٹخنے ننگے

مردوں کے ہونے چاہییں جبکہ ان خواتین کے نصف پنڈلی تک ہو چکے۔ اور آگے 20,10 سالوں میں جتنا ابھی تھوڑا بہت ہے یہ اور کم ہو جائے گا، کیوں کہ جن کے پیچھے ہم چل رہے ہیں وہاں تو یہ بھی نہیں ہے۔ آگے آنے والی نسلیں اور ہوں گی۔ کفار کے ہاں عورت کا مقام کتنا ہے سمجھ لیں۔ بے شک یہ باتیں اس لائق نہیں کہ کی جائیں، لیکن چوں کہ ہم نے اُن لوگوں کا طرز اپنا رکھا ہے جو بے حیا ہیں اس لیے کرنا پڑتی ہیں۔ شاید کسی دل میں یہ باتیں اتر جائیں۔

فرانسیسی انجینئر کا قول

فرانس کا ایک انجینئر تھا۔ وہ کسی فیکٹری میں (Inspection) کے لیے آیا۔ وہاں اسے ایک مہینہ یا دو مہینے لگ گئے۔ وہاں جو دوسرے انجینئرز اُس کے ساتھی تھے، مذاق کرنے لگے کہ بھئی! تم ایک مہینے کے لیے یہاں آئے ہو تو تمہاری بیوی کا کیا حال ہوگا؟ تمہارے لیے رکی ہوگی یا نہیں؟ فرانسیسی انجینئر نے جواب دیا: کوئی بات نہیں۔

Women are like buses. If you miss one, just wait and there will be another one along in a few munutes.

''عورتیں بس کی مانند ہیں۔ اگر ایک بس آپ سے چھوٹ جائے تو تھوڑا انتظار کرلیں، دوسری بس تھوڑے ہی وقت میں پیچھے آرہی ہوتی ہے''۔

جان لیجیے کہ وہاں عورت کا یہ مقام ہے۔ یہ عورت کو آزادی کا نعرہ دینے والے، مرد کے برابر کھڑا کرنے والے، فقط اس کے جسم سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں دوسری کوئی بات نہیں ہے۔ اگر عقل ہو تو اس کو ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیجیے گا۔

برطانوی انجینئر کا قول

حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انگلینڈ کا ایک انجینئر ملا۔ بات

چیت ہوئی تو اُس نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ حضرت نے بتا دیا۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ تو کہا کہ میں نے شادی ہی کوئی نہیں کی۔ حضرت نے کہا: آپ کی عمر تو بڑی لگتی ہے۔ اس نے کہا: ہاں! 52 سال میری عمر ہے۔ حضرت نے کہا: پھر شادی کیوں نہیں کی؟ تم انجینئر بھی ہو، شادی کے قابل بھی ہو، پڑھے لکھے بھی ہو، پیسے بھی ہیں، رکھ بھی سکتے ہو، پھر کیا بات ہے؟ کہنے لگا؟

If you can find milk in the Market, there is no need to have a cow in your House.

''جب تمہیں بازار سے دودھ مل جاتا ہے پھر تمہیں گھر میں گائے پالنے کی کیا ضرورت ہے''؟

یہ بہت بڑا فرق ہے نکاح اور زنا میں۔ زنا فقط وقتی تسکین ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور نکاح پوری زندگی کسی کا ساتھ دینے کا، ساتھ نبھانے کا نام ہے۔ اُس کی ذمہ داریاں اُٹھانے کا نام ہے۔ جس معاشرے میں یہ معاملہ ہو اور طلاق کی شرح 90% سے زیادہ ہو اُس معاشرے کے پیچھے چل کے ہمیں سکون کیسے مل جائے گا؟

''حیا'' اہلِ ایمان کا نور

حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ (صحیح بخاری: باب الحیاء، رقم ۶۱۱۹)

اب ٹی وی دیکھنے والے، فیس بک پہ بیٹھنے والے جو ان چیزوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، اُن کی آنکھوں میں حیا نام کی تو کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اب اس بات پہ غور کریں! کنواری بچیوں میں پھر بھی حیا ہوتی ہے۔ 100 سال پہلے کی کنواری بچی میں آج کی بچی سے زیادہ حیا تھی۔ 1400 سال پہلے مدینہ طیبہ کے اُس پاک ماحول کے اندر بچیوں

کے اندر بہت زیادہ حیا تھی۔ اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا فرمایا کہ اُس زمانے کی کنواری بچی میں جو حیا تھی اُس سے زیادہ نبی علیہ السلام میں حیا تھی۔

نکاح ایک مکمل معاہدہ

مردوں کے لیے سر پر پگڑی رکھنا سنت، ٹخنے ننگے رکھنا سنت، لباس سنت کے مطابق پہننا سنت، آنکھوں میں حیا کا ہونا بھی تو کوئی سنت ہے۔ یہ کب پوری کریں گے ہم؟ ہماری آنکھوں میں حیا ہونی چاہیے، پھر نبی علیہ السلام کے ساتھ نسبت کامل ہوگی۔ شریعت نے کہا کہ اگر تم زندگی کا ساتھی چاہتے ہو تو تمہیں Long Time Dicision کرنے پڑیں گے۔ تھوڑی دیر کے لیے ساتھی بہت مل جاتے ہیں، اصل یہ ہے کہ ہمیشہ ساتھ چلنے والا کوئی مل جائے۔ اسی لیے شریعت نے حق مہر کو، اور نکاح کے وقت جو شرائط نامہ لکھا جاتا ہے اُس کو اہمیت دی ہے۔ نکاح اصل میں ایک معاہدہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان طے پاتا ہے۔ اس معاہدے میں کوئی عورت اپنی طرف سے کوئی شرط رکھنا چاہے تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ مثال کے طور پر وہ کہے کہ مجھے الگ مکان کی ضرورت ہے۔ یا ماہانہ اتنے خرچے کی ضرورت ہے، یا میرا مہر اتنا ہوگا۔ اس قسم کی باتوں کا شریعت نے عورت کو حق دیا ہے۔ اور مہر کے بارے میں تو خاص طور سے کہا ہے۔ اب ہم نہ ان چیزوں کو سمجھتے ہیں، نہ معلوم کرتے ہیں، نہ ان کو اہمیت دیتے ہیں اور پھر بعد میں پریشان ہوتے ہیں۔ تو جتنی اجازت دی گئی ہے اس کو اللہ کی رضا کے لیے مناسب درجہ میں استعمال کرنا مناسب ہے۔

حق مہر کی تین سنتیں

اب مہر کے بارے میں تین باتیں ہیں۔ تینوں ہی سنت سے ثابت ہیں:

ایک مہر فاطمی ہے۔یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر، یا پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر جو نبی علیہ السلام نے ادا کیا۔اگر اس کو مقرر کرلیا جائے تو یہ بھی سنت ہے۔

دوسرا مہرِ مثل ہے۔یعنی جس لڑکی کی شادی ہو رہی ہے، اُس کے قریب کی رشتہ دار لڑکیوں کا جو مہر رکھا گیا ہے، وہی مہر اس کا بھی رکھا جا رہا ہے تو یہ مہرِ مثل ہے۔اس کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے۔

تیسرا مجوّزہ مہر ہے۔ جو لڑکی کی دانش مندی، نیکی، تقویٰ، حیا کو دیکھتے ہوئے فریقین کی باہمی رضامندی سے طے کیا جا رہا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔آج مہر کی اہمیت ہی کوئی نہیں رہی۔

مہر لڑکی کا حق ہے

کئی مرتبہ ایسا ہوا نکاح پڑھاتے وقت نکاح فارم لے کر آئے۔ میں نے پوچھا: بھئی! مہر کتنا ہے؟ کہنے لگے: جی! آپ خود ہی رکھ لیں۔کئی جگہ میرے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔سن لیجیے کہ یہ لڑکی والوں کا حق ہے۔ یہ لڑکے والوں کا حق نہیں ہے۔ یہ لڑکی والوں کا حق ہے کہ وہ بتائیں اور پھر لڑکے والے اُسے ادا کریں۔باہمی رضامندی سے طے کرنا ہے، اس میں کوئی لڑائی نہیں کرنی۔ یہ طے کرنا نکاح خواں کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ یہ کام آپ نے خود ہی کرنا ہوتے ہیں۔

اسی طرح نکاح کے وقت جو مہر ہوتا ہے مُعَجّل اور مُؤجّل۔ دو لفظ بولے جاتے ہیں۔مُعجل کا مطلب یہ ہے کہ فوراً، عجلت جلدی سے نکلا ہے، یہ کہ فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور ایک ہوتا ہے عند الطلب کہ لڑکی کے مانگنے پر ادا کر دیا جائے۔بہر حال! مہر کا معاملہ اچھے طریقے سے نمٹانا چاہیے۔ہاں! اگر بیوی اپنی مرضی سے مہر کی کل رقم یا کچھ اس میں سے

واپس کردے اپنی مرضی سے تو خاوند کے لیے واپس لینا جائز ہے۔

مہر ادا نہ کرنے والا

اگر خاوند کے دل میں یہ ہے کہ میں نے مہر ادا کرنا ہی نہیں، تو یہ قیامت کے دن مقروض اُٹھے گا اگر مرنے سے پہلے ادا نہ کیا ہو۔ اور ترکہ میں سے پہلے مہر کی رقم منہا کی جائے گی، کیوں کہ یہ اس کے ذمہ قرض تھا۔ جب شوہر کی نیت میں کھوٹ ہوگا تو اس کا معاملہ بڑا خراب ہے۔ بہترین عمل یہ ہے کہ معجّل فوراً ادا کر دیا جائے، دیر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ باقی عند الطلب کی بھی گنجایش شریعت نے رکھی ہے، لیکن اس آس پر بیٹھ جانا کہ یہ مانگ نہیں رہی تو میں نے بھی ادا نہیں کرنا، یہ غلط ہے۔ بسا اوقات حیا کی وجہ سے، شرم کی وجہ سے وہ نہیں مانگتی تو مرد کو چاہیے کہ خود ادا کرے۔ بہر حال مہر ادا کرنا بہت بڑا معاملہ ہے، ورنہ قیامت کے دن حقوق العباد کا سوال ہوگا۔

نکاح کا اعلان

اب نکاح کیسے کیا جائے؟ نکاح کے بارے میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نکاح کی خوب تشہیر کیا کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم ۱۸۹۵)

اس کا خوب لوگوں کے اندر اعلان کیا کرو تا کہ لوگوں کو پتا لگے کہ آج سے فلاں لڑکا اور لڑکی دونوں میاں بیوی کی زندگی گزاریں گے۔ یعنی چھپ کر نکاح کرنے سے منع کر دیا۔ بعض اوقات یہ جو مال والے لوگ ہوتے ہیں، اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے چھپ چھپ کر بہت سے کام کر لیتے ہیں۔ چند دن پہلے بھی ایک نوجوان آیا FSC میں پڑھتا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہمارے یہاں تو یہ معمولی بات ہے کالج وغیرہ میں۔ لڑکے نے لڑکی کو پسند کیا، دو گواہ بنا کر نکاح کر لیتے ہیں۔ اپنی زندگی گزارتے ہیں، بعد

میں چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ ماں باپ کو پتا ہی کچھ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ نہ خود دین پہ آنا ہے، نہ اولاد کو دین پہ لانے کی فکر کرنی ہے۔ دل روتا ہے، پریشانی ہوتی ہے کہ اللہ! کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ TV ہم نے گھر سے نہیں نکالنا، Music ہم نے سننا نہیں چھوڑنا، تو بے حیائی ہمارے گھروں میں نہیں آئے گی تو پھر کہاں آئے گی؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔ اس لیے شریعت میں چھپ کر نکاح کرنے سے منع کیا گیا اور اسے پسند بھی نہیں کیا گیا۔ جب دیکھیں کوئی چھپ کر نکاح کر رہا ہے تو پھر درمیان میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوتی ہے۔

مسجد میں نکاح

نکاح کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مسجد میں ہو۔ اگر جمعہ کا دن بھی ہو، نمازِ جمعہ کے بعد یا نمازِ عصر کے بعد تو یہ بہترین وقت ہے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد نکاح پڑھانے کی حضرت جی دامت برکاتہم کی ترتیب ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ سنت بھی یہی ہے۔ تو جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد مسجد میں نکاح ہو خیر و برکت کی نیت سے۔ یہ لازمی نہیں ہے، کسی بھی دن، کسی بھی جگہ نکاح کی مجلس منعقد ہو جائے تو اِن شاء اللہ خیر ہی کا ذریعہ ہے۔

مسجد میں نکاح کرنے میں خاص بات ایک اور بھی ہے۔ شادی ہال، کلب وغیرہ میں جو شادی ہوگی تو دل اللہ کی یاد سے غافل ہوں گے۔ لوگ آپس میں گپیں مار رہے ہوتے ہیں۔ کوئی سگریٹ پی رہا ہوگا، کوئی تصویریں بنا رہا ہوگا۔ کوئی اِدھر ہوگا کوئی اُدھر ہوگا۔ غرضیکہ ساروں کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہوں گے، کسی کا دل اللہ سے نہیں جڑا ہوگا۔ اس کے بالمقابل مسجد میں کیا معاملہ ہوگا کہ سب لوگ تقریباً باوضو ہوں گے اور سب کا دل اللہ سے جڑا ہوا ہوگا۔ کوئی تصویر نہیں بنا رہا ہوگا، اور اگر کوئی سگریٹ پینے کا عادی بھی ہوگا تو کم از کم مسجد میں سگریٹ نہیں پیے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب دو انسانوں کے درمیان نئی

زندگی کی بنیاد پڑ رہی ہوتی ہے۔ اس بنیاد میں ان دونوں کو دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے لوگوں کو زیادہ جمع کیا گیا کہ ایک تو انسان شر سے بچے اور دوسرا ان دونوں دولہا دلہن کو دعائیں ملیں۔ جو مسجد میں ہوگا وہ تو دعاؤں میں شامل ہوگا۔ جب امام یا نکاح پڑھانے والے والا بعد میں دعا کرائے گا، وہ دل سے آمین بھی کہے گا۔

میرج ہال میں نکاح کا مشاہدہ

میرا ایک تجربہ ہے کہ شادی ہالز میں بیان کیا جائے تو کوئی متوجہ نہیں ہوتا، دعا کروائی جائے تو بھی کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ ہر کوئی اپنے اپنے قصوں کہانیوں میں لگا ہوتا ہے۔ اگر مسجد میں نکاح کیا جائے تو وہاں کسی کو کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ توجہ کیجیے۔ یہ تجربہ ہے، اس سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ بتانے کا مقصد کسی کی برائی کرنا نہیں ہے۔ ہمیں بھی سمجھنا چاہیے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ نبی علیہ السلام کی سنت تو قیامت تک کے لیے بہترین نمونہ ہے جو ہمارے لیے راہِ نجات ہے۔ نبی علیہ السلام کے ہر عمل میں حکمتیں ہیں، ہمیں سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر چیز سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں، ساری حکمتیں خود ہی مل جائیں گی۔

بابرکت نکاح

سب سے زیادہ برکت والا نکاح کون سا ہے؟ آج کل جتنے بکھیڑے ڈالے جاتے ہیں۔ مہندی، مایوں، بینڈ باجہ، مکلاوا، ڈانس اور پھر مکس گیدرنگ اور پتہ نہیں کیا کیا؟ ان تمام چیزوں کا حاصل یہ ہے کہ آنے والی برکت کے لیے ہم دروازہ بند کر دیتے ہیں کہ ہمیں برکتوں کی ضرورت نہیں۔ نبی علیہ السلام کی بات سنیے! آقا علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً. (مشکاۃ المصابیح: رقم ۳۰۹۷)

ترجمہ: ’’سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں تکلف کم ہو‘‘۔

مشقت کم ہو، خرچہ کم ہو، آسان ہو۔ جس نکاح میں جتنی آسانی ہوگی، جتنا کم خرچ ہوگا اُتنی برکتیں زیادہ ہوں گی۔ اور جتنی ہم فضول خرچیاں کریں گے، جتنے ڈرامے کریں گے اُتنی برکتیں اُٹھ جائیں گی۔ کتنی جگہ آپ نے دیکھا ہوگا ماشاءاللہ معاشرہ کے پڑھے لکھے سمجھدار لوگ موجود ہیں۔ کتنی دفعہ ایسا دیکھا ہوگا کہ والدین نے لاکھوں روپے نکاح اور ولیمے پر لگادیے اور مہینے، ہفتہ بعد لڑکی واپس آگئی۔ یہ عام چل رہا ہے کہ اِدھر شادی ہوتی ہے اُدھر لڑکی واپس آنے کے لیے تیار، کیوں کہ برکت کو ہم نے خود کہہ دیا کہ ہمیں نہیں چاہیے۔ جان لیجیے کہ جتنی سادگی ہو، جتنا کم سے کم خرچ ہو، اُتنی برکتیں آئیں گی۔ آج کے نوجوانوں کو یہ سمجھانا بڑا مشکل کام ہے۔ کسی کو کہہ دو کہ بیٹا! شادی نبی علیہ السلام کے طریقے کے مطابق کرلو! کہے گا: یہ نہیں ہوسکتا، میری ناک کٹ جائے گی۔

ابھی نکاح تو ہوا ہی نہیں

حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ لاہور میں ایک صاحب کی شادی تھی۔ دونوں طرف سے ایک سال پہلے ہی پلاننگ شروع ہوگئی کہ شادی کا فنکشن کیسے کرنا ہے۔ بہترین کارڈ بنوائے اور لڑکی والوں نے ہر باراتی کو نوٹوں کے ہار پہنائے۔ کھانے کے برتن خاص طور سے پتھر کے برتن بنوائے جن میں شادی کی تاریخ اور نام لکھوایا۔ پھر سب باراتیوں کو یہ اجازت دی کہ دیکھو! جو بھی چاہے اس برتن کو لے جاسکتا ہے۔ اور بہت ساری چیزیں کیں۔ اُدھر لڑکے والوں نے کیا کیا؟ چڑیا گھر سے ہاتھی کرائے پہ لیا اور دُلہا میاں ہاتھی پہ بیٹھ کے آئے جیسے جنگ کرنے چلے ہوں۔ اور بہت ناچ گانا، ہنگامہ سب ہوا۔ غرض رُخصتی ہوگئی اور لڑکے والے دلہن کو لے کر اپنے گھر

لوٹے۔لڑکی کا والد گھر آیا تو عورتوں نے پوچھا کہ حق مہر کتنا رکھا؟ والد سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ہم نے نکاح تو پڑھوایا ہی نہیں۔ پھر وہاں فون کیا، بارات کو واپس بلایا کہ ابھی نکاح تو نہیں ہوا، نکاح کر کے پھر لے جانا۔ نئے گھر میں جانے سے پہلے نکاح تو کرلو۔ یہ ہماری حالت ہے، یہ ہماری دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی اداروں میں کیا سکھایا جائے؟

ہم نے طرح طرح کی رسوم ورواج کو شادی کا حصہ بنالیا ہے۔ یاد رکھیں! جہاں نکاح سستا ہوگا وہاں زنا ختم ہو جائے گا، اور جہاں نکاح مہنگا ہوگا وہاں زنا سستا ہوگا۔ شریعت نے کہا کہ تم نکاح کو عام کردو، آسان کردو تاکہ بے حیائی کے راستے بند ہو جائیں۔ اور یہ باتیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے کالجز، اسکولز اور یونی ورسٹیز کا اخلاقی اعتبار سے جنازہ نکل چکا ہے۔ ہم کسی کو کالج، یونیورسٹی بھیجنے سے پھر بھی منع نہیں کر رہے، ہم تو بس یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو دین کا ماحول تو دیں، ایمان تو سکھائیں، اخلاقیات کی کیا حدیں ہیں؟ یہ تو مستقبل کے معماروں کو بتائیں۔ اُن کی حیا و پاکدامنی کی حفاظت تو کریں۔ اُن کو مدارس میں دین کے لیے بھی بھیجیں۔ مرنا تو ہے ناں؟ آخر اللہ کے پاس جانا تو ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ انجام کو سوچتے ہی جھرجھری آجاتی ہے۔

حضراتِ صحابہ کی سادگی

ایک مرتبہ ایک صحابی نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ نبی علیہ السلام نے اُن کے کپڑوں پر کوئی نشان دیکھا۔ خوشبو کا نشان لگا ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کیا ہے اے عبدالرحمٰن؟ عرض کیا کہ سونے کی ایک گٹھلی کے مہر پر نکاح کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے برکت عطا فرمائے! ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ (صحیح البخاری: باب الولیمة ولو بشاة)

دیکھ لیجیے! نبی علیہ السلام کو بھی خبر نہیں دی کہ نکاح کر رہا ہوں، پڑھانے بھی آپ ہی آئے گا۔ آسانی والا معاملہ دیکھیے!

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا نکاح کرنے کا ارادہ تھا۔ انہوں نے اپنے دوست کو جو کہ خود بھی صحابی رسول تھے، کہا کہ بھئی! فلانی جگہ میری طرف سے رشتے کا پیغام لے کر چلے جائیں۔ ان کے دوست کہنے لگے کہ ٹھیک ہے، بہت اچھا۔ چناں چہ وہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر اپنے دوست کی طرف سے پیغامِ نکاح دے دیا۔ گھر والوں نے کہا کہ دیکھو! بات یہ ہے کہ اُن سے نکاح پہ تو ہمارا دل نہیں کر رہا، آپ کا ارادہ ہے تو آپ سے کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جی ٹھیک ہے۔ پُرخلوص لوگ تھے، نیتیں اچھی تھیں۔ اسی گھر میں جو مرد موجود تھے وہ گواہ ہوئے، وہیں نکاح ہوا، وہیں سارا کام پورا ہو گیا۔ دوست کے لیے پیغام لے کر گئے تھے، اپنا نکاح اُس سے کر کے آ گئے۔ جب نکاح کر کے واپس آئے اور دوست سے ملے تو اوّل اُس سے معذرت کی کہ میں آپ کا پیغام لے کر گیا تھا، مگر اُن لوگوں کی رضامندی آپ کی طرف نہیں تھی۔ انہوں نے مجھے کہا تو میں نے نکاح کر لیا۔ میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ جنہوں نے بھیجا تھا، وہ کہنے لگے کہ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اللہ نے مقدر تو آپ کا وہاں رکھا تھا اور دل میں میرے بات آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں عطا فرمائیں۔

جب خلوص ہوتا ہے، للّٰہیت ہوتی ہے پھر بڑے بڑے مسئلے بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

ایک واقعہ اور بھی سنیے! آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے میانی صاحب قبرستان میں دفن ہیں۔ سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر قبولِ

اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ درجات عطا فرمائے کہ جب اُن کی تدفین ہوئی تو قبر سے خوشبو بھی آئی۔ لوگ مٹی تک اُٹھا کے لے گئے۔ ایک صاحب میرے پاس کچھ دن پہلے آئے تھے، انہوں نے بتایا کہ وہ مٹی آج تک میں نے اپنے پاس رکھی ہوئی ہے۔ بہر حال اتنی برکت والے بزرگ تھے۔ ابتدائی جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دار العلوم دیو بند میں پڑھنے کے لیے آ گئے حتّٰی کہ پڑھتے پڑھتے دورہ حدیث میں پہنچ گئے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ جب میرے سسر کو معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹی جوان ہو چکی ہے، تو وہ پنجاب کے مدارس میں نکلے کہ بھئی! کوئی نوجوان طالب علم نورِ نسبت والا مل جائے تو اپنی بیٹی اُس سے بیاہ دیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ دار العلوم دیو بند پہنچ گئے۔ دار العلوم کے مہتمم اُن کے دوست تھے۔ چناں چہ انہوں نے مہتمم صاحب سے کہا کہ حضرت! میری بیٹی جوان ہو چکی ہے، کوئی اچھا بچہ ہو، نیک شریف ہو تو میں اُسے دینا چاہتا ہوں۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ سامنے حدیث کے طلبہ کی کلاس ہے، اس میں وہ طلباء ہیں جو فارغ ہونے والے ہیں۔ اُن میں جا کے دیکھ لیں۔ سُسر صاحب جب آئے تو انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر واپس جا کر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ نوجوان مجھے پسند ہے۔ کیا یہ نکاح کرے گا؟ حضرت شیخ نے کہا: دیکھو! یہ ایک سکھ گھرانے کا نوجوان ہے، اور اپنے گھر سے الگ ہو کر ادھر آیا ہے۔ اب اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے، نہ مال، نہ خاندان، نہ گھر، کچھ نہیں ہے۔ یہ تو یہیں پڑا رہتا ہے۔ جیسے اصحابِ صفہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اور ان کے پاس بھی بالکل کچھ نہیں تھا۔ پھر کہا کہ اچھا! اسی سے پوچھ لیتے ہیں کہ شادی کے لیے تیار ہو؟ چناں چہ ان کو بلا کر پوچھا: ہاں بھئی! آپ شادی کے لیے تیار ہیں؟ کہنے لگے: میں بالکل اکیلا ہوں، آگے پیچھے کوئی بھی نہیں۔ نہ مال ہے، نہ کمائی ہے تو

میں کیسے رکھوں گا؟ دوبارہ پوچھا کہ تم تیار ہو؟ کہا کہ ہاں! اگر کوئی بیٹی دینے کے لیے تیار ہے تو میں سنت ضرور پوری کروں گا، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے سسر نے کہا کہ کل عصر کے بعد پھر آپ کا نکاح میری بیٹی کے ساتھ طے ہوگیا ہے۔

وہ لوگ پیشانی کا نور دیکھا کرتے تھے۔ آج ہم بہت کچھ دیکھتے ہیں، بہت کچھ کرلیتے ہیں، اور پھر بھی سکون نہیں ملتا۔ جو دین دیکھنا ہوتا ہے اس کی طرف تو نظر ہی نہیں ہوتی۔ اسے بالکل گیا گزرا سمجھتے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طلباء میں گیا تو انہیں پتا لگ گیا کہ کل میرا نکاح ہے۔ احمد علی کا نکاح ہے۔ اب سب نے اپنے اپنے مشورے دینے شروع کر دیے۔ بہر حال دوستوں کا آپس میں مذاق تو ہوتا ہی ہے۔ کسی نے کہا: دیکھو بھئی! کل آپ کا نکاح ہے اور آپ کے پاس کوئی صاف جوڑا، نیا جوڑا نہیں ہے۔ اب آپ ایسا کریں کہ ایک دن کے لیے، نکاح کے لیے کسی سے جوڑا قرض لے لیں بعد میں اس کو واپس کر دیجیے گا۔ کہنے لگے: نہیں بھئی! میری عزّتِ نفس یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں قرض لے کر نکاح کروں۔ میں جیسا ہوں بس ویسا ہی ہوں، مجھے قرض نہیں لینا۔ کسی طالب علم نے کہہ دیا کہ بھئی دیکھو! نیا جوڑا نہیں لیتے، چلو کوئی بات نہیں، لیکن اس کو تو دھو لینا تاکہ ذرا صاف ستھرے جوڑے کے ساتھ بیٹھو۔

فرماتے ہیں کہ میری تو بدبختی آگئی کہ میں نے اس بات کو قبول کرلیا۔ اگلے دن میں نے دھوتی باندھی، کپڑے اُتارے اور کپڑوں کو دھونا شروع کر دیا۔ اُدھر سے موسم بھی ٹھنڈا تھا اور بادل بھی آگئے۔ اِدھر ظہر کا وقت ہوگیا اور عصر کے بعد نکاح ہونا تھا۔ وقت قریب تھا اور میں کپڑے سکھا رہا تھا، لیکن وہ نہ سوکھے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ یہ میں نے کیا کرلیا۔ الغرض وہی گیلے کپڑے پہن کر مسجد گیا اور نکاح کی مجلس میں بیٹھ گیا۔

کپڑے گیلے تھے، اور کوئی تھے بھی نہیں۔ میرے سُسر نے مجھے دیکھا کہ وہی کل والے میلے کپڑے ہیں، اور آج تو گیلے بھی ہیں۔ میرے سُسر کو اللہ تعالیٰ نے سونے کا دل دیا تھا۔ اسی وقت پہچان لیا کہ اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں۔ ایک ایسے بندے کو جس کے پاس صرف ایک جوڑا تھا، خاندان بھی کوئی نہیں تھا، اپنی بیٹی دے دی۔ بہرحال اس وقت نکاح ہوگیا اور فراغت کے کچھ عرصہ بعد رُخصتی بھی ہوگئی۔

فرماتے ہیں کہ جو ابتدائی چند دن تھے، کام کاج تو کچھ تھا نہیں اور طالبعلمی کا زمانہ ابھی ابھی مکمل ہوا تھا۔ کبھی کھانے کو مل جاتا، اور کبھی کچھ نہ ملتا فاقہ ہوجاتا۔ میری بیوی کچھ عرصہ تو میرے ساتھ رہی، اُس کے بعد کچھ دنوں کے لیے والدین سے ملاقات کے لیے چلی گئی۔

دنیا کی زندگی جنت کا نمونہ

جب پہلی مرتبہ گئی تو والدہ نے پوچھا: بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسا پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی اتنی تقیہ، نقیہ، نیک اور پاکدامن عورت تھی۔ اُس کی نظر میرے تقویٰ پر، میری دین داری پر تھی۔ چناں چہ اُس نے میرے دین کو سامنے رکھتے ہوئے کہا: اماں! میں تو سمجھتی تھی مر کے جنت میں جائیں گے، میں تو دنیا میں ہی جنت میں پہنچ گئی۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے سسر نے مجھے اس وقت پہچان لیا تھا جب احمد علی احمد علی نہیں تھا۔ آج تو احمد علی احمد علی ہے۔

جی ہاں! یوں بھی نکاح ہوا کرتے تھے۔ ہمارے اکابر نکاح کو دین اور تقویٰ کی بنیاد پر کرتے تھے۔ اور آج ہم نے کتنے جھمیلے اکٹھے کیے ہوئے ہیں، اُس کے باوجود بھی برکتیں نہیں۔ برکتیں تو آسانی میں ہیں یعنی سادگی سے ہم کریں گے تو برکتیں آئیں گی۔ یہ 2+2=4 کی طرح باتیں ہیں۔ کسی کو سمجھ میں آجائیں تو کر کے دیکھ لے، نہ سمجھ میں آئیں تو

پھر ٹھیک ہے جو ہو رہا ہے وہ تو سب کے سامنے ہے۔ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ بہت کم شادی شدہ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہوں کہ ہماری زندگی میں محبتیں ہیں، سکون ہے، اطمینان ہے۔

نکاح آسان یا دو رکعت نفل آسان

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد جیسے پوتے نواسیاں وغیرہ ہوتے ہیں، ان کے اپنی زندگی میں سترہ نکاح کیے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ دو رکعت نفل پڑھنا آسان تھا یا نکاح کرنا آسان تھا۔ اتنا سادہ اور آسان عمل ہم نے اتنا مشکل بنایا، اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

جہیز ایک ہندوانہ رسم

ہم یہاں ہندوستان میں رہے ہیں تو ہم نے ہندوؤں سے بھی بہت کچھ لیا ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام کی سنتوں کو تو چھوڑ دیا ہے اور ہندوؤں سے بہت کچھ لے کر ہم نے اپنی شادیوں میں شامل کرلیا ہے۔ جہیز کا جو معاملہ ہے، یہ اصل میں انہی سے لیا گیا ہے۔ ورنہ سعودیہ میں بھی شادیاں ہوتی ہیں، عرب ممالک میں بھی شادیاں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر پوچھ لیجیے۔ امید ہے کہ آپ میں سے ہر ایک جانتا تو ہوگا کہ وہاں پر جہیز کی ذمہ داری لڑکے پر ہوتی ہے، لڑکی پر کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی حقیقت:

یہ جو مہر فاطمی اور جہیز کا ذکر کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ وہ پیسے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھے جو زرع بیچی گئی تھی۔ (مسند ابی یعلی، سبل الھدیٰ: 38/11)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زرہ کو خریدا، قیمت ادا کی۔ بعد میں وہی زرہ تحفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس بھی کردی۔ ان کے اندر اتنی محبتیں تھیں۔ وہ جو سامان آیا تھا

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیسوں سے آیا تھا۔ جناب! جہیز کی اگر یہ والی سنت آپ نے پوری کرنی ہے تو لڑکے والوں کو چاہیے کہ وہ لڑکی والوں کو پیسے دے دیں کہ جہیز خرید کے دو۔ مزا تو تب ہے! کوہاٹ سے آگے کرک کے علاقے میں ابھی بھی یہ چیز باقی ہے کہ لڑکی والے کچھ نہیں دیتے، لڑکے والے دیتے ہیں۔ یہ جہیز والا معاملہ تکلیف دہ معاملہ ہے۔

نکاح کے بعد عبادات کا اجر و ثواب

اور جب انسان نکاح کر لیتا ہے، شادی کر لیتا ہے تو اس کی عبادت کا اجر اللہ ربّ العزّت بڑھا دیتے ہیں۔ چناں چہ علماء نے لکھا ہے کہ انسان نکاح سے پہلے جو نماز پڑھتا ہے ایک نماز کا ایک اجر ملتا ہے۔ اور نکاح کرنے کے بعد ایک نماز کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اَجر بڑھا دیتے ہیں کہ پہلے یہ صرف حقوق اللہ کو ادا کرتا تھا، اب ساتھ میں حقوق العباد کو بھی ادا کر رہا ہے، لہٰذا اس کی قیمت بڑھا دی جاتی ہے۔ چناں چہ خوش قسمت انسان وہ ہے جس کو ایک اچھا جیون ساتھی مل جائے۔ اس میں مزید کچھ باتیں ہیں، وہ اِن شاء اللہ آیندہ پیش کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خوشگوار ازدواجی زندگی عطا فرمائے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس کو اچھا جیون ساتھی مل جائے وہ یقیناً خوش قسمت انسان ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

نکاح کے مقاصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء:3)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

نکاح وشادی کا عمل سنت ہے:

اللہ رب العزت کے جتنے احکامات ہیں، نبی کریم ﷺ کی جتنی تعلیمات ہیں تمام کا

کوئی نہ کوئی بہترین مقصد ہے، جس سے انسان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ شادی اصل میں کیا ہے؟ آسان الفاظ میں یہ سمجھ لیجیے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان شرعی گواہوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے والے معاہدہ کو شادی کہتے ہیں۔ یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے اور یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتا ہے۔ ذرا غور کریں! اللہ رب العزت کا نام کتنی برکتوں والا ہے۔ کتنی برکتوں والا ہے کہ وہ مرد و عورت جن کا آپس میں دیکھنا حرام، بات کرنا حرام، ملاقات کرنا حرام اللہ کے نام کی برکت سے ایک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ عورت جس کو دیکھنا بھی منع تھا وہ بیوی بن جاتی ہے اور اب اپنوں سے زیادہ اپنی بن جاتی ہے۔ جانور کو اللہ کا نام لے کر قربان کیا جائے تو وہ بھی حلال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نکاح کے عمل سے میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ (النساء:1)

ترجمہ: ''اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو''۔

یعنی اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر، جس کے نام کی برکت سے تم رشتہ داریوں کو جوڑتے ہو اور ایک دوسرے سے حق مانگتے ہو۔ اور دیکھو! رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

نکاح کے مقاصد سے ناواقفیت:

آج اگر نوجوانوں سے پوچھا جائے کہ شادی کا مقصد کیا ہے؟ یا والدین سے جو

تقریباً اپنی زندگی گزار چکے ہیں اُن سے پوچھا جائے کہ ہماری شادیاں ہوتی ہیں اس کا مقصد کیا ہے؟ ہم کسی سے اگر یہ سوال پوچھ لیں تو جواب دے نہیں پائے گا۔ بہت سے نوجوان ایک ہی بات سمجھتے ہیں کہ بس میاں بیوی کے جو تعلقات ہیں وہی مقصد ہے۔ اگر یہی مقصد ہے تو یہ کیا ہے؟ سرورُ شَھرٍ ایک مہینے کا مزہ ہے۔ لزومُ مَھرٍ مہر کا لازم ہوجانا ہے۔ غُمومُ دَھرٍ پھر زندگی بھر کے غم کُسُورُ ظَھرٍ کمر کا جھک جانا ہے۔ دخولُ قَبرٍ اور آخر میں قبر میں چلا جانا ہے۔ یہ تو کوئی مقصد نہیں ہے۔

ایمان والے کے لیے سبق:

ایمان والے کو یہ عمل دیا فرمایا:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ، فَمَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ. (سننِ ابن ماجہ:1846)

ترجمہ: ’’نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں‘‘۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ تو اس کا مقصد فقط اتنا ہی ہے؟

آج ہمارے نوجوانوں کو اگر اس کو مقصد کا پتا لگ جائے کہ اس کا مقصد کیا ہے تو شاید کسی کے دل میں تبدیلی آجائے کہ صرف گوری چمڑی کو نہیں دیکھنا کسی اور چیز کو بھی دیکھنا ہے۔ آج ہماری چھوٹی سی بچی تین چار پانچ سال کی ہوتی ہے اور بننا سنورنا شروع کر دیتی ہے، اور زندگی بھر بننے سنورنے میں ہی گزار دیتی ہے۔ کیوں کہ آج نوجوانوں کی ڈیمانڈ ہی یہی ہے کہ ہمیں خوبصورت چاہیے۔ اگر ان کی ڈیمانڈ یہ ہو کہ ہمیں وہ چاہیے جو ہمیں اللہ کا قرب دے دے، وہ چاہیے جو اولاد کی تربیت کر دے، وہ چاہیے جو ہمیں گھر کا سکون دے دے، وہ چاہیے جو ہمیں دنیا اور آخرت کی عزتیں دے

دے۔تو پھر ان کی تمنا ہوگی کہ مجھے عالمہ مل جائے، مجھے پردے والی مل جائے، مجھے نیک مل جائے۔ یہ ان نوجوانوں کی غلط سوچ نے بے راہ روی کو جنم دیا ہوا ہے۔ بہت ساری باتوں میں سے ایک یہ بھی بات ہے۔بہر حال شادی یہ ایک بندھن ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۝ (النساء:21)

ترجمہ: ''انہوں نے (یعنی عورتوں) نے تم سے بڑا بھاری عہد لیا تھا''۔

یہ ایک پکا عہد ہوتا ہے جس کے کچھ مقاصد بھی ہوتے ہیں۔ چند مقاصد درپیش ہیں ان کو سنیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ہم نے اپنی زندگی میں کیا ان مقاصد کو پورا کیا اور یہ وہ مقاصد ہیں جو اللہ اور اس کے نبی نے بھی بتائے ہیں ان سے زیادہ سچی اور پکی بات کسی کی نہیں ہوسکتی۔

پہلا مقصد گناہوں سے بچنا:

شادی کے مقاصد میں ذہن میں رکھنے والی سب سے بنیادی بات ہے ''گناہوں سے بچنا''۔ بے حیائی والے کاموں سے بچنا۔ خاوند بیوی کے ذریعے گناہوں سے بچتا ہے اور بیوی خاوند کے ذریعے گناہوں سے بچتی ہے۔ یہ بنیادی مقصد ہے، اس مقصد کے تحت جو شادی کرتا ہے حدیث کے اندر نبی علیہ السلام نے دونوں کو برکت کی دعا دی ہے۔ تو بنیادی مقصد گناہوں سے بچنا ہے۔ہم سب کی تقریباً شادیاں ہوئی ہیں، جو بڑے ہیں کسی نے شادی کے وقت اس مقصد کو ذہن میں رکھا کہ یہ بھی ایک مقصد ہے۔ یا والدین نے بچوں کو سمجھایا کہ یہ بھی مقصد ہے گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا۔

دوسرا مقصد تکمیلِ ایمان:

دوسری بات یہ ہے کہ شادی کے ذریعے ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارک کے اندر یہ بات آتی ہے کہ جب آدمی نکاح کرتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے بس اس کو چاہیے کہ باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرے۔ (الترغیب والترھیب: 1916)

نکاح کے ذریعے نصف ایمان تو مکمل ہو گیا آگے جو نصف دوسرا حصہ ہے اس میں ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے من مرضی نہ کرے۔ شادی سے پہلے انسان جتنا بھی نیک بن جائے اس کا ایمان آدھا ہی رہتا ہے، شادی کرنے کے بعد ایمان مکمل ہوتا ہے اور اس کے درجے کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ شادی سے پہلے انسان نماز پڑھتا ہے ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور شادی کرنے کے بعد مختلف روایات میں مختلف باتیں فرمائیں۔ بعض روایات میں ایک نماز کی جگہ 70 نمازوں کا ثواب ملتا ہے، اور بعض کے مطابق 82 نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ کیوں ہے؟ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میرے بندے پہلے تمہارے اوپر صرف حقوق اللہ تھے، تمہیں صرف حقوق اللہ کو پورا کرنا ہوتا تھا۔ اب حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی ہیں۔ تم حقوق العباد کو پورا کرتے ہوئے میرے حقوق کو پورا کرو گے ہم اجر کو بڑھا دیں گے۔ تو ایمان کی تکمیل نکاح کا ایک مقصد ہے۔

تیسرا مقصد عزت ملنا:

شادی کے ذریعے ان دونوں کو عزت ملے گی۔ بیوی کو خاوند کے ذریعے سے عزت ملے گی اور خاوند کو بیوی کے ذریعے عزت ملے گی۔ یاد رکھیں! اگر میاں بیوی دونوں ایک

دوسرے کے عیوب، غلطیوں اور کوتاہیوں پر پردے ڈالے رکھیں گے۔ تو اُن کی معاشرے میں اور خاندان میں عزت ہوگی۔ اور جو خاوند جہاں جائے بیوی کی شکایتیں کرے اور بیوی اپنے خاوند کا رونا روئے تو ان دونوں کی عزت کسی کے ہاں نہیں رہتی اگر چہ لوگ سنتے ہیں اس لیے کہ غیبت کا چسکا لگا ہوا ہے، لیکن عزت افزائی نہیں ہوتی۔ اور جو ایک دوسرے پر پردے ڈالتے ہیں کسی کو نہیں بتاتے، یہ پکی بات ہے کہ ان کی عزت معاشرے کے اندر ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو عزت دیں گے تو عزت ملے گی۔ تو عزت کا حصول بھی شادی کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

چوتھا مقصد محبت ملنا:

میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ذریعے محبت ملا کرتی ہے۔ دیکھیں! گھر کی ٹینشن ہوتی ہے عورت کو اور باہر کی ٹینشن مرد کو جب یہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو دن بھر کی ٹینشنز دور ہو جاتی ہیں۔ محبتیں کب ہوں گی؟ جب ہم نبی علیہ السلام کی ان تعلیمات کو پڑھیں گے اور انہیں اپنی عملی زندگی میں لے آئیں گے۔ جو شادی کے بارے میں ہمیں بتائی ہیں۔

امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام جب گھر تشریف لاتے تو مسکراتے چہرے کے ساتھ آتے اور سلام میں پہل فرماتے۔ (زاد المعاد: جلد 2 صفحہ 381)

خاوند گھر آئے ٹینشن کو باہر چھوڑ آئے، اور آنے کے بعد سلام میں پہل کرے، مُسکراتے ہوئے سلام کرے اور بیوی مسکرا کر جواب دے۔ آگے محبتیں ہی محبتیں ہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام گھر تشریف لائے، امی عائشہ رضی اللہ عنہا پانی پی رہی تھیں۔ نبی علیہ السلام تشریف لائے دیکھا کہ پانی پی رہی ہیں۔ فرمایا:

حمیرا! یہ Nick Name رکھا ہوا تھا۔حمیرا احمر سے ہے آج کے زمانے میں اگر ہم اس کا ترجمہ کریں تو پنکی۔ احمر سرخ کو کہیں گے۔حمیرا! میرے لیے پانی بچا دینا۔غور کرنے کی بات ہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے کوئی پانی کی کمی تو نہیں تھی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہتے تو کہاں کہاں سے نہ لے آتے۔اللہ کو کہتے تو جبرائیل اور میکائیل بھی لے آتے۔پانی کی تو کوئی کمی نہیں تھی پھر نبی علیہ السلام امی جان کا بچا ہوا پانی پیئیں۔ہونا تو یہ چاہیے کہ نبی علیہ السلام کا بچا ہوا پانی امتی پیے، مرتبے اور مقام کے اعتبار سے بھی اگر سوچیں، لیکن محبت اظہار مانگتی ہے۔نبی علیہ السلام نے فرمایا: حمیرا! پانی بچا دینا۔امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالے میں پانی بچا دیا، آقا قریب آئے امی نے پیالہ پکڑا دیا۔نبی علیہ السلام نے پیالے کو ہاتھ میں لیا اور پوچھا: حمیرا! تم نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کر دیا یہاں سے۔روایت میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے پیالے کے رُخ کو پھیرا اور وہیں سے لب لگا کر پانی پیا جہاں سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے لب لگا کر پانی پیا تھا۔خاوند یہ محبتیں دے پھر گھر کے اندر کیسے لڑائی اور طلاق کی بات آئے گی؟ محبتیں تو دیں۔تو محبت اس نکاح کا ایک مقصد ہوا کرتا ہے۔

پانچواں مقصد شریکِ حیات کا مل جانا:

انسان نکاح کے ذریعے اپنی زندگی کا ایک ایسا ساتھی بنالیتا ہے جو زندگی کے اُتار چڑھاؤ میں، پریشانیوں میں، غموں میں ایک دوسرے کا مددگار ہوتا ہے۔اپنا غم کسی سے شیئر کرسکتا ہے، خوشی کسی سے کہہ سکتا ہے۔اس کو ایک احساس ہوتا ہے کہ میں تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ کوئی ہے۔شریک حیات کا مقصد ایک دوسرے کے غموں کو سنبھالنا ہوتا ہے، تو میاں بیوی دونوں مل کر زندگی کے غموں کو سنبھال لیتے ہیں۔

چھٹا مقصد اولاد کا ہونا:

ہم یہ ساری نیتیں کریں ہمارا اجر بڑھتا چلا جائے گا۔نکاح سے اولاد کا ہونا۔ یہ فطرتِ انسانی ہے۔ چنانچہ ہر انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی شادی کے بعد اولاد ہو۔ عام آدمی تو عام آدمی انبیاء علیہم السلام کی بھی اولاد کی خواہش تھی۔قرآن مجید کے اندر آتا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (ال عمران:38)

ترجمہ: ''اس موقع پر زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، کہنے لگے: یارب! مجھے خاص اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمادے۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے''۔

جوانی میں شادی ہوتی ہے پھر کوئی ستر سال کے لگ بھگ عمر تھی۔تب کہیں جا کے آج حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد ملی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔سب لوگ نرینہ اولاد کے لیے پریشان ہوتے ہیں تو

حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کو لے لیجیے:

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (ال عمران:38)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک اور دعا بھی کی:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ (الأنبياء:89)

ترجمہ: ''اور زکریا کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ یارب! مجھے اکیلا نہ چھوڑیے،اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں''۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی نرینہ اولاد کے لیے دعا کی تو ان کو اس دعا کے بدلے

حضرت اسماعیل علیہ السلام ملے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصافات:100)

ترجمہ: ”میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دیدے جو نیک لوگوں میں سے ہو“۔

ایک عمل اللہ نے خود ہی اولاد کے حصول کے لیے بتا دیا:

سورۂ نوح میں ارشاد ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۭ (نوح:10,12)

ترجمہ: ”چنانچہ میں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو! یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لیے باغات پیدا کرے گا، اور تمہاری خاطر نہریں مہیا کردے گا“۔

استغفار کی کثرت پر بہت ساری برکتیں:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا میں فرما رہے ہیں کہ اللہ! بال سفید ہوگئے، میں بوڑھا ہوگیا لیکن تیری رحمت سے ناامید نہ ہوا۔ کسی اور کا در میں نے نہیں پکڑا کہ اس دربار پہ چلا جاؤں یا فلاں عامل کے پاس چلا جاؤں۔ مجھے تجھ ہی سے امید ہے، تجھ ہی سے لینا ہے۔ یقین بنا کر اللہ سے لینے کی ضرورت ہے اللہ دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ”میں تمہاری کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا“۔ (سنن ابی داود: رقم الحدیث 2050، سنن النسائی: رقم 3227)

تو شادی کے مقاصد میں سے اولاد کا ہونا یہ بھی ایک مقصد ہے۔

ساتواں مقصد پرسکون زندگی گزارنا:

اس سکون کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آج کل کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سکون کا مطلب یہ

ہے کہ اب زندگی میں کوئی غم، کوئی ٹینشن، کوئی پریشانی آئے گی ہی نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ ایک لطیفہ ہے سن لیں۔

ایک آدمی تھا۔ شادی سے پہلے جب وہ گھر سے باہر نکلتا تھا تو یہ دعا کرتا اللہ! اپنی حفاظت میں رکھنا، اور شام کو جب گھر آتا تو دعا کرتا کہ اللہ! تیرا شکر ہے الحمدللہ۔ بیچارے کی شادی ہوگئی۔ اب شادی کے بعد جب وہ گھر آتا شام کو تو کہتا کہ اللہ! اپنی حفاظت میں رکھنا۔ صبح گھر سے باہر نکلتا تو کہتا کہ الحمدللہ۔

سکون ایک مقصد ہے تو پھر سکون کا مقصد کیا ہے؟ کیا کوئی غم پریشانی نہیں آئے گی کافر یہ سوچ تو سوچ سکتا ہے، ایمان والا کیسے سوچ سکتا ہے۔ نبی علیہ السلام بتا گئے ہیں کہ یہ امتحان گاہ ہے یہ دنیا چراہ گاہ نہیں یہ عیش گاہ نہیں، یہ سیر گاہ نہیں یہ تماشا گاہ نہیں یہ امتحان گاہ ہے ہم نے اس کو چراہ گاہ بنایا ہوا ہے حالات تو آئیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرة:155)

ترجمہ: ”اور دیکھو! ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے“۔

اس لفظ (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ) کے اندر تاکید ہے کہ ہاں! ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ وہ کیسے آزمائیں گے؟ کبھی خوشی کے حالات دے کر، کبھی غمی کے حالات دے کر، کبھی اولاد کو غم دے کر، کبھی اولاد کو واپس لے کر، کبھی اولاد ہی نہ دے کر، کبھی تنگی دے کر، کبھی وسعت دے کر۔ غرض ہم مختلف طرح سے تمہیں آزمائیں گے کیونکہ تم امتحان گاہ میں ہو۔ اب سکون کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں پریشانی کوئی

نہیں آئے گی۔ اور بعض لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ بڑے لوگ بڑے پرسکون ہوتے ہیں، مال ان کے پاس ہوتا ہے، کوٹھیاں ان کے پاس، گاڑیاں ان کے پاس۔ ارے! ان بڑے لوگوں کی پریشانیوں کو علاقے میں تقسیم کر دیا جائے سارے علاقے والے پریشان ہو جائیں، اتنے پریشان ہوتے ہیں۔ مال پیسہ سکون کی علامت نہیں ہے۔

شادی کا مقصد سمجھیں کہ نکاح کے ذریعے دونوں میاں بیوی پرسکون ہو جاتے ہیں اگرچہ حالات میں تنگی ہو، پریشانی ہو، بیماریاں ہوں لیکن دل پرسکون ہوتا ہے۔ مشکلات کا ہونا یہ الگ بات ہے دل کے سکون کا مل جانا ایک الگ بات ہے۔ جب انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں ہوں، کوئی ہے میرے ساتھ میرے غموں کو اُٹھانے والا۔ اس لیے شریعت نے سکون کا اتنا خوبصورت لفظ استعمال کیا ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد ہی بدل جائے کہ کوئی میرے ساتھ ہے جس سے میں نے شیئر کرنا ہے، جس سے میں نے اپنے جذبات کو شیئر بھی کرنا ہے کاموں کو سوچ کر مشورے سے نبھانا بھی ہے۔ کسی نے کہا کہ شادی کے بعد زندگی کا اصول یہ بن جاتا ہے۔

Being together sharing together doing things together

اکٹھے رہنا، سوچ کا ایک ہو جانا اور مل کر سارے کام کرنا یہ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو زندگی کا سکون عطا کر دیتی ہیں۔

آٹھواں مقصد تعلیماتِ نبویہ کی ترویج:

ختم نبوت کے صدقے امت کو ایک کام ملا ہے، ایک مقصد ملا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علوم حاصل کیے نبی علیہ السلام سے وہ آگے پہنچائے تابعین کو، تابعین نے تبع تابعین کو پہنچائے، آگے یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ اس لیے نکاح کے ذریعے دونوں کی ماں کی

بھی باپ کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو، طریقوں کو، دین کو خود عمل میں لانا ہے اور اگلی نسلوں میں منتقل کرنا ہے۔ آج تو والدین ہی عمل نہیں کرتے۔

کل رات کو ایک نوجوان گھر پر آیا۔ ماشاء اللہ ڈاڑھی پوری رکھی ہوئی تھی۔ پہلے جب مجلس میں آتا تھا تو عجیب سا حلیہ تھا۔ اب الحمدللہ! ڈاڑھی پوری ہوگئی اور ساتھ پگڑی بھی پہن لی۔ کہنے لگا کہ میری منگنی ٹوٹ گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ جی! تم نے جو حلیہ بنالیا ہے تمہیں اب ہم لڑکی نہیں دے سکتے تم اس قابل نہیں رہے۔ یعنی تم نے نبی علیہ السلام کا حلیہ بنالیا ہے اب تمہاری قابلیت ختم ہوگئی۔ کوئی دجالی نقشہ بنا کر آؤ۔ بال کھڑے کرو اور اسٹائل بنا کر آؤ پھر ہم لڑکی دے دیں گے۔ نبی علیہ السلام کے بال تم نے رکھ لیے اب ہم تمہیں اپنی لڑکی نہیں دے سکتے۔

آٹھواں مقصد نبی علیہ السلام کی تعلیمات کو آگے منتقل کرنا:

والدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو ان اداروں میں بھیجیں جہاں ان کو شرم وحیا، اخلاقیات اور قیامت کے دن کی تیاری کی تعلیمات دی جائیں۔ ابھی آتے ہوئے میڈیکل کالج کے بچے کا فون آیا۔ اس نے اپنے میڈیکل کالج کا ایک واقعہ سنایا، روز اتنے واقعات آتے ہیں۔ بعض دفعہ تو دل کرتا ہے اللہ! کلمہ کے ساتھ جلدی واپس بلا لیجیے۔ اتنا پریشان ہوجاتا ہوں۔ اس بچے نے چند منٹ زیادہ لگائے ہوں گے، میں ایک دو جملوں میں پورا کرتا ہوں۔ ایک بچی تھی لاکھوں روپے فیس دے کر والدین نے میڈیکل کالج میں داخلہ کروایا۔ خوبصورت بہت تھی کسی سے تعلق ہوگیا۔

150 لوگوں کے سامنے لڑکے نے کہا کہ میرے ساتھ شادی کرو۔اس سے پہلے کلاس میں بھی اس کی عزت برباد کرچکا تھا، اب کہتا ہے کہ شادی بھی کرو۔لڑکی نے منع کیا تو 150 لوگوں کے سامنے اس نے اس کی شرٹ پھاڑی اور 30 گولیاں کھالیں۔اور اس کے بعد اسے ہوسپٹل لے گئے، کسی نے اس کا کیس بھی نہیں لیا۔بڑی مشکلوں سے ایک ڈاکٹر نے اس کا کیس لیا۔

ہم پڑھانے سے ہرگز منع نہیں کرتے۔P.H.D کرانے سے منع نہیں کراتے۔ انجینئر بنانے سے منع نہیں کرتے۔ کچھ بھی آپ ان کو دنیا کا پڑھایئے لیکن خدا کے لیے ان کو دین کا علم دیں اور پاکدامنی سکھایئے۔وہ کب ہوگا جب ہم خود بھی باحیا بنیں گے۔ ہماری تنہائیاں پاکیزہ ہوں گی۔جب تک ہماری تنہائیاں پاکیزہ نہیں ہوں گی یہ دین ہم اگلی نسلوں میں پوری طرح منتقل نہیں کرسکیں گے۔وہ سب ظاہر کی باتیں ہوں گی، اندر کچھ نہیں ہوگا۔تو نبی علیہ السلام کی تعلیمات اپنی زندگی میں عمل میں لے کر آنا اور پھر اگلی نسلوں میں منتقل کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے، ورنہ یہی اولاد جس کی لاکھوں روپے فیس دی ہوگی دنیا کی ذلت کا سبب بنے گی۔قرآن کے اندر آتا ہے کہ چھوٹے اپنے بڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کہیں گے:

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ (الأحزاب:68)

اللہ! ہمارے والدین کو دُگنا عذاب دیجیے گا اور ان کو تکلیف پہنچایئے لعنتیں دُگنی کیجیے کہ انہوں نے ہمیں قرآن نہیں سکھایا، دین نہیں سکھایا، پردہ نہیں سکھایا، بے دینی والی ساری باتیں سکھادیں۔ ہمارے ہاں مدرسے میں ایک MBBS بچی پڑھنے آتی

ہے۔اب ت ث اس نے اب ہمارے ہاں آ کر پڑھا ہے۔زندگی بھر کی نمازیں کدھر گئیں، زندگی بھر اس نے روزے کہاں رکھے ہوں گے۔کیا کیا ہوگا اس نے، وہ تو ایک چلو آ گئی، کتنی اور ہوں گی جونہیں آئیں اور حال کیا ہو رہا کہ اپنے والدین سے جھوٹ بولتی ہیں کہ میں اپنی کلاس فیلو کے پاس پڑھنے جا رہی ہوں۔اس نے ماں کو کہا کہ میں قرآن پڑھنا چاہتی ہوں۔ماں نے کہا یہ کلیئر کرلو آگے House job بھی ہے اور کام بھی بڑے پڑے ہیں پھر پڑھتی رہنا بعد میں۔

قرآن تو والدین کی ذمہ داری ہے۔اولاد میں نبی علیہ السلام کا دین منتقل کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔دین سیکھیں گے عمل کریں گے پھر ہی بات بنے گی۔

یہ آٹھ مقاصد ہیں۔ایک آخری بات کر کے بات مکمل کر رہا ہوں۔میری بعض دفعہ باتیں کڑوی ہو جاتی ہیں اس کے لیے معافی بھی مانگتا رہتا ہوں لیکن دل کا درد نہیں جاتا۔

شادی میں کسے راضی کرنا ہے؟

یہ شادی کیا ہے؟ غمی کا موقع ہے یا خوشی کا؟ جواب دیں؟ آپ سب گواہی دے رہے ہیں خوشی کا موقع ہے۔شادی غمی کا نہیں خوشی کا موقع ہے۔اس خوشی کے موقعے پر پھوپھی ناراض ہوتی ہے ہم منا لیتے ہیں، چاچا ناراض ہوتے ہیں ہم مناتے ہیں، رشتہ دار ناراض ہوتے ہیں مناتے ہیں، گھر کا خانساماں، ڈرائیور، کام والی ماسی ناراض ہو جائے مناتے ہیں۔میرے بھائیو! کیا اس خوشی کے موقعے پہ اللہ اور اس کے رسول خوش کرنے کا کوئی ہمارے پاس جواز نہیں ہے؟ ہم میں سے کتنے ہیں جو شادی کے موقع پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرتے ہیں کہ ہندوانہ رسمیں نہ ہوں، مکس گیدرنگ

نہ ہو، برات سے پہلے مرد الگ اور عورتیں الگ ہوتی ہیں، پھر برات کے بعد دولہا کو دوستوں کے ساتھ لے جاتے ہیں لڑکیوں کے پاس کہ دلہن کے ساتھ بٹھاتے ہیں اور وہاں سے رخصتی کے لیے لے جاتے ہیں۔ کبھی اس عمل کی قباحت کو سوچا ہے؟ خوشی کے موقع پر ہم اللہ کو کیوں نہیں خوش کرنا چاہتے؟ نبی علیہ السلام کو کیوں نہیں خوش کرنا چاہتے؟ ہر وہ عمل کرتے ہیں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہوتے ہیں۔ تصویر ہم نے بنوانی ہے، عکس گیدرنگ، میوزک اور باجے وغیرہ سب کچھ کرنا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ماسی کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو ناخوش کر دیتے ہیں۔

بعض باتیں ایسی بھیانک ہیں کہ زبان سے نکالتے ہوئے کچھ ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ سے بیان کروں۔ نوجوانوں کی عجیب عجیب باتیں ہیں جب تو یہ کرتے ہیں پھر روتے ہیں پھر اللہ سے مانگتے ہیں پھر اللہ ان کو رحمتیں دیتے ہیں۔ پھر مکمل ہے ان کی زندگی تبدیل ہوجاتی ہے۔ ایک نوجوان کی بات سن لیجیے۔ اپنے دل کی جب میں اپنے دوست دولہا کے ساتھ گیا رخصتی کے عمل میں تو میں نے دلہن کو دیکھا۔ دل میں خیال آیا کہ کاش! یہ میرے اس دوست کے پاس جانے سے پہلے آدھا گھنٹہ مجھے مل جائے۔

میرے بھائیو! ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کب ہم سدھریں گے؟ کب ہم اپنی نسلوں کو دین کی طرف لے کر آئیں گے؟ حیا اور پاکدامنی کی تعلیم دیں گے؟ ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عمل کو اپنا عمل بنالیں، آپ ﷺ کے طریقے پر آجائیں، حیا اور پاکدامنی کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات پہلے عمل میں لائیں پھر آگے منتقل کریں۔ پھر ان شاء اللہ رحمتیں ہی رحمتیں ملیں گی۔ یہ مقاصد جب ہمارے سامنے ہوں گے پھر ہمیں گوری چمڑی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ پھر ہمیں اس چیز کی

ضرورت ہوگی جو اللہ اور اس کے نبی نے بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی اور تقویٰ کی زندگی عطا فرمائے۔ ان باتوں کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ ہمارے نوجوانوں کو، بوڑھوں کو، ہم سب کو نبی کریم ﷺ کو خوش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

نکاح میں جلدی کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ . (ابن ماجه:133)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند

اللہ کے نبی ﷺ کو شادی میں جلدی کرنا بہت پسند تھا، اور خود اللہ تعالیٰ کو بھی یہی پسند ہے۔ یہاں تک کہ جو شخص اسباب مہیا ہونے کے باوجود شادی نہیں کرتا، حدیث شریف

میں اس پر خدا کی لعنت کی خبر دی گئی ہے۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار طرح کے لوگ ہیں جن پر عرش کے اوپر سے خدا کی لعنت آتی ہے، اور ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ بھی ہے جو شادی اس لیے نہیں کرتا کہ اولاد کے جھنجھٹ میں جانا پڑے گا۔ (مجمع الزوائد: 254/4)

آج کل کے ماحول میں کئی لوگوں سے سنا کہ شادی نہیں کرنا چاہتے، بس اِدھر اُدھر جا کر منہ مار لیتے ہیں۔ ایسے شخص کو شریعتِ اسلامی نے پسند نہیں کیا۔

ایک حدیثِ پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گے۔ اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے کہ جو یہ کہتی ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گی"۔ (مجمع الزوائد: 251/4)

ایک عبادت گزار کا واقعہ

حضرت عَکَّاف بن وَدَاعہ الہلالی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے عَکَّاف! کیا تمہاری بیوی ہے؟ (تم شادی شدہ ہو؟) حضرت عَکَّاف نے عرض کیا کہ نہیں (میں شادی شدہ نہیں ہوں)۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کرو، شادی کرنا ہماری سنت ہے، تمہارے لوگوں میں بُرے لوگ وہ ہیں جو غیر شادی شدہ ہیں یعنی جو شادی نہیں کرتے۔ پھر اسی روایت میں آگے نبی علیہ السلام نے یہ بھی بتایا کہ نیک اور صالح، متقی آدمی کوئی بھی ہو، اس کے لیے شادی کرنا ضروری ہے ورنہ شیطان عورتوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل کے ایک روز

وشب کے عبادت گزار ''کرسف'' کوایک عورت کے عشق میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور یہ وہ شخص تھا جس نے تین سو سال متواتر عبادت میں گزارے تھے۔ جب مبتلائے عشق عورت ہوا تو اللہ کو چھوڑ بیٹھا یہاں تک کافر ہوگیا۔ وہ تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اُس نے توبہ کی اور نامحرم کو چھوڑا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول کیا اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما دیا۔ (مسند عبدالرزاق 171/6)

نبی علیہ السلام کے اِحسانات ہمارے اوپر اتنے ہیں کہ ایک ایک بات بتا گئے اور سمجھا گئے۔ قربان جایئے اپنے اس نبی پر جس نے حیا اور پاک دامنی کی زندگی پر قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کی بشارت بھی دی۔ (متفق علیہ بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یہ شادی آدمی کے لیے ایک بہت بڑی مدد کرنے والی چیز اور معاون ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت! کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ اندر سے گناہ کا اِرادہ ہی ختم ہو جائے۔ تو بھئی! ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ ارادۂ گناہ ہی نہ ہو۔

غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی کا نقصان

کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ پرانی اُمتوں میں ایک عبادت گزار آدمی تھا۔ 60 سال اُس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ساٹھ سال کے بعد من جانب اللہ آزمائش مقصد ہوئی۔ وہ تنہا عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی عبادت کی جگہ پر ایک عورت آئی اور چھ دن اس عابد کے قریب رہی۔ وہ عابد اس کے ساتھ گناہ میں ملوث ہوگیا۔ اندازہ کیجیے کہ ساٹھ سال کی عبادت میں نفس سیدھا نہیں ہوا، اور ساٹھ سال کی عبادت کے بعد نامحرم نظر آئی تو وہ زنا میں ملوث ہوگیا۔ بہر حال شرمندگی ہوئی تو اُس نے توبہ کی کہ یہ میں کیا کر بیٹھا۔ 60 سال کی عبادت ایک طرف اور 6 راتیں ایک طرف۔

چناں چہ اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی۔ اس کے پاس روٹی تھی۔ اُس نے کہا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا، میں توبہ کرتا رہوں گا۔ غرض وہ مانگتا رہا، گڑگڑاتا رہا۔ اللہ کی شان کہ ایک سائل آگیا جبکہ روٹی ایک تھی یا 3 تھیں۔ اُس نے وہ ایک روٹی یا 3 روٹیاں اس سائل کو دے دیں اور پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی 60 سال کی عبادت کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں 6 راتیں۔

کہتے ہیں کہ کروبات ساری رات۔ اتنا آسان نہیں ہے یہ جملہ۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ جو راتیں ''کروبات ساری رات'' والی وہ دوسرے پلڑے میں رکھ دی گئیں تو پھر معلوم ہوگا کہ یہ کیا ہوگیا۔

اس واقعہ میں ہے کہ 60 سال کی عبادت کی قیمت کوئی نہ لگی اور وزن گھٹ گیا جبکہ 6 راتوں کا گناہ بڑھ گیا۔ پھر کیا تھا؟ معاملہ سخت ہوگیا۔ آگے لکھا ہے کہ وہ جو مرتے وقت روٹی صدقہ کی تھی وہ نامۂ اعمال میں رکھی گئی تو نیکی کا پلڑا بھاری ہوا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

نفس پر خود اعتمادی نہیں کرنی چاہیے

اس لیے زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہیں آتا کہ انسان اپنے نفس کے اوپر اعتماد کرے کہ میں اب ذکر کرکے اور دین کا کام کرکے اتنا پکا ہو چکا ہوں کہ اب یہ عورت کا ہتھیار میرے اوپر اَثر انداز نہیں ہوگا۔ اس بھول میں کبھی کوئی نہ آئے۔ بات اُصول کی ہے ذرا سمجھیے! اللہ ربّ العزّت نے مخلوقات مختلف بنائی ہیں۔ ایک مخلوق سراپا خیر ہے، وہ فرشتے ہیں۔ اور ایک مخلوق سراپا شر ہے، وہ شیاطین ہیں۔ اور ایک مخلوق ایسی ہے جو خیر اور شر کا مجموعہ ہے، وہ حضرتِ انسان ہے۔ دنیا میں بُرے سے بُرے آدمی کے اندر بھی کہیں نہ کہیں سے کوئی خیر نکل آئے گی، اور بہترین سے بہترین آدمی کے

اندر بھی کوئی نہ کوئی برائی ہوگی۔ شریعت نے ہمیں یہ نہیں کہا کہ سو فیصد خیر کو غالب کرو، بلکہ فرمایا کہ خیر کو غالب کرو، سو فیصد کی بات نہیں۔ جو انسان خیر کو غالب کر لے وہ کامیاب، جس کی خیر مغلوب ہوجائے شر غالب ہوجائے وہ ناکام۔ تو خیر اور شر دونوں نے ساتھ چلنا ہے۔ اعمال میں نیکیاں بھی تولی جائیں گی، گناہ بھی تولے جائیں گے۔ سو فیصد انسان نیک ہوجائے اور اس کے اندر سے بالکل برائی کے ارادے اور خواہشات بھی نکل جائے، ایسا اللہ نے بنایا ہی نہیں۔

بے فکری اور بربادی

ایک اور عابد کا واقعہ بھی کتابوں میں ملتا ہے۔ جوان طبقہ اسے دل کے کانوں سے سنے، بوڑھے بھی سنیں! آج کل خواتین روتی پھرتی ہیں۔ فون کرتی ہیں کہ سفید داڑھی ہے میرے شوہر کی، اتنے بچوں کا باپ ہے اور نامحرموں سے تعلقات ہیں۔ مجھے تو دن رات یہ فون آتے ہیں۔ میں تو اللہ سے دعا کرتا ہوں اور اللہ سے مانگتا ہوں کہ عافیت کے ساتھ، کلمے کے ساتھ بلا لیجیے۔ ایک خاتون نے بتایا کہ اس کا 17 سال کا لڑکا پڑوسن کی بچی کے ساتھ Invole ہے۔ بتایئے! وہ ماں کہاں جائے۔ ایک بچہ میرے پاس آیا 17 سال کی عمر کا۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ 17 سال چھوٹی عمر ہے۔ خیر ہے، کوئی بات ہی نہیں۔ ویسے بھی ان معاملات میں ہماری حیا کا جنازہ نکلا ہوا ہے۔ یاد رکھیے کہ خیر، اور سراسر خیر تو صرف نبی علیہ السلام کی بات ماننے میں ہے۔

وہ سترہ سالہ نوجوان میری دکان پر آیا۔ کہتا ہے کہ حضرت! ایک ہفتہ مشکل سے نکالتا ہوں مجھے گناہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ کہا کہ کچھ بھی نہیں بس تایا، چچا، پھوپھی، خالہ کی بیٹیاں میرے لیے کافی ہیں۔ دن رات یہ معاملات ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ

اس لیے کہ ہم معاملات کو Easy لیتے ہیں کہ خیر ہے، کوئی بات نہیں، ابھی بچہ ہے۔ آپ گناہوں کا راستہ ہموار کر رہے ہوتے ہیں۔ خیر صرف نبی علیہ السلام کی بات کو سو فیصد ماننے میں ہے، درمیانی راستہ نکالنے میں کوئی خیر نہیں۔ صراطِ مستقیم سے انسان ہٹ گیا۔

برصیصا راہب کا واقعہ

بنی اسرائیل کا ایک عبادت گزار تھا جس کا نام برصیصا یا برصیص تھا۔ لوگوں میں اس کی عبادت کا بڑا چرچا تھا۔ شیطان نے اس کو بہکانے کے لیے بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ بہرحال شیطان نے Long term planning کی کہ میں نے اس کو بہکانا ہے۔ اس زمانے میں جو بادشاہ تھا اس کے 3 بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ شیطان نے Plan کیا کہ میں برصیصا کو گناہ میں ملوث کروں۔ برصیصا نے عبادت کے لیے ایک چھوٹی جگہ بنائی تھی، وہ وہیں رہتا تھا۔ اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا۔ بس اپنی عبادت کیا کرتا تھا۔ شیطان نے اس پر غور کیا، دیکھا کہ دس دن میں وہ ایک مرتبہ کھڑکی سے جھانکتا ہے، اور نو دن روزے رکھ کر دسویں دن افطار کرتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ یہ میرے لیے کافی ہے۔

اب اس نے برصیصا کی کھڑکی کے سامنے مصلیٰ بچھایا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ نورانی وار کیا۔ برصیصا نے دیکھا کہ اس سے بھی بڑا کوئی عبادت گزار ہے تو وہ حیران ہو گیا۔ کئی دنوں تک دیکھتا رہا۔ ایک دن بارش تھی تو سوچا کہ آج دیکھوں تو سہی۔ دیکھا تو وہ (شیطان) بارش میں بھی کھڑا ہو کر عبادت کر رہا ہے۔ اب برصیصا کے دل میں اس کی جگہ بننی شروع ہو گئی۔ جب چند دن ہفتے گزرے تو برصیصا نے کہا کہ دیکھو بھئی! تم اندر آ کر عبادت کر لو، باہر دھوپ بھی ہوتی ہے۔ یہاں میں نے بھی عبادت

کرنی ہے، تم بھی عبادت کرلو۔ شیطان تو شیطان ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ یہ نورانی وار کام کر رہا ہے تو اس نے بناوٹی انداز میں کہا: میاں! اپنے کام سے کام رکھو، میں یہاں باتیں کرنے تھوڑی آیا ہوں، مجھے عبادت کرنی ہے۔ برصیصا بہت Impress ہوا کہ بڑی پہنچی ہوئی ہستی ہے۔

کچھ اور دن گزرے تو شیطان نے اپنے مصلّٰے کو کھڑکی کے قریب کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایسا موقع آیا کہ موسم خراب تھا یا کوئی اور وجہ تھی تو برصیصا نے اسے آواز دی کہ یہاں آجاؤ، میں آپ سے بات نہیں کروں گا۔ شیطان نے کہا کہ ہاں بھئی! مؤمن کو مؤمن کی بات مان لینی چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ اندر آگیا اور عبادت میں لگ گیا۔ ہفتے، مہینے اور پھر پورا سال گزرا لیکن شیطان کی اس عبادت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جب شیطان کا مشن مکمل ہوگیا تو جاتے جاتے کہنے لگا: دیکھو! میں جا رہا ہوں، اور چوں کہ تم میرے عبادت کے ساتھی ہو تو میں جاتے ہوئے تمہیں ایک دَم بتاتا ہوں کہ کسی بیمار کو کردو گے تو وہ ٹھیک ہوجائے گا۔ برصیصا نے کہا کہ مجھے کسی دَم کی ضرورت نہیں ہے۔ شیطان نے کہا کہ بڑے ہی بے شرم آدمی ہو، اتنی محنتوں اور مجاہدے سے جو چیز مجھے ملی ہے تمہیں دے رہا ہوں، اور تمہیں قدر ہی کوئی نہیں۔ بہرحال برصیصا نے اس کا دل رکھنے کے لیے کہا کہ بتاؤ بھئی! کیا ہے؟ اس نے دَم سکھا دیا کہ کسی بیمار پر کروگے تو وہ ٹھیک ہوجائے گا۔

اس کے بعد شیطان اپنے ٹارگٹ کے فیز 2 کے لیے نکلا۔ وہ فیز 2 کیا تھا؟ بادشاہ کی بیٹی۔ بادشاہ کی بیٹی کے اندر اس ملعون نے اثر ڈال دیا اور وہ مجنونہ ہوگئی، پاگل سی ہوگئی۔ بادشاہ نے بہت علاج کروائے۔ بڑے بڑے ڈاکٹرز، حکیم حضرات آئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کسی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ جی! آپ نے بڑے حکیم اور طبیب

دیکھ لیے، کوئی دَم والے کو بھی دیکھ لو۔ بادشاہ نے کہا کہ ایسا کون ہے؟ بتلایا گیا کہ برصیصا راہب۔ ہمارے علاقے میں سب سے نیک آدمی ہے، لیکن وہ یہاں نہیں آئے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو بلاؤ، وہ آئے گا تو ٹھیک ہے، نہیں تو ہم اپنی بیٹی کو لے کر وہاں چلے جائیں گے۔ مختصر یہ کہ برصیصا نے تو آنے سے انکار کر دیا اور بادشاہ بیٹی کو لیے وہاں پہنچ گیا۔

برصیصا نے دَم کیا تو شیطان نے اپنا اَثر اُٹھا لیا اور وہ بچی ٹھیک ہوگئی۔ بس اب کیا تھا، لوگوں کو یقین ہوگیا کہ جناب! یہ برصیصا کے دَم سے ٹھیک ہوئی ہے۔ اب شیطان ہر دو چار دن یا ہفتے کے بعد دوبارہ اَثر ڈالتا، وہ پھر پاگل یا مجنونہ سی ہوجاتی اور برصیصا پھر دَم کرتا وہ پھر ٹھیک ہوجاتی۔ کچھ عرصے میں ہی لوگوں کا اعتقاد بن گیا کہ برصیصا کے دَم میں شہزادی کا علاج ہے۔ یہ شیطان کا فیز 2 تھا۔

اللہ کی شان اُس زمانے میں کسی برابر والے ملک کے بادشاہ نے اس ملک پر حملہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمیں تو دِفاع کے لیے جانا ہے۔ شہزادوں سے کہا کہ تم نے بھی ساتھ چلنا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ بیٹی کو کہاں چھوڑیں؟ یہ بیمار بھی ہوجاتی ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد سب نے طے کر لیا کہ اسے برصیصا کے پاس چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنی عبادت میں لگا رہے گا، اگر یہ بیمار بھی ہوئی تو وہ دَم بھی کر دے گا۔ شیطان بہت خوش ہوا کہ میری چال رنگ لے آئی۔

الغرض بادشاہ اپنی بیٹی کو برصیصا کے پاس لے آیا۔ برصیصا نے کہا کہ خدا کی پناہ! بھلا ایک نامحرم میرے پاس کیوں کر رہ سکتی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی تم فکر نہ کرو۔ تمہارے گھر میں نہیں رہے گی، سامنے کمرہ بنا کر دیتا ہوں، وہاں رہے گی۔ بیمار بھی ہے، علاج بھی آپ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ہم فارغ ہو کر آجائیں تو واپس لے جائیں

گے۔ بہر حال بات چیت کے بعد برصیصا مان گیا۔ بادشاہ نے اس کے سامنے ایک جگہ بنوائی اور اپنی بیٹی کی رہائش کا انتظام کر دیا۔ بچی برصیصا کے گھر کے سامنے رہنے لگی۔ ایک دن برصیصا کے دل میں آیا کہ میں اکیلے کھانا کھاتا ہوں، یہ شہزادی ہے پکانا آتا بھی ہے یا نہیں؟ ایسا کرتا ہوں کہ آدھا میں کھالیا کروں گا، آدھا یہ کھالیا کرے۔ بیمار بھی ہے، اکرام بھی ہوجائے گا۔ چناں چہ اس نے کھانا بنا کر شہزادی کو دینا شروع کر دیا۔

چند ایک دن کے بعد شیطان نے برصیصا کے دل میں ڈالا کہ تو اکیلے ہی عبادت کرتا ہے، اس کو بھی سمجھا کہ وہ بھی عبادت کرے، ایک سے دو ہوجائیں گے۔ کہنے لگا کہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن کیسے ہو؟ شیطان نے کہا کہ تم اپنی چھت پر جاؤ اور اسے اس کے گھر کی چھت پر بلاؤ، وہاں سے تم اسے سمجھا دینا کہ کیسے عبادت کرنی ہے۔ پردہ بھی ہوگا، بات بھی پوری ہو جائے گی۔ چناں چہ برصیصا نے اس طریقے سے دعوت دینی شروع کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد شیطان نے دل میں ڈالا کہ تم اِدھر چھت پر کھڑے ہوتے ہو، وہ اُدھر چھت پر کھڑی ہوتی ہے۔ شہزادی ہے، جوان ہے، کوئی دیکھے گا تو باتیں بنائے گا۔ ایسا ٹھیک نہیں ہے، بلکہ تم ایسا کرو کہ اس کے دروازے کے باہر کھڑے ہوکر بات کرلیا کرو، پردہ تو ہوگا ہی سہی۔ چناں چہ برصیصا اب شہزادی کے دروازے پر کھڑے ہوکر اسے تعلیم دیتا۔ اس دوران شیطان نے شہزادی پر بھی نیکی کے اثرات ڈالنے شروع کر دیے، یہاں تک کہ وہ بڑی عبادت گزار بن گئی۔ برصیصا بڑا خوش ہوا کہ میری تربیت سے یہ بھی عبادت گزار بن گئی ہے۔ لڑکی بھی چوں کہ بالکل نارمل رہنے لگی تھی، وہ بھی خوش تھی کہ اب وہ ٹھیک بھی ہوگئی ہے اور عبادت گزار بھی بن گئی ہے۔

اس کے بعد شیطان نے گھناؤنا وار کیا اور دل میں ڈالا کہ تم باہر کھڑے ہوکر اسے تعلیم

دیتے ہو، آنے جانے والوں کی نظریں پڑتی ہیں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے، آخر کیا حرج ہے کہ اندر جا کر اسے تعلیم دے آؤ۔ پوری آواز تو باہر سے اندر ویسے بھی نہیں جاتی ہوگی، کتنی بار اونچا بھی بولنا پڑتا ہے۔ اور اب تو وہ شہزادی بھی نیک اور پرہیزگار بن گئی ہے، اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ شیطان لعین نے ایسا سمجھایا کہ یہ اندر داخل ہوگیا اور بھول گیا کہ نامحرم کے ساتھ تنہائی حرام ہے۔ کسی شریعت میں اللہ نے نامحرم کے ساتھ تنہائی کی اجازت نہیں دی۔ نامحرم کے ساتھ تنہائی تمام شریعتوں میں حرام رہی ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ مقصد اگرچہ اُونچا ہے کہ دین کی تعلیم دینی ہے، عبادت کرنا سکھانا ہے، مگر جس راستے کو خود اللہ ربّ العزّت نے حرام بتلایا ہے، اس پر چل کر کبھی خیر وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔ چناں چہ کچھ دنوں کے بعد دین کی تعلیم تو ختم ہوگئی اور آپس کی باتیں اور ملاقاتیں شروع ہوگئیں اور کرتے کرتے وہ کچھ ہوگیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ چند مہینے کام چلتا رہا، انہوں نے میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنی شروع کردی۔ اب دین گیا اور بے حیائی آگئی اور اِدھر سے حمل ٹھہر گیا۔

اس دوران شہزادے بھی آگئے۔ بہن سے ملے تو بہن نے بڑی تعریف کی کہ برصیصا بڑا اچھا آدمی ہے اور میں اس کے ساتھ اب عبادت کرنے لگ گئی ہوں۔ چند دن بعد آجاؤں گی۔ بھائی مطمئن ہوگئے کہ بہن ٹھیک بھی ہے اور خوش بھی۔ یہاں برصیصا گھبرا گیا کہ اب کیا ہوگا؟ یہ مسئلہ تو بڑا خراب ہے، اگر ولادت ہوگئی تو میری زندگی بھر کی کمائی چلی جائے گی۔ شیطان نے دل میں ڈالا کہ فکر نہ کر، تو بھی گناہ چھپائے گا اور یہ بھی چھپائے گی۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ایک ہوتا ہے گناہ کو غلطی سے کر جانا، اور ایک ہوتا ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے بار بار کرنا اور کرتے چلے جانا، اس سے انسان کی عقل

ختم ہو جاتی ہے یعنی پھر عقل کام نہیں کرتی۔ شیطان نے دل میں ڈالا کہ جب بچہ پیدا ہو گا تو اس کو قتل کر دینا۔ شہزادی کی بھی عزّت کا مسئلہ ہے اور تمہاری بھی، لہٰذا وہ تمہارا ساتھ دے گی۔ اللہ کی شان کہ بچہ پیدا ہو گیا۔ برصیصا نے شیطان کے سمجھائے ہوئے طریقے کے مطابق بچے کو قتل کیا اور دفنا دیا۔ یہ بنی اسرائیل کا عبادت گزار آدمی ہے جسے شیطان نے اوّل زنا میں مبتلا کیا، اور پھر اس کے بعد قاتل بھی بنا دیا۔ پہلے ہی دروازے پر رُک جاتا تو نہ زانی ہوتا، نہ قاتل ہوتا۔

ہمارا المیہ

یہ بات ہمیں بھی سمجھ نہیں آتی۔ ہم بھی اپنے لیے راستے ڈھونڈتے ہیں، اور بات پوری شریعت کی کرتے ہیں۔ کسی کو کہیں کہ بیٹا! شادی سنت کے مطابق کرلو، کہتا ہے کہ ناک کٹ جائے گی، برادری میں بے عزّتی ہو جائے گی۔ جو شریعت کی بات کرے وہ دقیانوسی آدمی ہے۔ پرانے خیالات کا ہے۔ دورِ حاضر کو نہیں جانتا۔ اسے سوسائٹی کا پتا نہیں ہے۔ زمانے کے ساتھ نہیں چلے گا تو اسے کون پوچھے گا۔ یہ ہمارے القابات ہوتے ہیں۔

دوسرا قتل

شہزادی تو ماں بن چکی تھی۔ ہوش آیا تو ممتا جاگ اٹھی اور اس نے کہا کہ میرا بچہ کہاں ہے؟ برصیصا نے آئیں بائیں شائیں کی تو وہ رونے لگی کہ مجھے بچہ چاہیے، مجھے بچہ چاہیے۔ میرا بچہ کہاں ہے، میرا بچہ کہاں ہے؟ برصیصا تو پریشان ہو گیا کہ یہ قضیہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ شیطان نے دل میں ڈالا کہ پہلے تو چھپاتی نہ چھپاتی ساری باتیں الگ تھیں، اب تو یہ نہیں چھپائے گی۔ اس نے چلّانا شروع کر دیا تو سب ہی کو پتا لگ جائے

گا۔ اگر تو اپنی عزّت بچانا چاہتا ہے تو اس کو بھی مار دے۔ چناں چہ اُس نے دوسرا قتل بھی کر دیا اور اس کو بھی دفنا دیا۔ اللہ اکبر کبیرا!

جیسے گناہ کر کر کے عقل ختم ہو جاتی ہے، ایسے ہی موبائل فون استعمال کر کر کے عقل ختم ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ کی، استاذ کی باتیں اثر نہیں کرتیں۔

برصیصا سب کاموں سے فارغ ہو کر واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور اللہ اللہ کرنے لگا۔ اُدھر سے بادشاہ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اب جاؤ اور اپنی بہن کو لے آؤ۔ تینوں شہزادے بہن کو لینے آئے تو وہ ملی نہیں۔ برصیصا سے پوچھا تو اس نے بڑی معصوم صورت بنا کر کہا کہ بڑی عبادت گزار بن گئی تھی، لیکن چوں کہ بیمار تھی اور میں نے بڑا اس کا علاج کیا، لیکن ایک دن طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور وہ مرگئی۔ یہ اس کی قبر ہے۔ برصیصا نے قبر کی نشاندہی کر دی۔ بھائی رو دھو کر کے واپس چلے گئے اور اپنے والد (بادشاہ) کو بتلا دیا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔

اب شیطان نے ایک اور کام کیا۔ وہ کیا تھا؟ دل کے کانوں سے سنیے! تینوں شہزادوں کے خواب میں ایک ہی رات آیا۔ اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بہن کہاں ہے؟ ہر ایک نے یہی کہا کہ برصیصا کے پاس بیمار تھی، مرگئی ہے، قبر بھی دیکھ کر آئے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ کوئی نہیں، سب جھوٹ ہے۔ برصیصا نے اِس اِس طرح کیا ہے، اور یہ یہ ماں اور بچے کی قبریں ہیں۔ صبح جمع ہوئے تو ایک نے اپنا خواب سنایا کہ میں نے اس طرح دیکھا ہے۔ دوسرے اور تیسرے نے بھی اس کی تائید کی کہ ہم نے بھی یہی دیکھا ہے۔ چناں چہ طے کیا کہ ہم ضرور تحقیق کریں گے۔ تینوں بھائی فوج لے کر وہاں پہنچ گئے۔ شیطان نے جو قبریں خواب میں دِکھلائیں تھیں، دونوں کو کھولا تو شہزادی کی لاش بھی برآمد

ہوگئی اور چھوٹے بچے کی بھی برآمد ہوگئی۔

برصیصا نے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف کرلیا۔ اقرارِ جرم کے بعد عدالت نے حکم دیا کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ پھانسی کا انتظام کیا گیا اور برصیصا کو تختہ دار پر لایا گیا۔ جب رسا گردن پر آ گیا تو عین اس موقع پر جب جلاّد نے رسے کو کھینچنا تھا اور پھانسی دینی تھی۔ عین اس موقع پر شیطان اسی عبادت گزار کی شکل میں آیا، جس میں اس نے برصیصا کے ساتھ ایک سال عبادت کی تھی۔ اُسی شکل میں آکر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں! تم وہی ہو جس نے میرے ساتھ ایک سال عبادت کی تھی۔ شیطان نے کہا کہ ٹھیک پہچانا، میں وہی ہوں جس نے عبادت کی تھی۔ وہ دَم میں نے تمہیں سکھایا تھا، شہزادی کی طبیعت کی ناسازی میں میرا کردار تھا، زنا میں نے تم سے کروایا، پہلا قتل میں نے ہی تم سے کروایا، دوسرا بھی تم سے کروایا، پھر تمہاری ساری حرکتوں کی رپورٹ شہزادوں کو میں نے ہی دی۔ اور اگر میں چاہوں تو تمہیں پھانسی کے پھندے سے بچا بھی سکتا ہوں، میرے علاوہ اور کوئی بچا نہیں سکتا۔

جو لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں، موبائل فون کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، ان کی عقل ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ عقل کی رَتی نہیں رہتی، خالی شہوت باقی رہتی ہے۔ برصیصا پریشان تو تھا ہی، شیطان سے پوچھا کہ ہاں! بتاؤ کہ میں کون سا عمل کروں کہ تم مجھے بچا لو گے؟ شیطان نے کہا کہ تم اتنا اِقرار کرلو کہ خدا نہیں ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ! میں تمہیں بچا لوں گا اور تم بچ جاؤ گے۔ اب عقل تو ختم ہوچکی تھی، چناں چہ اس نے دل میں سوچا کہ میں ابھی کہہ دیتا ہوں کہ خدا نہیں ہے، بعد میں جا کر توبہ کرلوں گا اور اللہ کو منا لوں گا۔ آج ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ابھی تو موقع ہے، زندگی پڑی توبہ کرنے کو، ابھی

گناہ کرلو بعد میں توبہ کرلیں گے۔ یہی بات اس نے بھی سوچی اور اس نے زبان سے کہہ دیا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ کہ خدا نہیں ہے۔ یہ کفریہ جملہ زبان سے نکلا اور اُدھر سے جلاد نے رسا کھینچا اور ایک عبادت گزار کی موت کفر پر آگئی۔ شیطان کا کام تو چوں کہ پورا ہو گیا تھا تو وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا:

قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الحشر:16)

''میں تجھ سے بری ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے''۔

یہ پورا واقعہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تفسیر قرطبی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

بے نکاح نہیں رہنا چاہیے

جب نامحرم اکھٹے ہوتے ہیں، گناہ کر کے ہی رہتے ہیں اس لیے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے بچنے کا، ''نکاح'' اور جلد سے جلد نکاح۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق کیوں کہتے ہیں؟ حق اور باطل میں تمیز کرنے والا۔ فاروق کا مطلب یہی بنتا ہے۔ کتنی مرتبہ یہ ہوا کہ ان کی زبانِ مبارک سے جو بات نکلی اللہ ربّ العزّت نے اس پر مہر لگا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر ڈال دیا ہے''۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب: باب فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ) ایک روایت میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''اے ابن الخطّاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے جہاں سے آپ گزر رہے ہوتے ہیں''۔ (متفق علیہ) بڑوں کی بات بھی بڑی ہوتی ہے۔ بادشاہوں کا کلام بھی کلاموں کا بادشاہ ہوا کرتا ہے۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان سے پوچھا کہ کیا تم نے نکاح کیا ہے؟

اس نے کہا کہ نہیں۔ وہ نوجوان ہر اعتبار سے شادی کے قابل تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا تم احمق ہو، یا پھر گناہ گار ہو۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: 170 /4)

غنی یا ولی یہ دو لفظ ہیں، دو طرح کے لوگ ہیں جو گناہ سے بچ سکتے ہیں۔ ولی وہ جس کے دل میں خدا کا خوف ہو، اور غنی وہ جو پاگل ہو۔ ورنہ آج کے اس دور میں گناہوں سے بچنا، بے حیائی سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے نکاح کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ حضرت عکّاف رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزری جس میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سب سے بدترین اور سب سے زیادہ ذلیل وہ ہے جو بے نکاح ہے۔

(مسند عبدالرزاق: 171 /6)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت حکمت دی تھی۔ ان کا دَور آج تک مثالی دَور کہلاتا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ مجھے اس نوجوان سے سخت خوف ہے جس نے شادی نہیں کی، یہ گناہوں میں پڑ جائے گا۔ (کنز العمال: 487)

اپنی عزت کو، عفت کو، پاک دامنی کو نہیں بچا پائے گا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت

نبی علیہ السلام کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اِرادہ کیا کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ جب اس ارادے کا اُن کی بہن اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ عبداللہ! تم ایسا نہ کرنا۔ بھائی! تم شادی کرو، اس سے تمہاری اولاد ہوگی، اولاد اگر چھوٹی عمر میں انتقال کر گئی تو تمہارے لیے نجات کا ذریعہ بنے گی، اور اگر بڑی ہوگئی تو خیر و برکت کا ذریعہ بنے گی۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ: 176/6)

باپ پر گناہ

حضرت عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تورات میں لکھا ہے کہ جس لڑکی کی عمر 12 سال ہوجائے، اور اس کا ولی نکاح نہ کرے (ٹال مٹول سے کام لے) اور بچی سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کا گناہ باپ کو ہوگا''۔ (شعب الایمان للبیہقی)

یعنی پرانی اُمتوں سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ شادی میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ اور آج کل جو فیشن کا ماحول ہے، اور اپنے آپ کو Expose کرنے کا ماحول ہے، اس کے اندر اپنے آپ کو بچا لینا واقعتاً اللہ کا خاص کرم ہے۔ اللہ کا کرم ہوگا تو بچے گا ورنہ بچنا مشکل ہے۔ نبی علیہ السلام بے نکاح رہنے سے، اور بچوں و بچیوں کو بے نکاح رکھنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ عذر تراشنا کہ پاؤں پر کھڑا نہیں ہوا، یا ابھی تو پڑھائی کے دن چل رہے ہیں، لڑکا اسٹینڈرڈ کا نہیں ملا ہے، پھر اگر ان بچوں سے گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو یہی باپ گناہ گار ہوگا۔ یہ زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔

دیگر اُمتوں پر فخر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نکاح کا حکم دیتے، اور بے نکاحی زندگی گزارنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ خوب محبت کرنے والی، بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو، میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا۔ (بلوغ المرام لابن حجر عسقلانی بحوالہ مسند احمد، سنن ابی داؤد)

علماء نے لکھا کہ وہ آدمی جو نکاح نہیں کرتا اصل میں شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے۔ شیطان جیسے چابی بھرتا ہے اس کا جسم ویسے ہی گناہ میں لگ جاتا ہے۔

اصحابِ رسول ﷺ کی چاہت

دو عظیم صحابیٔ رسول ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں، اور بہ کثرت روایات کرتے ہیں۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ الامت ہیں، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اَعلم بالحلال والحرام ہیں۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر مجھے پتا لگ جائے کہ میری عمر کے صرف 10 دن باقی ہیں اور اس حال میں میری بیوی کا انتقال ہوجائے تو میں اس حال میں بھی شادی کروں گا، کیوں کہ میں بے نکاح اللہ کے سامنے نہیں جانا چاہوں گا۔

(أوجز المسالک إلی موطأ إمام مالك: کتاب النکاح)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ اللہ کی شان کہ دونوں کا انتقال ساتھ ہوا، اور ایک ہی دن دفن ہوئیں۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خود طاعون میں مبتلا تھے۔ اس حال میں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میری شادی کرواؤ، میں اللہ کے سامنے اس دنیا سے اس حال میں نہیں جانا چاہتا کہ میری بیوی نہ ہو۔ (شرح احیاء: 288)

غرض یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نکاح کا اتنا اہتمام فرماتے تھے۔

حکایت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ معمر نے ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ ایک نوجوان ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا! تم نے قرآن حفظ کرلیا؟ نوجوان نے کہا کہ جی کرلیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تم نے حج کرلیا؟ اس نے کہا کہ الحمد للہ! کرلیا۔ پھر پوچھا کہ تم نے شادی کرلی؟ اس نے کہا کہ نہیں، شادی تو نہیں کی۔ پوچھا کہ تمہیں شادی سے کس چیز نے روکا؟ حالانکہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی کا

آخری دن بھی باقی رہ جائے اور میری بیوی دنیا میں نہ ہوتو میں شادی کر کے جانا چاہوں گا۔

نکاح کی خوبیاں

نبی علیہ السلام نوجوانوں کو شادی کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور اگر وہ کسی عذر کی وجہ سے فوراً شادی نہ کر پاتے تو فرماتے کہ تم کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرو۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے نوجوانو کی جماعت! جو تم میں نکاح کی طاقت رکھے وہ نکاح کرے، یہ نگاہوں کو جھکانے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے۔ اور جو نکاح نہ کر سکے اس کو لازم ہے کہ وہ روزے رکھے، یہ شہوتوں کو روکتا ہے''۔ (صحیح بخاری: 255/2)

نوجوان اپنی حفاظت کریں

جو نوجوان سچے دل سے چاہتے ہیں کہ حلال زندگی گزاریں اور بظاہر ابھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے اور گناہ میں پڑنے کا قوی امکان ہے، انہیں چاہیے کہ وہ مسلسل روزے رکھیں۔ دو چار روزوں سے کچھ نہیں ہوتا، مسلسل روزے رکھیں، اتنے روزے رکھیں کہ ناجائز شہوت ختم ہوجائے یا اس پر کنٹرول آجائے۔ ساتھ میں نگاہوں کی حفاظت کریں اور اللہ والوں کی صحبت بھی اختیار کریں، اور ذکر کی پابندی بھی کریں۔ یہ نبی علیہ السلام کا بتایا ہوا عمل ہے، اس سے بڑھ کر اور کوئی مجرّب عمل نہیں ہوسکتا۔

شادی کے بعد وسعت ملنا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی نکاح اس لیے نہیں کرتے کہ ابھی گنجایش نہیں ہے، یا مال کم ہے۔ جب ذہنوں میں بڑے خیالات بٹھائیں گے تو نکاح مہنگا ہوتا جائے گا، اور حرام کا

راستہ کھلے گا۔ ہاں! اگر واقعی سچی نیت ہے کہ مجھے حلال زندگی گزارنی ہے تو پھر شادی سادی کر کے برکتوں کو گھر میں لائیں گے۔ اس کے بارے میں بھی نبی علیہ السلام کا ارشاد سن لیں:

امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تم شادی کرو، یہ عورتیں تمہارے لیے مال لے کر آتی ہیں''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 127)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور: 32)

ترجمہ: اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے فضل یعنی غنیٰ کو نکاح میں تلاش کرو۔ اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد فرماتے کہ اگر تم تنگ دست ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پاک نے نکاح کا حکم دیا ہے، اور اس کی رغبت دلائی ہے، اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آزاد اور غلاموں کا نکاح کریں، اور اس نکاح پر اُن سے غنیٰ یعنی مال کا وعدہ کیا ہے۔ (تفسیر طبری: 166/19)

یہ اللہ کے وعدے ہیں۔ اسی لیے سنت اور شریعت کے مطابق نکاح کرنے سے عفت و پاک دامنی بھی محفوظ ہوتی ہے اور مال بھی ملتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کر لو۔ (تاریخ بغداد: 365/1)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم نکاح کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ اپنے اس غنیٰ کے وعدے کو پورا کریں گے جو تم سے کیا ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: 2582/ 8)

شادی کے بعد اخراجات بڑھتے ہیں۔ پہلے اکیلے کا مقدر تھا، اب دوسرے کا مقدر بھی اس کے ساتھ جڑ گیا، آگے اولاد ہوگی تو ان کا مقدر بھی جمع ہوگا۔ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ کھانے والے بڑھ جائیں گے، یہ سوچیں کہ مقدر کی روزی بڑھ جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت بڑھ جائے گی۔ جو چاہے دیکھ لے کہ شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے وُسعت سے نوازا ہوگا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور عام ترتیب بھی یہی ہے۔ ہاں! شادی کے بعد اگر کوئی سودی معاملات میں ملوّث ہوگیا، یا جوئے میں ملوّث ہوگیا، کوئی خاص گناہ میں مبتلا ہوکر پکڑا گیا تو وہ معاملہ الگ ہے۔

وُسعت کیسے معلوم ہوگی؟

اس وُسعت کو جاننے ایک بڑا آسان طریقہ ہے۔ اس دفعہ آپ نے کتنی زکوٰۃ دی؟ اس کو دیکھیں۔ 5 سال پہلے کتنی دی تھی؟ 15 سال پہلے کتنی دی؟ 20 سال پہلے کتنی دی تھی اس کو دیکھیں، ابھی پتا لگ جائے گا۔ پہلے سائیکل بھی نہیں تھی، پھر موٹر سائیکل آگئی، پھر گاڑی آگئی۔ بس اللہ کی طرف سے رحمتیں بڑھ رہی ہیں۔ کوئی بھی چیک کرلے کہ نکاح کی وجہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ ہاں! یہ کفر کا پروپیگنڈا ضرور ہوسکتا ہے کہ یہ ہوجائے گا، وہ ہوجائے گا۔ اللہ ربّ العزّت کی ذات بہت مہربان ہے، اس کی عنایتیں بڑھ جاتی ہیں۔

پاک دامنی پر جنت کی بشارت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے قریش کے نوجوانوں سے فرمایا:

’’اے قریش کے جوانو! اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، زنا نہ کرنا۔ غور سے سن لو! جو اپنی جوانی کی حفاظت کرے گا (عفت اور پاک دامنی کی زندگی گزارے گا) اس کے

لیے جنت ہے''۔(مستدرکِ حاکم: 358/4)

غورتو کیجیے کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے جنت کی بشارت دی جارہی ہے۔موبائل فون کے صحیح استعمال پر جنت کی بشارت مل رہی ہے۔Facebook،Whatsapp پر تصویریں نہ لگانے پر جنت کی بشارت مل رہی ہے۔جو کوئی عفت اور پاک دامنی کے لیے شادی کرتا ہے، اللہ ربّ العزّت اس کی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ 3 بندوں کی اللہ پاک ضرور مدد فرماتے ہیں:

1. ایک وہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کررہا ہو۔
2. دوسرا وہ غلام جو اپنا بدلِ کتابت دے کر آزاد ہونا چاہتا ہو۔ یہ غلاموں کے زمانے کی بات ہے، جب غلام ہوا کرتے تھے۔
3. تیسرا وہ نکاح کرنے والا جس کی نکاح سے نیت پاک دامن رہنے کی ہو (نیت میں کھوٹ نہ ہو)۔(سنن ترمذی: 1655)

نیتیں مختلف ہوتی ہیں۔صحیح نیت نکاح کی یہ ہے کہ میں پاک دامن رہوں، میری شرم گاہ محفوظ رہے۔تو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد و نصرت اس نوجوان کے ساتھ ہوتی ہے جو کسی اور وجہ سے شادی نہیں کرتا، فقط اپنی پاک دامنی کو محفوظ رکھنے کے لیے شادی کرتا ہے۔

شیطان کا دُکھ

جو جوان 20، 22 سال کی عمر میں شادی کرتا ہے تو سب سے زیادہ دُکھ شیطان کو ہوتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو نوجوان اپنی ابتدائی عمر میں شادی کرلیتا ہے وہ شیطان کے نرغے سے بچ جاتا ہے۔ شیطان

افسوس کرتا ہے کہ اس کا دین اُس سے محفوظ ہوگیا''۔(مطالب عالیہ:12، 35)

شیطان کو غم ہوتا ہے کہ اس نوجوان نے اتنی چھوٹی عمر میں شادی کیوں کر لی؟ اگر کوئی شادی نہ کرے تو پھر یہ ملعون نامحرموں سے ملاقاتوں میں ڈال دیتا ہے۔ شادی کرنے کے بعد ایک تو طبیعت پہلے ہی مطمئن ہوجاتی ہے۔ دوسرا بیوی بچوں کے مسائل میں آدمی اتنا گم جاتا ہے، اتنا مصروف ہوجاتا ہے کہ اُسے پھر اِدھر اُدھر کی سوچ آتی بھی نہیں۔ مردوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ 20، 22 سال کی عمر میں شادی ہوجائے۔ بلکہ جتنی جلدی ہوجائے اتنا بہتر ہے۔ اور شرم گاہ کی حفاظت پر تو جنت کے وعدے ہیں، اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی فکر کریں۔

چھ چیزوں پر جنت کا وعدہ

مسندِ احمد (323/5) میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''تم اپنے نفس کی طرف سے 6 چیزوں کی ذمہ داری لے لو، میں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں''۔ اپنی اُمت سے کہا کہ 6 باتوں کا وعدہ تم کرلو، 6 چیزوں سے تم بچ جاؤ۔ جنت کا وعدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کریں گے۔ آج بھی یہ وعدہ موجود ہے۔ ہم میں سے جو چاہے ان چھ چیزوں پر عمل ابھی سے شروع کردے۔ جو ہوگیا اس پر توبہ کرلے، معافی مانگ لے۔ اور آج سے توبہ کرلے کہ مجھے ان چھ چیزوں پر لازمی عمل کرنا ہے تو جنت کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے۔ یہ پکی ڈیل ہے، اس میں کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں:

- جب بولو تو سچ بولو۔

آج ہم میں سے ہر آدمی بڑی پارسائی کا دعویٰ لیے بیٹھا ہے۔ ہم صرف 3 دن اپنے دونوں کانوں کو اپنی زبان سے لگادیں کہ اس سے نکل کیا رہا ہے، اور ہر نکلنے والے جھوٹ پر ایک کنکری لیں تو پتا چل جائے گا کہ تھوڑے ہی مہینوں کے بعد گھر میں کنکریوں کا ایک پہاڑ بن جائے گا۔ یقین نہ آئے تو کر کے دیکھ لیں۔ تین دن عمل کر کے دیکھ لیں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ان 6 باتوں پر عمل کی ضمانت مجھے دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

1. جب بولو، سچ بولو۔
2. وعدہ کرو، اسے پورا کرو۔
3. اَمانت رکھوائی جائے، اسے ادا کرو۔
4. اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو۔
5. نگاہوں کو پست رکھو۔
6. اپنے ہاتھوں کو دوسروں کو تکلیف دینے سے بچاؤ۔ دوسروں کو تکلیف نہ دو۔

ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ پیٹ اور شرم گاہ کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے بہ کثرت لوگ جہنم میں جائیں گے۔

بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی

اگر کسی نے شادی کر لی، پھر بیوی کا انتقال ہو گیا تو سنت یہ ہے کہ بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کر لی جائے۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ غمگین رہنے لگے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ نبی علیہ السلام نے دریافت فرمایا: کس سے؟ حضرت خولہ کہنے لگیں کہ چاہیں تو کنواری سے، اور چاہیں تو بیوہ سے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ کنواری کون ہے؟ عرض کیا کہ آپ کے محبوب دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا کہ بیوہ کون ہے؟ عرض کیا کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کرنے والی ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ دونوں ہی سے بات کر لیجیے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے بات کی اور نکاح ہوگیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوگیا۔ (مسند احمد:25810)

معلوم ہوا کہ بیوی کی وفات کے بعد بلا نکاح زندگی گزارنا خلافِ سنت ہے۔ اور آج ہمارے معاشرے میں اولاد ناراض ہوجاتی ہے۔ سنت پوری کرنے میں جو عزتیں ہیں، جو برکتیں ہیں وہ کہیں اور سے آ ہی نہیں سکتیں۔ خیر تو صرف نبی علیہ السلام کی بات کو 100% ماننے میں ہے۔ جو درمیانی راستے ہم نکالتے ہیں بنی اسرائیل کے اُن لوگوں کی طرح جنہیں بندر بنا دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے درمیانی راستہ نکالا اور جس دن مچھلیاں پکڑنی منع تھیں یعنی ہفتے کے دن، اس دن جال ڈال کر چھوڑ دیا اور اگلے دن آ کر مچھلیاں پکڑ لیں۔ اس طرح مچھلیاں بھی ہاتھ لگ جاتیں اور سمجھتے کہ ممنوعہ دن کی تعظیم بھی ہوگئی ہے، کوئی بات نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ چال بازی پسند نہیں آئی تو انہیں بندر بنا دیا تھا۔ یاد رکھیں کہ درمیانی راستہ نکالنے والے اللہ کے عذاب کا شکار ہوسکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم درمیانی راستہ چھوڑ کر صرف صراطِ مستقیم کو پکڑیں۔

نکاح کس نیت سے کرنا ہے؟

موجودہ معاشرے میں نکاح مختلف نیتوں سے کیے جاتے ہیں۔ اس کو دل کے کانوں سے سنیے کہ صحیح نیت کیا ہے؟ بعض نکاح ایسے ہوتے ہیں جن پر اللہ کی رحمت ملتی ہے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن پر انسان رحمتِ الٰہی سے دور ہوجاتا ہے۔ یہ بات نبی علیہ السلام نے خود بتائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

1 جس نے کسی عورت سے عزت حاصل کرنے کے لیے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اُسے ذِلت دیں گے۔

2 جس نے مال کی وجہ سے شادی کی، اللہ تعالیٰ اسے فقر دیں گے۔ (زندگی بھر مانگتا ہی رہے گا)

3 جس نے حسن و جمال کی بنیاد پر شادی کی، اللہ تعالیٰ اسے کمتری دیں گے۔

4 جس نے اس وجہ سے شادی کی کہ اس کی نگاہوں میں جھکاؤ آجائے، یا زنا اور اُمورِ زنا سے بچ جائے، یا صلہ رحمی کرے، خاندانوں کا جوڑ ہوجائے تو اللہ پاک ایسے مرد کو بھی برکتیں عطا فرمائیں گے اور ایسی عورت کو بھی برکتیں عطا فرمائیں گے۔

(معجم اوسط للطبرانی: 2527)

نبی علیہ السلام کی دعائیں لینی ہیں، برکتیں لینی ہیں، اللہ کی مدد لینی ہے تو وہ تب ملیں گی جب دین کی وجہ سے شادی کی جائے گی۔

ہر کام سے پہلے استخارہ کرنا

نکاح سے پہلے استخارہ کرنا بھی سنت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ہر کام کے کرنے سے پہلے اس طرح استخارہ کرنا سکھاتے تھے جس طرح

قرآن پاک کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔(صحیح بخاری: 6382)

استخارے کے بارے میں تفصیلات تو بہت زیادہ ہیں۔ مختصر یہ کہ خود کرنا سنت ہے، کسی اور سے کروانا خلافِ سنت ہے البتہ جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ انسان خود کرے۔ دو رکعت نماز عام نماز کی طرح استخارے کی نیت سے پڑھ لے، اس کے بعد خوب خشوع وخضوع سے اللہ کے حضور میں دعا کرے۔ خواب دیکھنا، روشنیاں دیکھنا کچھ حقیقت نہیں ہے۔ جس طرف دل کا میلان ہو بشرط یہ کہ حلال کام ہو، مشورے کے بعد اس پر عمل کر لے۔

شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زندگی کا موازنہ

اب ہم ایک موازنہ کرتے ہیں کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں کیا فرق ہے:

1. شادی شدہ لوگوں میں دل کی بیماریاں کم ہوتی ہیں۔ شادی شدہ میں ہارٹ اٹیک کا مرض کم ہوتا ہے۔
2. غیر شادی شدہ لوگ خاص کر جو زانی بھی ہیں، ان کے اندر بہت ساری بیماریاں آجاتی ہیں جیسے کہ ایچ آئی وی، ایڈز۔ اس کے علاوہ ایچ پی وی، یہ ایک ایسا وائرس ہے جس کے اندر آجائے اس کو کینسر کی طرف لے جاتا ہے۔ زنا کرنے والا بچتا نہیں ہے۔ اور زانی سے تحنیق بھی نہ کرانی چاہیے۔

تحنیق کیا ہے؟

Vaccination۔ بالکل Vaccination ہے۔ آدمی کے تھوک میں ایک خاص قسم کی چیز ہوتی ہے۔ جب کوئی نیک آدمی کسی کے اندر لعاب ڈالتا ہے، جیسے کہ

سنت کے مطابق کھجور چبا کر اس کی تحنیق کرتا ہے تو وہ ساری چیزیں جو انسان کو Vaccination سے، ٹیکے سے ملتی ہیں، وہی اس طریقے سے مل جاتی ہیں۔ اس لیے تحنیق کسی نیک آدمی سے کرانی چاہیے، زانی سے نہ کرانا کیوں کہ اس کے لعاب سے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں، بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

3 مشی گن یونیورسٹی امریکا میں ہے۔ اس کی ریسرچ ہے کہ شادی شدہ لوگوں کی صحت بہتر ہوتی ہے۔

4 شادی شدہ لوگوں کی عمر طویل ہوتی ہے۔

5 غیر شادی شدہ لوگ اندر سے کئی طرح کے نفسیاتی مسائل اور بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، خاص کر وہ غیر شادی شدہ جو حرام تعلقات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اور زیادہ یہ چیزیں جیسے نفسیاتی بیماریاں اور دوسرے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ یاد رکھیں! اللہ نے جسم کے لیے جو ضرورت رکھی ہے، مرد کی وہ ضرورت عورت سے پوری ہوسکتی ہے۔ اور اس کے لیے ایک ہی راستہ شادی کا ہے۔ اگر کوئی غلط طریقے سے پوری کرتا ہے تو وہ ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ انسان مطمئن نہیں ہوتا، زندگی بھر غیر مطمئن زندگی گزارتا ہے، اور ذہنی سکون بالکل ختم ہوجاتا ہے۔

6 چھٹی بات بہت ہی Important ہے۔ 2013ء میں امریکا میں ایک ریسرچ ہوئی۔ اور تقریباً 3900 طلبا پر یہ ریسرچ ہوئی جو کہ سب عیسائی تھے، کوئی مسلمان نہیں تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ زنا میں ملوّث تھے اور شادی شدہ نہ تھے ان کے اندر اطمینان تھا ہی نہیں، غیر مطمئن زندگی گزار رہے تھے، اور اپنی نگاہوں میں خود گرے ہوئے تھے، اور احساس کمتری کا شکار تھے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

''یاد رکھو کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔ (سورۃ النور: ۱۹، آسان ترجمہ قرآن)

اس بات کو جتنا چاہیں کھولتے چلے جائیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ بے حیائی پھیلانے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ نہ دنیا میں سکون چین ملے گا اور نہ آخرت میں۔ ذرا غور کیجیے کہ 3900 لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہیں حالانکہ ضرورت اپنی پوری کر رہے ہیں، من مانی اپنی پوری کر رہے ہیں، خواہش اپنی پوری کر رہے ہیں، مرضی اپنی پوری کر رہے ہیں۔ ان سب کے باجود احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ زنا کی وجہ سے سکون چھین لیا گیا ہے۔

7 نفسیاتی مسائل سے پریشان لوگ۔ ایسے بڑی عمر کے لوگ جن کی شادی نہ ہوئی ہو۔ جب وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کسی کی عمر 40 سال ہے، تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ لڑنا بھی ہے اور میری بات سمجھنی بھی نہیں۔ کوئی نہ کوئی مشکل بھی پیدا کرنی ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں کے اندر ہوس بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ میچور ہو چکے ہوتے ہیں۔ اپنی باتوں کو ایک طرف لے جانا آتا ہے۔ مجھے ایک صاحب بتانے لگے کہ ابراہیم! جو لوگ چھوٹی عمر میں شادی کر لیتے ہیں جیسے کہ لڑکا 22,20 سال کا ہو لڑکی 19,18 سال کی ہو۔ چھوٹی عمر میں شادی والے لوگ آپس میں گزارا کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ جب لڑکا 30 سال میں چلا جائے، 40 سال میں چلا جائے، 45 میں چلا جائے۔ لڑکی بھی 40,35 سال میں چلی جائے تو یہ اپنی اپنی چیزوں میں پختہ ہو چکے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو قبول نہیں کر پاتے۔

ایک صاحب آئے۔ تقریباً 40 سال کے ہوں گے۔ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی لیڈی ڈاکٹر بلکہ سرجن ہیں۔ دونوں ایسے لڑتے ہیں جیسے چھوٹے بچے لڑتے ہوں۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑائی ہو جاتی ہے۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ اہلیہ Facebook پر میری اور گھر کی باتیں لگا دیتی ہیں۔ وہ اپنی ماں کے گھر ٹھہری ہوئی ہے، اور یہ اپنے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ دونوں پڑھے لکھے ہیں۔ اور شادی کب ہوئی؟ 3 سال پہلے۔ اب ایک دوسرے کو قبول کرنے کو تیار نہیں، ہنسی مذاق کے لیے راضی نہیں، ایک دوسرے کی بات برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

ڈاکٹر ولید صاحب اپنا تجربہ بتاتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسا مریض آجائے جس کی عمر 40 سال کے قریب ہو اور وہ شادی شدہ نہ ہو، ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے کوئی نہ کوئی پریشانی ضرور ڈالنی ہے، اس نے ہماری تو ماننی ہی نہیں، سننی ہی نہیں، ایسے لوگ غلط راستے کی طرف زیادہ چلتے ہیں اور کسی کی سنتے بھی نہیں، اور ان میں خودکشی کا رجحان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جو 40 سال کی عمر میں پہنچ جائیں اور شادی نہ ہوئی ہو اور پاک دامن بھی نہ ہوں تو یہ اکثر Fight کرتے ہیں، لڑائی بھڑائی کے ماہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بیمار ہو کر یا آپس کی لڑائی میں زخمی ہو کر آتے ہیں۔ یہ ایک ڈاکٹر کا تجربہ ہے، اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

8 آٹھویں بات کوئی ریسرچ تو نہیں ہے، ایک تجرباتی بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ زانی ہمیشہ حرام کمائی میں پڑھ جاتا ہے۔ جو زندگی حلال گزر رہی ہوتی ہے اگر وہ کہیں سے درمیانی راستہ نکال کر حرام کمائی کی طرف جاتا ہے، پھر حرام کمائی سے حرام عمل بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''جسم کا کوئی ٹشو جو حرام کمائی سے بنے گا، اس کو پھر گناہ کیے بغیر چین نہیں آئے گا''۔

اس لیے اپنی کمائی کو حلال کرنے کی ضرورت ہے۔ روکھی سوکھی انسان کھالے، لیکن حرام کمائی سے اپنے آپ کو بچالے تو یقیناً گناہوں سے بچا رہے گا، اور جو حرام میں پڑ گیا وہ ضرور زنا کا راستہ اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال اور پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

مسنون بال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ. (السنن لأبي داود: رقم 4163)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی وجہ

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے انبیاء کو اسی لیے بھیجا ہے کہ ان کی اتباع کی جائے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:64)

''اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

ہر عمل میں، ہر چیز کے اندر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے کہ نبی علیہ السلام کی آمد کا مقصد ہی یہی ہے کہ ان کی پیروی کی جائے۔ کسی نے کہا:

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

جنت میں نبی ﷺ کا پڑوسی بننے کا نسخہ

جو نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر چلتا جائے سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! میں چاہتا ہوں اللہ اور اُس کے رسول کا محبوب بن جاؤں۔ یہ بات توجہ سے سنیے گا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بن جاؤں، تو کیا کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہے، تم اُس کو اپنا محبوب بنالو۔ جو چیز اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے، اُس کو تم اپنی پسند بنالو۔ اور جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں ان کو تم چھوڑ دو، تو اللہ اور اس کے رسول کے محبوب بن جاؤ گے۔

ہم میں سے ہر ایک کی تمنا اور خواہش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ملے، قیامت کے دن نبی علیہ السلام کی شفاعت ملے، قیامت کے دن نبی علیہ السلام کی برکت سے جنت کے

اندر داخلہ آسان ہوجائے، پل صراط کا مسئلہ آسان ہوجائے اور سب سے بھلی بات کہ جنت کے اندر اُس کالونی میں اُس علاقے میں اُس یونٹ کے اندر جگہ ملے جہاں نبی علیہ السلام کا مکان ومحل ہو۔ یہ کیسے ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریقہ ہمیں بتادیا۔ فرمایا کہ جو میری سنت پر عمل کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

یہ بھی بتادیا کہ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (متفق علیہ)

ترجمہ: انسان جس کے ساتھ محبت کرے گا قیامت کے دن اُسی کے ساتھ ہوگا''۔

پھر کسی اور موقع پر ایک بات یہ بھی جوڑی اور فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داوٗد: رقم الحدیث 3512)

ترجمہ: جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اُنہی میں سے شمار کیا جائے گا''۔

اس بات کو بار بار سنا کریں۔ اس حدیث مبارک کو دل پہ لکھ لیں، گھروں پہ لکھ لیں۔ علماء سے لکھوا کر، یا کسی جاننے والے سے لکھوا کر گھروں میں رکھیں۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

ترجمہ: جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اُنہی میں سے شمار کیا جائے گا''۔

ہم کس کے ساتھ مشابہت کر رہے ہیں ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ اگر ہماری مشابہت جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے تو آقا کا فرمان ہے ہم اس فرمان کے تحت آقا کے ساتھ ہوں گے ان شاء اللہ۔ اور اگر خدانخواستہ ہماری مشابہت کافروں کے ساتھ ہے، یہودیوں کے ساتھ ہے، عیسائیوں کے ساتھ ہے، ہندوؤں کے ساتھ ہے۔ تو مجھے بتائیے کہ یہ مشابہت ہمیں کہاں لے جائے گی؟ ان باتوں کو سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ گلدستہ سنت کے جو بیانات چل رہے ہیں ان کا مقصد بھی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنتیں ہمارے سامنے آئیں اور ہم ان کو عمل میں لے کر آئیں۔ اس کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے کچھ کرنا پڑے گا۔ صرف اتنی سی بات کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا ہو گئے، اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بخشوا کر جنت میں لے کر جائیں گے۔ اس بات کے اوپر اگر ہمارا اتنا یقین ہے تو صحابہ کا یہ یقین کیوں نہیں تھا۔ وہ تو عمل کے لیے جان دیا کرتے تھے۔ ایک ایک سنت پہ زندگی لگا دیا کرتے تھے۔ سنتوں سے محبت کرنے والے تھے۔ تو یہ بات تو صحابہ کو بھی تو معلوم ہو گی ناں!

میرے بھائیو! جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کی اتباع کیا کرتا ہے۔ اُس کے عمل پہ اپنے آپ کو لانے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ ہمارا موضوع اتباع سنت کے متعلق چل رہا تھا۔ اور ہم یہاں پہنچے تھے کہ بالوں میں کنگھی کرنا جو ہم کرتے ہیں یہ کیا ہے؟

سونے سے پہلے چند سنتوں کا اہتمام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو سونے لگتے تھے تو آپ کے لیے سوتے وقت مسواک، وضو کا پانی، کنگھی یہ چیزیں جو ضرورت کی ہوتیں جو تہجد میں اُٹھنے کے بعد فوراً چاہیے ہوتیں رات کو ہی رکھ دی جاتیں۔ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن رات ہی سے وہ تمام چیزیں تیار کر کے ایک جانب رکھ دیتیں کہ نبی علیہ السلام جب تہجد کے لیے اُٹھیں گے تو اُن چیزوں کو استعمال کریں گے تو جب اللہ آپ کو بیدار فرماتے، آقا بیدار ہو جاتے تو مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اُٹھنے کے بعد صبح کو کنگھی کرنا، سنت ہے۔ بڑے بال جن کو پٹے کہتے ہیں۔ اس طرح کے بال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے تو ان کا خیال رکھنا، ان کو تیل لگانا، ان کو کنگھی کرتے رہنا، ان کو صاف رکھنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج تھا، سنت مبارکہ تھی۔ (شعب الایمان جلد 5، صفحہ 224)

بالوں میں کنگھی کرنا

حضرت امام مالک رحمہ اللہ اپنی موطا میں بیان کرتے ہیں کہ یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال بڑے تھے۔ تو نبی علیہ السلام سے انہوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے سے کے بال بڑے ہیں، کیا میں ان میں کنگھی کیا کروں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جی ہاں (کنگھی کرو) اور ان کا خیال رکھو''۔ اس ارشاد کو سننے کے بعد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ دن میں دوبارہ تیل لگاتے تھے اور فرمایا کرتے کہ مجھے نبی علیہ السلام نے ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں کنگھی کرنے سے منع بھی کیا گیا۔ اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ فیشن کی نیت سے کنگھی کرنا منع ہے۔ فیشن کی نیت سے کنگھی کرنے کو پسند نہیں کیا گیا۔ ہاں! میرے بال صاف رہیں، صحیح رہیں ان میں جوئیں نہ پڑیں اور سنت کے مطابق رہیں۔ اس کے حساب سے کنگھی کرنا یہ سنت بن جائے گا اور ثواب ملے گا۔

حدیث کے اندر آتا ہے کہ سادگی ایمان کی علامت ہے۔ ضرورت کے وقت کنگھی کرنا یہ جائز بھی ہے، اچھی بات بھی ہے اور اس کا حکم بھی دیا گیا لیکن فیشن کی نیت سے کنگھی کرنے کو منع قرار دیا گیا۔ اسی کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ چیز ٹھیک نہیں کہ انسان ہر وقت بالوں میں ہی پڑا رہے کہ میرے بال ایسے ہوں۔ میں فلاں جیل لگاؤں، یہ کروں اور وہ کروں، اس چیز کو شریعت نے ناپسند کیا ہے۔ تو اگر ہم بالوں میں کنگھی کریں ضرورت کے تحت، اور تیل لگائیں خوبصورتی کے لیے نہیں ضرورت کے لیے کہ اس سے دماغ کو تقویت ملے گی۔ اس نیت کے ساتھ تیل لگایئے تو روز لگائیں، دن میں دو مرتبہ لگائیں کوئی مسئلہ نہیں، لیکن صرف بالوں کو بنانا اور سنوارنا کہ لوگوں کو اچھے

نظر آئیں یہ چیز شریعت میں جائز نہیں۔ (بخاری صفحہ 878)

اصل میں کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام وضو کرتے، کنگھی فرماتے اور جوتا پہننے میں پہل دائیں طرف سے کیا کرتے تھے، جوتا پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں، کنگھی کرتے تو پہلے دائیں طرف سے، اور وضو کرتے تو پہلے دایاں ہاتھ دھوتے۔ دائیں طرف کو ترجیح دیا کرتے تھے ہر زینت اور ہر اچھے کام کے اندر نبی علیہ السلام کی یہی سنت ہے۔ اور جو لوگ کنگھی بھی بیچ اور درمیان سے شروع کرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف سے کی جائے۔

سفر کی کچھ سنتیں

نبی علیہ السلام کا مبارک طریقہ یہ تھا کہ جب بھی آپ سفر میں ہوتے تو کچھ ایسی چیزیں تھیں جو آپ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ ایک روایت کے اندر ہے کہ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک نبی علیہ السلام اپنے ساتھ رکھتے تھے اگر سنت سمجھ کر ہم بھی اپنے ساتھ رکھیں تو اس کے بہت فائدے ہیں۔ حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت آرہی ہے اور یہ طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سفر میں مصلّیٰ (جائے نماز) اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ آج ہم سفر میں جاتے ہیں اور ہمارے پاس جائے نماز نہیں ہوتی۔ کئی دفعہ دیکھا کہ جہاز میں یا ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ساتھیوں کے پاس جائے نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ آج کل تو ہمارے حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ ہم اس بارے میں کیا کہیں۔ اس مجلس سے پانچ سات منٹ کی واک ہے، چلے جائیں اور دس لوگوں سے پوچھیں کہ مسجد کہاں ہے؟ تو ان میں سے آٹھ کو نہیں پتا ہوگی۔ ایک چوک پہ یہاں قریب ہی پچھلی دفعہ مولانا صاحب کے ساتھ ہی ہم گئے۔ ایک مسجد کا پوچھنا تھا

تو وہ لوگ جو بیس بیس سال سے، دس دس سال سے وہاں بیٹھے ہیں۔ اندازہ ایسا ہوتا ہے پرانی دکانیں ہیں دس دس، بیس بیس سال سے بیٹھے ہیں ان سے رک رک کر پوچھا کہ فلاں مسجد کہاں ہے؟ کہتے ہیں پتا نہیں۔ مسجد کا پتا تو اُسے ہوگا جو مسجد میں آئے گا۔ تو مصلیٰ جائے نماز سفر میں پاس رکھنا سنت ہے۔ اور امت کے بگاڑ کے وقت ایک سنت کو پورا کرنے پر سو شہیدوں کے برابر اجر وثواب ملتا ہے۔ جب ہم سفر میں جاتے ہیں اتنی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں تو وہ چیزیں جو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ رکھتے تھے، ہم بھی ان کو اپنے ساتھ سفر میں رکھ لیں۔ وہ کون سی چیزیں ہیں؟ آسان ہیں مصلیٰ یعنی جائے نماز، مسواک، اور کنگھی۔

اب نبی علیہ السلام کے پاس جو کنگھی تھی وہ کیسی تھی؟ فرمایا کہ وہ ہاتھی کے دانت سے بنی ہوئی تھی۔ (سیرۃ جلد 7 صفحہ 546)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنگھی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی تھی۔ کنگھی رکھنا مستقلاً ایک سنت ہے۔ چاہے وہ پلاسٹک کی مل جائے یا ہاتھی کے دانت کی مل جائے۔ اور اگر کنگھی ہاتھی کے دانت کی ہو جائے تو مزید ثواب مل جائے گا۔

کٹے ہوئے ناخنوں اور بالوں کا سنت عمل

انسان ناخن کاٹتا ہے، بالوں میں کنگھی کرتا ہے تو بسا اوقات بال ٹوٹ جاتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اس کے بارے میں بھی ہمیں بتایا ہے۔ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اپنے ناخنوں کو اور اپنے بالوں کو دفن کر دو۔ (معجم کبیر)

جمعہ کے دن ناخن کاٹنا سنت ہے۔ اور کاٹنے کے بعد سنت یہ ہے کہ ان کو کہیں دفن کر دیا جائے۔ اور بالوں کا معاملہ بھی یہی ہے۔ اور ابھی کچھ دن پہلے ایک مفتی صاحب

آئے تھے وہ بتانے لگے کہ لاہور میں بالوں کا ریٹ بارہ سو کلو چل رہا ہے۔ یہ جو نائی لوگ ہیں ناں! ہیئر ڈریسر۔ جب ان کے پاس لوگ بال کٹواتے ہیں تو مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں جو لوگوں کے کٹے ہوئے بال خرید کے لے جاتے ہیں، اور ان کو پروسیس کر کے کھانے پکانے کی چیزوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اللہ جانے ہمارے یہاں کیا کیا ہو رہا ہے؟ اس سے معلوم یہ ہوا کہ ناخن وغیرہ انسان خود کوشش کرے کہ ان کو دفن کر دے، یا کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ ناپاک مقام میں نہ ڈالے کسی کیاری میں ہی ڈال دے اور اس طرح ان کا خیال کرے۔

چھوٹے بچے جو ہوتے ہیں ان کے بالوں کے بارے میں کیا سنت ہے؟ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام نے سر منڈوانے والے حلق کرنے والے کو بلایا اور اسے حکم فرمایا کہ عبداللہ کا سر مونڈ دو۔ (ابوداؤد صفحہ 577)

چھوٹے بچے جو چھ، آٹھ، دس بارہ سال کے ابھی ہوتے ہیں اور ابھی بالغ نہیں ہوئے چھوٹے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ ان کو بالوں کی عادت نہ ڈالیں۔ بالوں کے فیشن میں نہ پڑیں، ان کو گنجا ہی کروا دیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ بچوں کے سر کے بال اتنے بڑے ہوں کہ اس سے مانگ نکل سکے، یہ مناسب نہیں ہے کہ چھوٹی عمر میں ان کا دل اور دماغ بالوں میں لگے۔ یہ تو دین کی محنت پر لگے۔

بال کس طرح رکھے جائیں؟

اب ہمارے بال کیسے ہوں؟ اس کے بارے میں ایک بات سن لیجیے! جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتے ہوں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں جائز نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے قزع کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت نافع جو حدیث

کے راوی ہیں انہوں نے پوچھا کہ قزع کیا ہے؟ فرمایا کہ بچے کے سر کے چند بالوں کو مونڈھ دیا جائے اور چند بالوں کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اور بخاری شریف میں بھی اسی طرح کی بات کی ہے کہ بچوں کے بال کسی جگہ سے مونڈھ دیئے جائیں پیشانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اِدھر اُدھر کے چھوڑ دیے جائیں۔

اب قزع کی مختلف صورتیں نافذ العمل ہیں۔ کچھ ایسے کرتے ہیں کہ درمیان سے بال بڑے بڑے ہوتے ہیں اور سائیڈ سے اُسترا پھیر لیتے ہیں۔ اس کو نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔ مسلم شریف میں بھی روایت موجود ہے اور بخاری شریف میں بھی روایت موجود ہے اور بعض درمیان سے مونڈھ لیتے ہیں، سائیڈ سے رکھ لیتے ہیں، یہ بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ تو بال کیسے ہوں؟ یا تو پورے سنت کے مطابق پٹے رکھے اور کانوں کی لو تک جائیں یا کندھے تک آئیں۔ اس طرح سے رکھ لے۔ پھر اُن کی حفاظت بھی کرے، صاف بھی رکھے، پاک بھی رکھے، تیل بھی لگائے، مٹی سے بھی دور رکھے۔ اگر وہ نہیں رکھ سکتا تو دوسری صورت کیا ہے کہ قینچی سے سارے سر کے بالوں کو ایک سائز کا رکھے۔ ایک طرف سے بہت بڑے ہوگئے ایک طرف سے ختم ہوگئے، یا ایک طرف سے ہم نے رکھ لیے اور دوسری طرف سے ختم کر دیے تو اس کو شریعت میں منع کیا ہے۔ اور آج کل تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے کہ نوجوانوں کے بال دیکھ کے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث میں دجال کے جس قسم کے بال آتے ہیں ناں! آج کل کے نوجوان اُس کے قسم کے بال رکھ رہے ہیں۔ بہر حال دجال کی بات تو اپنی جگہ الگ رہی ہم اُس کی بات نہیں کرتے ہم تو سادہ سی بات کرتے ہیں۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

”ترجمہ: جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اُنہی میں سے شمار کیا جائے گا“۔

ہم جو بال بنا رہے ہیں کس لیے بنا رہے ہیں؟ کس کو دیکھ کے بنا رہے ہیں؟ کس قوم کی Copy کر رہے ہیں۔ جس کی تقلید ہم کر رہے ہیں تو نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ان کے ساتھ اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ اسی طرح ایک حدیث کے اندر آتا ہے ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو منع فرمایا کہ اتنے لمبے بال نہ رکھا کرو۔ اُن کے بال کندھے سے نیچے جا رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ 565)

سہل بن حنظلہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ خریم کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ کاش! اس کے بال لمبے نہ ہوتے۔ اور شلوار یا لنگی اس کے ٹخنے کو نہ ڈھانپتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ جیسے ہی انہوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنے بال چھوٹے کر لیے اور اپنے ٹخنے کو ننگا رکھنا شروع کر دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کے بال رکھنا جیسے فجار لوگوں کا طریقہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔

اسی طرح مصنوعی بال لگانے کے بارے میں بھی نبی علیہ السلام نے ہمیں Loud and Clear بتا دیا اور اس کے اندر شبہ نہیں چھوڑا۔ (نسائی صفحہ 292)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے آ کر سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی! آج ہمارے یہاں لڑکی کی شادی ہے۔ اس کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہیں خوبصورتی نہ رہی۔ دلہن کو جانا ہے، رخصتی ہے اور سر کے بال اس کے جھڑے ہوئے ہیں تو کیا دوسرے کوئی بال لے کر میں اس کے بالوں کے ساتھ جوڑ دوں؟ کیا کسی دوسری عورت کے بال لے کر جوڑ دوں؟ کہ اس کی بدصورتی ختم ہو جائے، خوبصورت بن جائے اور اس کی شادی میں آسانی ہو جائے۔ اب ذرا غور کیجیے۔ ماحول پہ غور کیجیے کہ خاتون آتی ہیں کہ ہمارے ہاں لڑکی کی شادی ہے بیماری کی وجہ سے اُس کے بال جھڑ چکے ہیں کیا کوئی اور بال لے کر میں جوڑ دوں؟ کہ

اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوجائے اور معاملہ ٹھیک ہوجائے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ آقا نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہے بال جوڑنے والی پر اور بال جُڑوانے والی پر۔ یعنی جو بال جوڑے گا اُس پر بھی لعنت، اور جو جڑوائے گا اُس پر بھی لعنت ہے۔ اور یہ لعنت کس نے بتائی؟ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے بال جوڑنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

بعض عورتوں کے بال ذرا چھوٹے ہوتے ہیں تو حُسن اور خوشنمائی کی غرض سے دوسری عورتوں کے بال جوڑ کر لگالیتی ہیں، یہ چیز شریعت کے اندر حرام ہے۔ اور بازار میں آج کل ایسے بال ملتے ہیں تو ان کا لگوانا جائز نہیں۔ ہاں! اگر سر کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے جس سے سر کا حسن جاتا رہا تب بھی منع کر دیا کہ تب بھی جائز نہیں۔ زندگی ختم ہونے والی ہے، اس دنیا کے اندر زیب وزینت سے کیا تعلق؟ اگر ایک چیز تھی بیماری کی وجہ سے چلی گئی تو انسان صبر کرلے، اللہ رب العزت اس کے بدلے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ اسی طرح علماء نے فرمایا کہ عورتوں کے خود اپنے بال بھی واپس جوڑنا مناسب نہیں اس سے بھی منع کیا گیا۔ اور دوسری عورت کے بھی لگانا جائز نہیں۔

عورتوں کے لیے بال کٹوانے کا حکم

عورتوں کے لیے بال کاٹنا، گنجا ہونا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(مشکوٰۃ، بزار مجمع جلد 3 صفحہ 266)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال منڈوائے۔ عورتوں کے سر کے بال کم کرنا، کٹوانا، ترشوانا بالکل جائز نہیں۔ زخم ہو یا کوئی درد ہو بہت تکلیف ہو، آپریشن وغیرہ ہو اور ڈاکٹر دیندار ہو ایسا دیندار آدمی یہ کہہ

دے کہ ہاں ضرورت ہے تو انسان کی جان بچانے کا معاملہ ہے اُس صورت کے اندر گنجائش ہے یعنی ضرورت کے درجے میں۔ اس کے علاوہ کہ میں اچھی لگوں، میں یہ میں فلاں جیسی لگوں یعنی اس صورت کے اندر یہ جائز نہیں۔ ایک فقہی کتاب ''بحر الرائق'' میں یہ بات لکھی ہے کہ آسمانوں کے اوپر ملائکہ یعنی فرشتوں کی ایک تسبیح ہے جس سے وہ تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

سُبحَانَ مَنۡ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَالنِّسَاءَ بِالزَّوَائِرِ.

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی''۔

لیکن آج مردوں نے ڈاڑھی کی زینت کو کٹوادیا، نالیوں میں بہادیا۔ اور عورتوں نے چوٹی کی سنت کو ختم کر دیا۔ اسی لیے علماء نے تفصیل لکھی ہے کہ عورتوں کو بال کاٹنا، چھوٹے کرنا جائز نہیں۔ ہاں! کسی کو شوق ہے تو عمرہ کرنے چلی جائے تھوڑے سے کٹ جائیں گے۔ اور ایک ہی سفر میں دس پندرہ عمرے کر لے، لیکن اگر بال چھوٹے کرنے کی نیت سے عمرے کیے تو ثواب عمرے کا نہیں ملے گا۔ عمرہ کرنے میں تو بال کاٹنے ہیں وہاں تھوڑے سے کاٹ لیتی ہیں یہاں آکر کٹواتی ہیں۔ فیشن کے لیے کٹواتی ہیں۔ تو عمرے میں تو عورت نے بال کاٹنے ہیں وہ تو حکم ہے اُس وقت کا لیکن اس کے علاوہ جائز نہیں۔

اب شوہر کی اطاعت بیوی کے لیے جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہے کہ اس کی اطاعت کرو۔ یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر میں سجدے کا حکم دیتا اللہ کے سوا کسی غیر کو تو بیوی کو کہتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اتنی بڑی بات فرمائی لیکن شریعت نے کہا کہ اگر شوہر بھی بال کاٹنے کا حکم دے تب بھی عورت کے لیے اس پر عمل کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنا جائز نہیں۔ شوہر کا حکم ضرور اچھا ہے، واجب ہے،

لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑا تو یہ نہیں ہو گیا ناں! تو عورت کے لیے بال کاٹنا جائز نہیں اگرچہ خاوند حکم دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور بالوں کو نبی علیہ السلام کے طریقے پر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب نبی علیہ السلام کے بالوں سے تبرک حاصل کرنے سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ روایات ہیں۔ (مسلم جلد 2 صفحہ 256)

نبی علیہ السلام کے چند تبرکات

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام بال کٹوا رہے ہیں، حجام موجود ہے جو نبی علیہ السلام کے سر کے بال مونڈ رہا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاروں طرف سے نبی علیہ السلام کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ چاہ رہے تھے کہ نبی علیہ السلام کے سر مبارک کے بال اُتریں نیچے نہ جائیں بلکہ ہمیں مل جائیں اور تبرک کے طور پر ہم اپنے پاس رکھ لیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موئے مبارک (بال مبارک) سے برکت حاصل کرنا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو اولیاء ہوتے ہیں ان کی استعمال شدہ چیزوں سے برکت حاصل کی جاتی ہے بشرطیکہ عقیدے میں خرابی پیدا نہ ہو۔ یہاں سے تبرک کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عثمان بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے پانی کا پیالہ لے کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ وہ چاندی کی نلکی لے کر آئیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک بال تھے۔ جب کوئی بیمار ہو جاتا یا اُسے نظر لگ جاتی تو لوگ پانی لے کر جاتے، وہ پانی میں بال مبارک ڈال کر ہلا دیتی تو لوگوں کو شفا ہو جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بال مبارک کو چاندی کی ایک

نکی میں رکھا تھا، پائپ سا بنایا ہوا تھا۔کوئی بیمار ہو جاتا یا نظر لگ جاتی تو شفا کے لیے اور نظر اُتارنے کے لیے نبی علیہ السلام کے بال مبارک کو پانی میں ڈالا جاتا اور ہلایا جاتا، پھر اُس پانی کو پی لیا جاتا تو اُس مریض کو شفا مل جاتی تھی۔ یہ بال مبارک کی برکت تھی۔ چنانچہ اس سے سینکڑوں مریض صحت یاب ہوئے۔سینکڑوں نظر والے بچوں کو شفا ملی۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ بال مبارک سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، درست ہے اور برکت اور سعادت کی بات ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ مریض ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تھے اور وہ پانی دیا کرتی تھیں۔تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی علیہ السلام کے بال مبارک کی بڑی برکت تھی۔

اسی طرح ایک صحابی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی ایک بال مبارک ملا تھا۔جس کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔

حضرت خالد بن ولدین رضی اللہ عنہ نے اس موئے مبارک کو سلوا کر اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت خالد جس جنگ میں جاتے وہ ٹوپی ساتھ ہوتی اور فتح یاب واپس لوٹتے۔آپ جانتے ہیں کہ لڑائی میں شور ہونا، چیخ و پکار ایک لازمی بات ہے۔ادھر سے تلوار کی جھنکار ہے گھوڑوں کی چیخ و پکار ہے، ادھر لاش گر رہی ہے، ادھر کوئی زخمی ہے۔ کچھ عجیب ماحول ہوتا ہے۔ اللہ کی شان ایک دن ایسا ہوا کہ وہ ٹوپی گر گئی۔ یہ بڑے پریشان ہوئے۔وہ ٹوپی مشرکین کے علاقے میں گری تھی۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فوج کو جمع کر کے حملہ کیا۔لوگ سمجھے ٹوپی کے لیے حملہ کرتے ہیں،ٹوپی کی کیا قیمت ہے کہ ٹوپی کے لیے دوبارہ حملہ کر رہے ہیں۔لڑائی ختم ہوگئی چلو بس اللہ اللہ خیر سلاّ! اللہ نے آسانی کردی۔انہوں نے ایک ٹوپی کے لیے باقاعدہ ایک جنگ کی اور جنگ کر کے اپنی وہ ٹوپی حاصل کی۔ٹوپی حاصل ہوگئی تو کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ ایک ٹوپی کی

وجہ سے یہ حملہ؟ فرمایا کہ بات ٹوپی کی نہیں تھی۔ اس ٹوپی کے اندر نبی کریم ﷺ کا مبارک بال موجود ہے جو میں نے حصولِ برکت کے لیے ڈالا تھا۔ مجھے یہ غم ہوا کہ ایک تو برکت دور چلی گئی اور دوسری یہ کہ مشرکین کہیں اس کے ساتھ بے حرمتی نہ کردیں، تو میں نے اس کے لیے جنگ کی اپنی ٹوپی کے لیے جنگ نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے بال مبارک کی اتنی اہمیت ہوتی تھی اور آپ ﷺ کے بال مبارک آج بھی کئی جگہ موجود ہیں۔ الحمدللہ! آج بھی جامعہ اشرفیہ والوں کے پاس موجود ہے۔ کبھی کبھی زیارت کرواتے ہیں اور بھی علماء کے پاس موجود ہے۔

کون سے بال کاٹنا جائز ہیں

علماء نے فرمایا کہ اگر کوئی گنجا ہونا چاہے تو پورے بالوں میں استرا لگوائے۔ کہیں سے چھوڑ دیں، کہیں سے کریں یہ بھی جائز نہیں۔ قینچی یا مشین سے کروائے تو پورے سر کے برابر کروائے۔ اسی طرح ناک کے بال کے بارے میں بھی بتایا کہ کاٹنا اور اُکھاڑنا، کھینچنا دونوں طرح سے جائز ہے۔ بھنوؤں کے بال درست کرنا کبھی کبھی چند بال بہت بڑھ جاتے ہیں تو ان کو کاٹ لینا درست ہے۔ ویسے بھنویں بنوانا یہ درست نہیں اس سے منع کیا گیا ہے۔ سینہ، پیٹ، پیٹھ، ہاتھ اور پیروں کے بال مونڈنا خلاف ادب ہے، گناہ ہے۔ کان کے بال کاٹنا، تراشنا جو کان کے اندر آجاتے ہیں یہ جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ سینے اور پنڈلی کے بال صاف کرنے کی گنجائش ہے۔ عورتوں کا اپنے سر کے بال کاٹنا اور تراشنا یہ ناجائز ہے۔ چھوٹی بچی ہو دو چار سال کی اس کے بال کاٹنا درست ہے۔ مردوں کو اتنی مقدار بال رکھنا کہ چوٹی بن جائے یہ ناجائز ہے۔ اور آج کل کتنے ایسے مرد نظر آتے ہیں جن کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور لعنت فرمائی ان

عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔اب مردوں میں سے جس کی چوٹی تک نوبت آ گئی تو وہ حضور پاک ﷺ کی لعنت کا مستحق ہو رہا ہوتا ہے۔

سر کی مانگ نکالنے میں دائیں جانب سے ابتدا

مرد اور عورت دونوں کو مانگ درمیان سے نکالنا سنت ہے۔ نبی ﷺ ناک کی سیدھ سے مانگ نکالا کرتے تھے۔ ٹیڑھی مانگ دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے خلاف سنت ہے۔سنت کیا ہے؟ درمیان سے بال نکالنا۔ ایک صحابی تھے حبشہ کے رہنے والے ان کے گھنگریالے بال تھے۔ وہ شیشے کے آگے جاتے بڑی کوشش کرتے کہ مانگ نکالوں مگر مانگ نہ نکلتی۔ ان کے بال کرلی تھے، سخت قسم کے تھے مانگ نہیں نکلتی تھی۔ ایک دن محبت میں اتنا شوق ہوا آگے بڑھے اور ایک لوہے کی سلاخ سی لی اُس کو آگ کے اوپر تپایا، گرم کیا اور گرم کرنے کے بعد سینٹر سے یوں مانگ نکال دی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کیا آپ نے؟ کہا: یہ تکلیف تو دور ہو جائے گی، لیکن میرے سرکو آقا کے ساتھ مشابہت ہو گئی۔ محبت یہ ہوتی ہے کہ جو محبوب کا عمل ہے وہ عمل میں کروں۔

اور سر کے سفید بال نور ہیں اور باعث وقار ہیں، ان کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔ اور کوئی انسان بالوں کو تیل کبھی بھی نہ لگائے بالوں کو چھوڑ کے رکھے اور بڑے لگنے لگیں تو اس کو بھی بتایا کہ یہ بات مناسب نہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور پاک ﷺ کی ایک ایک سنت کو شوق اور محبت سے عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے، اور قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے جنت میں پڑوس عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سفر کی سنتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (النساء: 64)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اتباعِ نبوی بعثتِ نبوی کا مقصد

جو آیتِ مبارکہ ابھی تلاوت کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ

کو بھیجا ہی اس لیے ہے کہ ان کی اتباع کی جائے۔ سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے کیا ملے گا؟ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں خود نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''۔ (جامع ترمذی)

تو اتباع سنت سے کیا ملتا ہے؟ نبی علیہ السلام کا ساتھ جنت میں جو ہمیشہ ہمیشہ ہوگا، اور اگر ہم اتباع نہ کریں تو کیا ہوگا؟ حسرت اور افسوس۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ کام اپنے بندوں کو ایسے دیے ہیں جو اختیاری ہیں اور بروز قیامت جب اس کی جواب طلبی ہوگی تو انسان صرف افسوس ہی کر سکے گا، اس لیے کہ اب حشر میں پہنچنے کے بعد بچا تو کچھ نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ دل کے کانوں سے اسے سن لیجیے!

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۝ (الاحزاب:66)

''اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کر لی ہوتی، اور رسول کا کہنا مان لیا ہوتا''۔

آج اگر ہم نے اپنے نبی کی اتباع نہ کی تو قیامت کے دن افسوس ہوگا، لیکن اس دن کا افسوس کوئی کام نہیں آئے گا۔ اور اگر ہم نے اتباع کی تو پھر سیدھا سیدھا جنت کا معاملہ ہے، درمیان میں بات ہی کوئی نہیں۔

زندگی کو کسوٹی پر پرکھنا

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (متفق علیہ من حدیث ابن مسعودؓ)

''آدمی (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی''۔

اب یہاں معاملہ کیا ہے ہم اپنے آپ کو دیکھیں۔ ایک کسوٹی پر ہمیں اپنے آپ کو تولنا ہے۔ وہ کسوٹی کون سی ہے؟ وہ اتباع نبی کی کسوٹی ہے۔ دیکھیں! ہر بندہ جو کسی سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل ہوتی ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، اس کے آثار، اس کی باتیں بتاتی ہیں کہ واقعتاً یہ کرتا بھی ہے یا نہیں کرتا۔ تو جو لوگ اللہ سے محبت کے دعوے دار ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو انہیں کس پیمانے پہ تولا جائے؟ اس کے لیے ایک ہی پیمانہ ہے۔ دیکھا جائے کہ یہ کتنا محمدی ہے اور کتنا رسم و رواج کا پابند ہے۔ جس کے دل کے اندر نبی علیہ السلام کی محبت جتنی زیادہ ہوگی، اس کے اعمال میں نبی علیہ السلام کی سنتوں کی اتباع ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی منشا معلوم کرنا

ایک بات ایسی ہے جس میں بہت سارے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ پتا نہیں اللہ راضی ہے یا ناراض ہے؟ بیماری آتی ہے تو سمجھتے ہیں اللہ ناراض ہوگیا۔ بڑی بیماری آگئی تو سمجھتے ہیں کہ اللہ بہت ہی ناراض ہوگیا۔ پریشانی آگئی تو سمجھتے ہیں کہ اللہ ناراض ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کا پیمانہ خوشی کا مل جانا یا خوشی کا ختم ہو جانا نہیں ہے۔ بلکہ صرف اور صرف اتباع سنت ہے، یہ اصول ہے۔ جس شخص نے دیکھنا ہو کہ اللہ مجھ سے راضی ہیں یا ناراض؟ وہ یہ دیکھے کہ میری زندگی کس کے طریقے پر ہے۔ اگر اس کی زندگی رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقوں پر ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے، کیوں کہ جن سے اللہ ناراض ہوتے ہیں ان کو اپنے محبوب کے طریقوں پر چلنے ہی نہیں دیتے، ان کو یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر، قوم کی رسومات و رواج کو پورا کرنے پر لگا دیتے ہیں کہ جناب! ہمارے علاقے کا، ہماری قوم کا یہ

Calture ہے۔ ایسے لوگ اسی میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ اور جن سے اللہ راضی ہوتے ہیں اس کو وہ طریقہ دیتے ہیں جو محمدی طریقہ ہو۔ یہ پکا اُصول ہے۔ اب ہم دیکھیں کہ ہماری زندگی میں اتباعِ سنت کتنی ہے۔ اس کسوٹی پر دیکھ لیں سارا معاملہ طے ہو جائے گا۔ تو آخرت کی کامیابی کے لیے نبی علیہ السلام کی ایک ایک سنت پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

قربِ قیامت کی ایک نشانی

اور واقعتاً ایسا وقت آچکا ہے جس کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں ہاتھ پر انگارہ رکھنا آسان ہوگا جبکہ دین پر عمل کرنا مشکل ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی تاریکی جیسے فتنے ہوں گے (لمبی روایت ہے، اس کے آخر میں ہے) اور میری اُمت پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دینِ اسلام پر عمل کرنے والا ایسا ہوگا جیسا ہاتھ میں چنگاری لینے والا۔

(مسند احمد، جامع ترمذی)

یعنی ہاتھ پر انگارہ رکھنا جتنی تکلیف کا ذریعہ ہوتا ہے، ایسی تکلیف دین پر شریعت پر عمل کرنے میں دی جائے گی۔ اور آج کل کے ماحول میں بہ کثرت دیکھنے میں آتا ہے کہ سنتوں پر عمل کرنا مشکل بنا دیا گیا ہے۔

سفر میں آرام کرنے کی سنت

بہر حال سفر کی سنتوں کی بات چل رہی تھی۔ سفر میں جب رات آجاتی اور آرام کرنے کا وقت آجاتا تو نبی علیہ السلام حسبِ معمول اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق دائیں کروٹ پہ سویا کرتے تھے یعنی Right سائیڈ پر۔ اب جن لوگوں کو نیند صحیح نہیں آتی، یا رات سوتے ہوئے کبھی دیکھتے ہیں کہ شیر دوڑا آرہا ہے، کبھی بھیڑیا آرہا

ہے، کبھی کوئی کتا آ رہا ہے۔ لوگ اس قسم کی باتیں سناتے رہتے ہیں۔ جب Left سائیڈ پہ سوتے ہیں تو یہ مسائل آتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم Right سائیڈ پہ سوئیں گے، آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئیں گے، سنت کے مطابق سوئیں گے تو ان شاء اللہ کم وقت میں نیند بھی پوری ہو جائے گی، اور مناسب بھی ہوگی، اور یہ پریشانیاں بھی نہیں آئیں گی۔ بہر حال نبی علیہ السلام سفر میں حسبِ معمول دائیں کروٹ پہ سویا کرتے تھے۔

اگر صبح صادق کا وقت قریب ہوتا، یا فجر کی نماز کا وقت قریب ہوتا۔ سمجھانے کے لیے بتا رہا ہوں کہ آج کل جیسے فجر کا وقت تقریباً 4 بجے شروع ہو رہا ہے اور 2:30 بجے آرام کرنا ہے۔ سفر کرتے کرتے 2 بجے گئے، 2:30 بج گئے۔ اب وقت تھوڑا ہے اور تھکن بھی ہے۔ ایسی صورت میں نبی علیہ السلام اپنا دایاں بازو کھڑا کر دیتے اور سر کو دائیں ہاتھ پر رکھ دیتے کہ نماز کے لیے جاگنا آسان رہے۔ یہ امت کو طریقہ سکھایا گیا ہے۔ نبی علیہ السلام کے لیے تو ویسے ہی بہت آسانیاں تھیں، اُمت کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر رات کو دیر ہو جائے تو اب اس طریقے سے وقت گزارو کہ فجر قضا نہ ہو۔ اور اگر کسی آدمی کو یقین ہو کہ میں ویسے ہی دیر سے سوؤں گا اور فجر بھی مل جائے گی تو بات یہ ہے کہ رات کو ویسے ہی جاگنا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر کوئی Facebook پہ، انٹرنیٹ پر بیٹھا ہوا ہے اور فجر قضا ہونے کا خطرہ ہے تو وہ جو کر رہا ہے وہ تو بعد کی بات ہے کہ حلال کر رہا ہے یا حرام، نماز قضا ہونے کے خوف سے اس پہ بیٹھنا ہی جائز نہیں چاہے اس پہ بیٹھ کر وہ اللہ کا قرآن ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ اگر کوئی غلیظ کام کر رہا ہے وہ تو بہت ہی دور کی بات ہوگی۔ اگر آپ کو یہ خوف ہو کہ ساری رات میں قرآن پڑھوں گا تو فجر قضا ہو جائے گی، تو ساری رات قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں۔ فجر پڑھنا فرض ہے اور اس کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

سفر میں نماز کی کیفیت

نبی علیہ السلام سفر میں جو نمازیں پڑھتے تھے اس میں مختصر قرأت ہوا کرتی تھی۔ ایسا بھی ہوا کہ فجر کی نماز میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' کی تلاوت آپ نے کی۔ سفر میں چوں کہ مسافروں کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے، اپنی تھکن اور اپنے آرام کو بھی دیکھنا پڑتا ہے، اسی لیے ساری چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے کوئی سفر کے اندر نماز پڑھائے تو چھوٹی سورتوں کی تلاوت کرے۔

ایک مرتبہ سفر میں صحابی الرسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ان کے ساتھ تھے۔ صاحبزادے نے نماز پڑھائی اور ایک ہی رکعت میں سورۃ الملک پوری پڑھ لی۔ نماز مکمل ہوئی تو فرمایا کہ آپ نے تو نماز بڑی لمبی کردی، ہمیں تو سفر میں نماز مختصر کرنے کا حکم ہے۔ نماز تو پڑھنی ہے مگر قرأت کو طول نہیں دینا، چھوٹی سورتیں پڑھنی ہیں۔

اذان واِقامت کا اہتمام کرنا

الحمد للہ! ہم نے دیکھا کہ جب دین دار لوگ سفر کرتے ہیں تو نماز میں جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں، لیکن اذان اور اقامت کا اہتمام ختم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سفر کے اندر اذان دینا بھی سنت ہے، اور اقامت پڑھنا بھی سنت ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ چند دین دار لوگ سفر کر رہے ہیں تو نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں اور پیچھے اقامت بھی ہوجاتی ہے، مگر اَذان نہیں ہوتی۔ ماحول کی وجہ سے، شرم کی وجہ سے اذان کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ نبی علیہ السلام نے ہمیشہ سفر کے اندر اذان اور اقامت کا اہتمام رکھا ہے۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچازاد بھائی نبی علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سفر کرو تو اذان دو، اور اقامت پڑھو، اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھا دے۔ (ترمذی، نسائی) سفر میں نماز پڑھنی ہے، موقوف کرنا کہ گھر جا کر ادا کرلیں گے، یہ درست نہیں ہے۔ جماعت کے ساتھ اذان اور اقامت کا بھی اہتمام کرنا ہے۔ یہ سنت عمل ہے جو کہ آج ختم ہوتی جا رہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس زمانے میں جو سنت مٹ جائے اس کے زندہ کرنے والوں کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (الکامل لابن عدی ۲/۳۲۷) آپ کہیں بھی جا رہے ہیں اور نماز کا وقت ہے تو اب نماز پڑھنی ہے۔ دو منٹ لگیں گے اذان دے دیجیے اور اقامت کہہ دیجیے چاہے آہستہ آواز سے دے دیں۔ عمل پورا ہو گیا اور سو شہیدوں کا ثواب مل گیا۔ اگر اونچی آواز سے دے سکتے ہیں، موقع کے مناسب ہو تو اونچی آواز سے دے دیں۔ بہر حال اذان کو کسی طریقے سے دیا جائے، ترک نہ کیا جائے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ سفر کے دوران نفلی نماز بھی ادا فرمایا کرتے تھے، اس کے بارے میں نبی علیہ السلام کا طریقہ مبارکہ بھی سن لیجیے۔

سفر میں نفلی نماز کی ادائیگی

یاد رکھیے کہ نبی علیہ السلام سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔ بعض دفعہ سفر کے اندر نبی علیہ السلام نفلی نماز نہیں بھی پڑھتے تھے، چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے پڑھی بھی ہے۔ سفر کے دوران قبلہ رخ کا خیال کیا جائے۔ قبلہ رخ کا تعین کرنا ضروری ہے، نماز کی شرائط میں سے ہے۔ اگر عشاء کی نماز قبلہ رخ ہو کر آپ نے پڑھ لی، اس کے بعد آپ کے پاس موقع ہے اور تہجد کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو دوگانہ (دو رکعت) پڑھ لیں۔ سفر میں آپ کے پاس بڑی آسانیاں ہیں۔ آپ بس میں بیٹھے ہوں یا ٹرین میں، اپنی گاڑی

میں بیٹھے ہوں یا جہاز میں۔ ایک مرتبہ قبلہ متعین کر کے نماز شروع کر لیں، پھر گاڑی یا جہاز جس طرف بھی مڑے اور آپ کو صحیح جہت مڑنے کی معلوم نہ ہوئی تو بھی آپ کی نماز ہو جائے گی۔ اگر کسی نے دورانِ نماز بتا دیا، یا کسی طرح پتا چل گیا کہ قبلہ یوں ٹرن لے چکا ہے تو آپ بھی اسی قبلہ رخ پر ٹرن لے سکتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے قبلہ رخ پر تہجد بھی ادا کر لی تو ہو جائے گی۔ اگر وضو ہے تو معاملہ آسان ہے۔ الحمدللہ! ایسے مشائخ کے ساتھ سفر کا موقع اللہ نے دیا جن کو سفر میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی حالت میں سواری پر ہی نمازِ شب یعنی تہجد ادا کرتے دیکھا۔ (صحیح مسلم)

مسئلہ یاد رکھیے کہ فرض نماز میں قیام کرنا فرض ہے، یعنی فرض نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرنی ہے، البتہ نفل نماز بیٹھ کر بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ قبلہ کی سمت معلوم کرنا بھی اب مشکل نہیں رہا۔ آج تو موبائل کے اندر ایسی ایسی چیزیں آ گئی ہیں کہ قبلہ کی سمت معلوم ہو جاتی ہے، لہٰذا اب کوئی حجت باقی نہیں رہی کہ جی قبلے کا پتا نہیں چلتا۔ تو نفل نماز بعض روایات میں سفر کے دوران پڑھنا ثابت ہے، اور بعض میں نہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ موقع کے حساب سے دیکھ لیا جائے کہ کیا کریں۔

دورانِ سفر سنتیں پڑھنا

ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کا سفر تھا۔ ہوٹل پہنچے اور عشاء کی نماز پڑھی، کیوں کہ دیر ہو چکی تھی اور مسجدِ نبوی کی جماعت بھی ہو گئی تھی۔ بہر حال نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں آگے اور نماز پڑھنے لگ گیا۔ پیچھے ایک صاحب کہنے لگے کہ دو رکعات پوری ہو گئیں، بس کافی ہے سنتوں کو کیا پڑھنا۔ اللہ کی شان سلام پھیرنے کے بعد اللہ نے دل میں ایک بات ڈالی۔

میں نے کہا کہ بھائی! مدینہ آ کر سنتیں نہیں پڑھو گے تو پھر دنیا میں کدھر جا کر پڑھو گے؟ مدینہ میں آئے ہو تو سنتیں تو پڑھو۔

اب اس کی ترتیب کیا ہو؟ دیکھیں! اگر سفر ایسا ہے جو چل رہا ہے۔ آپ لاہور سے بیٹھے ہیں آپ نے پشاور جانا ہے، یا کراچی جانا ہے تو جو سفر فراق چل رہا ہے Runing میں ہے، آپ سنتیں اور نفل نہ پڑھیں، چلتے جائیں فرض پڑھتے جائیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر آپ کہیں تین دن کا، سات دن کا قیام کرتے ہیں جیسے ہم مری جاتے ہیں گھومنے پھرنے، مال روڈ گھوم رہے ہیں اور ویسے سیر کر رہے ہیں تھوڑا ٹائم ہے تو اس ٹائم میں چاہیے کہ سنتیں پڑھیں۔ ایسے ہی عمرے کے سفر میں بھی عام طور سے 15،10 دن کا وقت چل رہا ہوتا ہے۔ ہوتے تو مسافر ہی ہیں کیونکہ درمیان میں مدینہ طیبہ بھی جانا ہے پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہے۔ اس مبارک سفر میں بھی ہمیں سنتوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر ٹائم ہو، سہولت ہو تو سنتوں کا اہتمام کریں۔ اور اگر مجبوری ہو بالکل وقت نہ ہو تب سنتوں کو چھوڑ دیں، یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے۔ اور تہجد کی نماز نبی علیہ السلام نے سفر میں پڑھی ہے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کی اتباع کریں۔

تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی

حدیث شریف میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں بلاشک وشبہ قبول ہوتی ہیں۔ وہ کون ہیں؟

1. والد کی دعا اولاد کے لیے
2. مسافر کی دعا

3 مظلوم کی دعا۔ (سنن ابی داود، مسند احمد، سنن ترمذی)

اب یہاں الفاظ کو دیکھیں۔ فرمایا کہ مسافر کی دعا جو اَڑتالیس میل سے زیادہ کے سفر پر روانہ ہوگیا وہ مسافر ہے۔ اب اس میں یہ نہیں کہا کہ نیک مسافر کی دعا یا گناہ گار مسافر کی دعا، متقی کی یا فاسق کی، بلکہ بتایا کہ مسافر کی۔ تو جب ہم سفر پر چلے گئے اور مسافر بن گئے، اب اللہ ہماری دعاؤں کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہوتی ہے جو غائب کے حق میں ہو۔ (سنن ابی داوٗد بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما)

دیکھیں! میں یہاں موجود ہوں آپ یہاں موجود ہیں، میں آپ کے لیے دعا کروں آپ میرے لیے دعا کریں یہ بھی قبول ہوگی اِن شاء اللہ۔ لیکن تیسرا بندہ کوئی ایسا ہے جو موجود ہی نہیں، دُور ہے، اس کو اطلاع بھی نہیں ہے، اور آپ اس کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ یہ جو غائب کے حق میں دعا ہے فرمایا کہ سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ یہاں سے یہ نکتہ ملا کہ جب ہم سفر میں جا رہے ہیں تو پیچھے گھر والے ہیں، رشتہ دار، متعلقین، اَحباب ہیں وہ سارے غائبین ہیں۔ اب سب کے لیے دعا کریں۔ اس مسافر کی دعا ان سب کے حق میں قبول ہوگی۔ سبحان اللہ! ہمیں یہ خبر دینے والے وہ ہیں جن کی زبان سے ہمیشہ سچ نکلا۔ کافر بھی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و امین ہیں۔ ہم تو مسلمان ہیں اس لیے جب کبھی سفر میں جائیں یقین کے ساتھ خوب دعاؤں کا اہتمام کریں۔

سفر میں روزہ رکھنا

اسی طرح سفر کی حالت میں صاحبِ طاقت روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔ حج یا عمرے کا سفر ہو تب بھی روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ حرم شریف میں ہر پیر اور جمعرات کو با قاعدہ دستر خوان

لگتا ہے اور روزے دار افطار کر رہے ہوتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہم میں سے بعض روزے سے تھے اور بعض بنا روزے کے تھے۔ اور کسی نے بھی کسی دوسرے کو برا نہیں کہا۔ جس کو سہولت ہوئی اس نے رکھ لیا، جس کو سہولت نہ ہوئی اس نے نہیں رکھا۔ دونوں طرح سے اختیار ہے۔ بخاری شریف میں کئی روایات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا۔ چناں چہ جو چاہے رکھے اور جو نہیں رکھنا چاہتا نہ رکھے اختیار ہے، آسانی ہے۔ (صحیح بخاری، باب وجوب صوم رمضان / باب فضل الصوم)

سفر میں قربانی کرنا

نبی علیہ السلام نے سفر کی حالت میں قربانی فرمائی ہے۔ اور اس قربانی کے گوشت کو بچا کر بھی رکھا ہے، اور سفر میں کئی دفعہ اسے استعمال بھی کیا ہے۔ اگر کوئی شرعی مسافر ہے تو شرعاً پر قربانی تو نہیں، کیوں کہ وہ مسافر ہے، لیکن اگر گنجایش ہے اور اللہ نے مال دیا ہے تو قربانی کرنی چاہیے۔

ساتھیوں کی خدمت کرنا

سفر کے موقع پر ایک عظیم کام اور بھی ہے۔ جب انسان سفر شروع کرے تو چاہیے کہ ساتھیوں کی، رفقائے سفر کی خدمت کرنے کی نیت کرے۔ ایک یہ کہ میری کوئی خدمت کرے، میری ضروریات کو پورا کرے، مجھے تکلیف نہ ہو۔ اور ایک یہ کہ ان شاء اللہ میں دوسروں کے کام آؤں گا، کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہوگی۔ یہ دوسری بات ہی بڑی اونچی ہے، اسی سے محبتیں جنم لیتی ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر پہ نکلا، باوجودیکہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے اور میں چھوٹا تھا لیکن وہ سفر میں میری خدمت کرتے تھے۔ میں ان سے عرض کرتا کہ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں، آپ ایسا نہ کریں۔ وہ فرماتے کہ میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے تھے، اس لیے میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک ایک بھی انصاری صحابی ہے، میں اس کی خدمت کروں گا۔ (صحیح مسلم)

سفر میں کسی کی خدمت کرنا بہت عظیم ثواب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت اور سفر کا باقاعدہ باب قائم کیا ہے۔

خدمت سے کیا مراد ہے؟ جس چیز کی دوسرے بندے کو حاجت ہو، اسے دل کی خوشی سے پورا کرنا۔ اس کے اندر کوئی خاص چیز نہیں ہے، مثلاً کسی کا سامان اٹھا کر اپنے اوپر لاد لیا، بازار سے کوئی چیز لا کر دے دی، بستر لگا دیا، وضو وغیرہ کا اہتمام کر دیا۔ غرض جس چیز کی ضرورت پڑی وقت کے مطابق اس چیز کا اہتمام ہم نے کر دیا تو یہ خدمت ہوگئی۔

خدمت والے اجر میں بڑھ گئے

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک سفر میں چند صحابہ ساتھ تھے۔ کچھ نے روزہ رکھا اور کچھ نے نہ رکھا جیسا کہ پہلے بات آئی۔ اب اس زمانے کا سفر آج کے زمانے کے سفر سے زیادہ محنت طلب ہوا کرتا تھا۔ جب یہ اپنے مقام پہ پہنچے جہاں پڑاؤ ڈالنا تھا تو جن لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا وہ زیادہ تھک گئے تھے، لہٰذا وہ تو وہاں جا کر لیٹ گئے

کیوں کہ اب ان میں ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اور جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا انہوں نے کیا کیا؟ انہوں نے پہلے تو سامان رکھا، اس کے بعد خیمے نصب کیے۔ اور جو لوگ روزے سے تھے، ان کا سامان بھی ترتیب سے رکھا۔ اس کے علاوہ اپنی اور ان کی سواریوں کو باندھا۔ ان کی اس خدمت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: آج (خدمت کی وجہ سے) روزہ نہ رکھنے والے اَجر میں آگے بڑھ گئے۔

ہم نے بڑوں سے سنا ہے کہ عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا ملتا ہے۔ لیکن آج افسوس کی بات یہ ہے کہ اس عظیم ثواب سے ہم سب محروم ہیں، حتیٰ کہ استاذ کے ساتھ شاگرد یا شیخ کے ساتھ مرید اس لیے نہیں جاتا کہ خدمت کرنی پڑے گی۔ یاد رکھیے کہ خدمت کرنا بڑی سعادت ہے، اس سے اللہ کا قرب ملا کرتا ہے۔

سفر میں شادی کرنا

نبی علیہ السلام نے سفر میں شادی بھی کی ہے۔ تو سفر میں رشتہ طے ہونا یا شادی کر لینا کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ خیبر سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ عمرے کے لیے تشریف لائے۔ یہ 7 ہجری کا واقعہ ہے۔ اسی حالتِ سفر میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ چناں چہ نبی علیہ السلام اِحرام ہی کی حالت میں تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد جب نبی علیہ السلام عمرے سے فارغ ہو کر واپس آئے تو مقامِ سَرِف میں آپ کی رخصتی ہوئی اور وہیں رات گزاری۔ (متفق علیہ)

یہاں سے دو باتیں نکلتی ہیں:

1 سفر کے اندر نکاح کی ممانعت نہیں ہے۔

2 اس میں ایک نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ سفر میں کتنی سادگی ہوگی، وہ اہتمام جو مقام پہ کیا جا سکتا ہے، وہ سفر میں نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ شادی کو سادہ ہی رہنے دیا جائے۔ آپ ﷺ خیبر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا اور ولیمہ بھی ہوا۔ شادی کو عبادت سمجھیں گے تو مسئلہ آسان ہوگا، کیوں کہ عبادت کے اندر سادگی ہوا کرتی ہے، آسانی ہوا کرتی ہے۔ اس کے اندر ڈھول ڈھما کے کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے سفر کی حالت میں جو شادی کی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ سادہ چیز تھی، آسان تھی۔ جس طرح سفر میں نماز پڑھنا ہے، ایسے ہی نکاح کرنا بھی آسان ہے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس کو ہم نے مشکل بنادیا ہے۔ جب سے ہم نے نکاح کو مشکل بنایا ہے زنا عام ہوگیا ہے۔ جتنا ہم نکاح کو آسان، سستا اور سادہ رکھیں گے سنت کے مطابق، اتنی بے حیائی کم ہوتی جائے گی۔ یہ اُصول کی بات ہے اور آج کل کے دور میں تو تصور بھی نہیں ہے کہ سفر کے درمیان میں شادی کی جائے۔

سفر سے واپس ہونا

اس کے بعد بات کرتے ہیں کہ جب انسان سفر پہ گیا اور واپس اس نے اپنے گھر پہنچنا ہے تو کون سا وقت واپسی کے لیے بہتر ہے؟ اس میں مختلف روایات ہیں۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام رات کو سفر سے واپس تشریف نہ لاتے، آپ صبح کے وقت یا شام کے وقت تشریف لاتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

یعنی Late Night نہ آتے، یا تو مغرب سے پہلے آگئے، یا صبح اشراق کے بعد آگئے۔ اس ترتیب سے آپ ﷺ گھر والوں کے آرام اور باقی چیزوں کا خیال رکھا کرتے تھے۔ سفر میں بھی ان کا خیال فرماتے تھے ہم تو گھر میں رہتے ہوئے بھی خبر

نہیں رکھتے ہیں۔ ذرا غور تو کریں اس پر کہ Situation یہ ہے کہ ایک آدمی مہینے کا سفر، 15 دن کا سفر، مشقت بھرا سفر کر کے رات میں اپنے شہر پہنچ گیا۔ اب گھر سامنے ہے 15 دن باہر نکلے ہوئے ہو گئے ہیں، یا 20 دن ہو گئے ہیں، اب بھی اپنے گھر میں داخل نہیں ہو رہے کہ اہل خانہ کو پریشانی نہ ہو۔ ہم میں سے کوئی ایسا سوچ بھی سکتا ہے؟ تھکن بھی ہے، گھر بھی سامنے موجود ہے، 20,15 منٹ کا یا آدھا گھنٹے کا سفر رہ گیا اور اب گھر نہیں جانا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باہر روک لیتے، گھروں میں اطلاع کرواتے کہ سب کو اطلاع ہو جائے۔ اس کے بعد اگلے دن یا اس وقت کے بعد تشریف لاتے، بغیر اطلاع دیے فوراً نہ آتے تھے۔ البتہ اگر آپ سفر سے واپس آرہے ہیں اور موبائل فون کے ذریعے، یا کسی مواصلاتی رابطے کے ذریعے پہلے سے اطلاع دے دی ہے کہ رات کو 2 بجے پہنچوں گا تو اجازت ہے۔ پہلے سے گھر والوں کو علم ہے کہ آپ نے اس ٹائم پہ آنا ہے تو اجازت ہے، منع نہیں ہے۔

نبی علیہ السلام گھر والوں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ ہمارا کیا عالم ہے کہ بیل دیں، اب بیوی کی کیا مجال کہ ایک منٹ کے اندر دروازہ نہ کھولے۔ اگر وہ 15 منٹ تاخیر کر لے، اور صاحب خانہ کو کھڑا رکھے اور عذر پیش کرے کہ جی! میری آنکھ لگ گئی تھی۔ پھر دیکھیں الامان والحفیظ کہ اخلاق کدھر جاتے ہیں۔ غصہ بھی شروع ہو جائے گا اور جھوٹ بھی شروع ہو جائے گا۔ ایسی چیزوں سے بچنا چاہیے اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق گھر والوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

سفر میں خرچ کرنا

اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج وعمرے کے سفر کی بھی سعادت ملتی ہے۔ تو

حج کے سفر میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی مانند ہے، اور ایک درہم کا خرچ کرنے کا بدلہ سات سو درہم ہے، ایک روپے کی جگہ سات سو روپے کا ثواب ملے گا۔ (مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے، جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدل پاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ) اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرے کے بارے میں نبی علیہ السلام کی حدیث روایت کی۔ فرمایا: تمہاری مشقت اور خرچ کے برابر تم کو عمرے کا ثواب ملے گا۔ (متفق علیہ) تو حج وعمرے کے سفر میں خرچ زیادہ ہو ساتھیوں پر، ناداروں پر تو ثواب بڑھ جاتا ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔ اور اگر تکلیف آئی تو اس پر بھی اتنا ثواب بڑھ جائے گا۔

اہل خانہ کے لیے تحفہ لینا

جب انسان سفر پہ جاتا ہے، چاہے وہ حج وعمرے کا سفر ہو یا کوئی اور سفر ہو۔ نبی علیہ السلام کی مبارک سنت سفر سے واپسی پر یہ ہے کہ گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر آتے تھے۔ بچوں کے لیے کھانے پینے کی کوئی چیز لے آئے، بیوی کے لیے لے آئے، گھر والوں کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہدیہ کے طور پر لاتے تھے۔ تو جس کی جتنی گنجایش ہو اس حساب سے وہ کچھ نہ کچھ ہدیہ لے آئے۔

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو کچھ خیر عطا فرمائے (مال یا کوئی برتنے کا سامان) تو اپنی ذات سے اور اپنے گھر والوں سے شروع کرے (پہلے ان پر خرچ کرے)۔ (صحیح مسلم)

حج وعمرے کے سفر میں میرے نزدیک سب سے بہترین تحفہ کھجور اور پانی ہے۔

وہاں تھوڑے دنوں کے لیے جانا ہوتا ہے تو اگر ہم بازاروں کا رخ کرتے رہے تو بہت نقصان ہوگا۔ بیت اللہ کا طواف کریں یہ زیادہ مناسب ہے بازار کے طواف سے۔ باقی اگر کوئی جائے نماز وغیرہ کسی کو دینی ہو تو یہاں سے پہلے سے خرید کر رکھ لیں، اور واپسی پر آسانی کے ساتھ دے دیں تاکہ بات بھی پوری ہو جائے۔ کھجور اور پانی بہترین تحفہ ہے، اس سے بہتر چیز وہاں سے یہاں لانے کے لیے کچھ اور نہیں ہے۔

مسافر کو رخصت کرنا

اسی طرح سفر کے لیے جب کوئی مسافر روانہ ہوتا ہے تو اس کو رخصت کرنا بھی سنت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے کتنی محبت تھی کہ آپ کی ایک ایک بات کو نوٹ کیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کبیرا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام مسافر کو چھوڑنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ ذرا یہ واقعات سن لیجیے!

1 معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میرے ساتھ پیدل چلتے ہوئے مجھے نصیحت فرماتے رہے اور میں سواری پر تھا۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے معاذ! اب جب تم آؤ گے تو تمہارا گزر میری قبر سے ہوگا۔ یہ سن کر شدتِ غم سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت روئے تھے۔ (مسند احمد)

2 انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، مجھے توشہ دیجیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو توشہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اسے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

زَوَّدَكَ اللّٰهُ بِالتَّقْوٰى.

''خدا تجھے تقویٰ کا توشہ عطا فرمائے''۔

وہ شخص بہت خوش ہوا اور اس نے عرض کیا کہ مزید فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَغَفَرَ ذَنْبَكَ.

''اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف کرے''۔

اس نے مزید کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ.

''اور جہاں کہیں بھی تم ہو، تمہارے لیے خیر (بھلائی) کو آسان کردے''۔ (سنن ترمذی)

اس لیے جب گھر پہ مہمان آیا اور پھر اس نے رخصت ہونا ہے، یا گھر کے کسی بندے نے رخصت ہونا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کم سے کم ہم گھر کے دروازے تک چلے جائیں، یا باہر گاڑی تک چلے جائیں۔ اور اگر کسی کے لیے ممکن ہو تو اسٹیشن یا ایئرپورٹ تک چلا جائے۔ یہ اولیٰ درجے کی بات ہے، سب سے کم درجہ یہی ہے کہ گھر کی دہلیز تک ساتھ چلا جائے۔ اور بے ادبی کی بات کیا ہے؟ اس کو یہ کہہ دیا جائے کہ کال کرلو ٹیکسی آجائے گی اور چلے جانا۔ نہیں جی، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ مہمان کو یا سفر پر جانے والے کو بہترین طریقے سے رخصت کریں، اس سے اس کی ہمت بھی بندھے گی۔

اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں جیسا کہ حدیث شریف میں دعا ہے:

أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ. (سنن الترمذي)

''میں آپ کا دین، آپ کی ایمانداری اور اعمال کا اچھا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں''۔

سفر کی متفرق سنتیں

نبی علیہ السلام کی ایک اور مبارک عادت یہ تھی کہ سفر کے دوران جہاں جہاں رکنا ہے آدھ

گھنٹے، 1 گھنٹے کے لیے تو وہاں دوگانہ نماز ادا فرماتے تھے۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو کم از کم دو رکعات نفل پڑھ لی جائیں، سنت پوری ہو جائے گی۔ اسی طرح نبی علیہ السلام جب سفر سے واپس گھر تشریف لاتے تو گھر آنے کے بعد سب سے پہلا کام دو رکعت نفل پڑھنا ہوتا۔ جہاں جاتے وہاں بھی نماز پڑھتے، واپسی اپنی مسجد میں فرماتے اور یہاں دو رکعت نماز پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے اور وہاں بھی دو رکعت نماز پڑھتے۔ ایک حدیث میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سفر کا ارادہ کرو تو اپنے بھائیوں کو، ملنے جلنے والوں کو سلام کیا کرو، ان کی دعاؤں کے ساتھ تمہاری دعائیں خیر کا سبب بنیں گی۔ تو لمبے سفر پر جانے سے پہلے سب لوگوں، عزیز و اقارب سے مل کر جایا جائے۔

ایسے ہی جب ہم کسی کام کے سلسلے میں سفر پر گئے۔ مثلاً اندازہ یہ تھا کہ 5 دن کا کام ہے اور اللہ کی شان کہ وہی کام تین دن میں پورا ہو گیا، چار دن میں پورا ہو گیا، یا پانچویں دن ہی پورا ہو گیا، تو اب کیا کرنا چاہیے؟

حج کے سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو اپنا حج ادا کر چکا ہے، وہ اپنے گھر جانے میں جلدی کرے، یہ بڑی نیکی ہے''۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سفر مشقت اور تکلیف کا ایک حصہ ہے جو آدمی کو کھانے پینے سے، آرام سے روکتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کی ضرورت پوری ہو جائے تو گھر کی طرف واپسی میں جلدی کرے''۔ (صحیح بخاری)

جیسا کہ ابھی بات آئی کہ نبی علیہ السلام واپسی پر سب سے پہلے مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کے متعلق حدیث شریف سن لیجیے!

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام سفر سے واپس تشریف لاتے اولاً

دو رکعت نماز پڑھتے اپنی مسجد میں، پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے، اور پھر ازواجِ مطہرات کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔ (معجم طبرانی، فتح الباری)

کئی روایات کے اندر یہ بات ہے کہ جب نبی علیہ السلام واپس اپنے شہر پہنچ جاتے تو پہلے مسجد نبوی تشریف لے جاتے نماز پڑھتے، آنے والوں سے ملتے، اس کے بعد گھر جاتے تھے۔ آج اس سنت پر عمل تو بہت دور کی بات، اس کا علم بھی شاید بہت سے لوگوں کو نہ ہو۔ اگر ہر دفعہ ہمارے لیے مشکل ہو تو کبھی کبھی ایسا کر لیا کریں۔ بجائے سیدھا گھر جانے کے راستے میں ہی کسی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ لیں اور پھر گھر آ جائیں۔ کتنی دیر لگے گی؟ پانچ منٹ یا دس منٹ۔ چلیں جی! اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو زندہ ہو جائے گی۔ برکتوں کو لے کر ہم گھر آئیں گے تو فائدہ ہوگا۔ نبی علیہ السلام کا یہ معمول تھا، ہم بھی اس کو اپنا معمول بنانے کی کوشش کر لیں۔ دیکھیں! واجب نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے چھوڑنے سے گناہ ہوگا، لیکن بہر حال محبت کا تقاضا ہے۔ اپنی زندگی میں تھوڑا تھوڑا لانے کی کوشش کریں ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ آسانی فرما دیں گے۔

نبی علیہ السلام کی ایک اور بہت ہی پیاری عادتِ طیبہ یہ تھی کہ نبی علیہ السلام جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔ مدینہ طیبہ کے بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ بھی ان بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ بچے دوڑ کر آپ کے پاس آتے تھے۔ کبھی نبی علیہ السلام ان کو اپنی سواری پر بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ) غرض یہ کہ گھر واپس آنے کے بعد بچوں کو ٹائم دینا، محبت دینا سنت ہے۔ اب آپ ائیر پورٹ سے آ رہے ہیں، اسٹیشن سے آ رہے ہیں اور بچے بھی لینے آ گئے ہیں تو چھوٹے بچوں کو اپنی گود میں بٹھا لیں، سنت بھی پوری ہو جائے گی۔ بچے بھی آپ کا

اپنا ہے، خوشی بھی آپ کو ہوگی اور سنت کا ثواب بھی آپ کو مل جائے گا۔ اس نیت سے کریں کہ یہ عمل میرے محبوب ﷺ کو بڑا پسند تھا۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں سے محبت

نبی علیہ السلام کی ایک اور بھی بڑی پیاری عجیب عادت تھی۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ جب سفر شروع فرماتے تو اپنے اہلِ خانہ میں سے سب سے آخر میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے، اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے بی بی فاطمہ کے گھر جاتے ان سے ملتے پھر اپنے گھر آتے۔ بیٹیوں سے محبت نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو سکھائی ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا گھر امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے بالکل جڑا ہوا تھا۔ جہاں آج تین حضرات کی قبورِ مبارک ہیں، وہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے۔ اور اس سے پچھلی والی جو جگہ ہے جہاں محرابِ تہجد بھی ہے وہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا۔ یہ دونوں گھر جڑے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے گھر تھے تو بیٹی سے جاتے ہوئے بھی ملتے، اور واپسی پہ بھی ملتے۔

مصافحہ رمعانقہ کرنا

ایسے ہی جب کوئی سفر سے واپس آئے تو اپنے متعلقین سے مصافحہ کرے اور معانقہ کرے، یہ دونوں چیزیں سنت ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی نبی علیہ السلام سے ملاقات کی آپ نے مصافحہ کیا۔ (سنن ابی داؤد)

ایک حدیث میں آتا ہے رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس

میں ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (سنن ابی داود، معجم کبیر للطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ملتے مصافحہ کرتے، اور جب سفر سے واپس آتے تو معانقہ کرتے۔ (معجم اوسط للطبرانی)

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا ہے، یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حبشہ سے واپس آیا اور مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور میری آپ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھ سے معانقہ کیا یعنی گلے لگایا۔
(سیرت ہشام)

بعض کتبِ تفاسیر میں ہے کہ معانقہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے تو ذوالقرنین بادشاہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ انہیں خبر دی گئی کہ ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہیں تو وہ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے معانقہ کیا یعنی گلے لگایا۔

عام طور سے ہم ایسا کرتے بھی ہیں، لیکن اگر اس میں ہم سنت کی اتباع کی نیت کرلیں تو یہ عمل برکت والا ہوجائے گا۔ اور بغیر نیت کے یہ رواج ہوسکتا ہے، مگر صحیح نیت کے ساتھ اس کا معاملہ بدل جائے گا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ . (صحيح البخاري)

''اعمال کا تعلق نیت کے ساتھ ہے''۔

حضرت جی کا ایک قیمتی ملفوظ

حضرت جی دامت برکاتہم ایک عجیب بات ارشاد فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس امت کو بدنیتی سے، بری نیت سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا بلا نیتی سے پہنچا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بدنیت سے کوئی نقصان ہی نہیں ہوا، بلکہ اس سے بڑے بڑے نقصانات ہوئے ہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ جو نقصانات ہوئے ہیں وہ بلا نیتی سے ہوئے ہیں کہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی نیت سنت کی نہیں ہوگی، علم بھی نہیں ہوتا اور کر رہے ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر چیزیں ایسی ہیں جو کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم سب روز ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ جیسے سفر سے واپس آئے ہیں رشتہ داروں سے ملاقات ہو رہی ہے، دوستوں سے مل رہے ہیں، گلے لگ رہے ہیں، اس میں سنت کی نیت کر لیں تو کیفیت بدل جائے گی۔ عمل وہی ہے لیکن صحیح نیت سے قیمت بڑھ جائے گی۔

صحیح نیت سے چپل سیدھی کرنا

اس کی ایک اور مثال آپ کو دیتا ہوں۔ چپل سیدھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ الٹی ہوجاتی ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں جی! چپل اُلٹی ہوگئی ہے، پتا نہیں کچھ ہوجائے گا۔ یہ محض لوگوں کا وہم ہے، اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرحال جو بات سنانا چاہ رہا تھا وہ یہ ہے۔ ایک جگہ میں ایک اللہ والے کے ساتھ تھا جو کہ عالم دین بھی ہیں۔ راستے میں چپل اُلٹی پڑی ہوئی تھی تو چلتے چلتے اپنے راستے سے ہٹے اور جا کر چپل کو اپنے پاؤں سے سیدھا کر دیا اور آگے چل پڑے۔ میں نے کہا کہ حضرت! اس میں ایسی کون سی بات تھی، عوام ان چیزوں کو دیکھ کر حجت بناتے ہیں۔ خیر! اس قسم کی کوئی

میں نے بات کہی تو فرمانے لگے کہ بڑوں کی بڑی باتیں۔ دیکھو بھئی! مجھے یہ گوارا نہیں کہ جوتی کا اُلٹا حصہ میرے والد کی طرف ہو، تو مجھے کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ میرے پروردگار کی طرف اس کا رخ ہو۔ اب جوتی کو اس نیت کے ساتھ سیدھا کرنے سے معاملہ بدل گیا۔

سفر سے واپس آنے والوں کا استقبال کرنا

اسی طرح سفر سے واپس آنے پر حاضرین مسافروں کا استقبال کریں۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے ثنیۃ الوداع (جگہ کا نام) پر ان کا استقبال کیا۔ میں اس وقت چھوٹا تھا، لیکن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے لوگوں کے ساتھ نکلا۔ (صحیح بخاری) آج کے زمانے میں یوں سمجھ لیں کہ اسٹیشن ریسیو کرنے چلے گئے، ایئرپورٹ چلے گئے بس اسٹاپ چلے گئے۔ سمجھانے کے لیے ایسی بات کہہ رہا ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ سفر سے واپسی پر آنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ سب سے ملنے جائے، بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ ملنے آئیں۔ جب یہ سفر پہ جائے تو یہ لوگوں سے ملے اور جب واپس آیا ہے تو لوگ اس سے ملیں، اس چیز کا اہتمام کیا جائے تو فائدہ ہوگا۔

واپسی پر کھانا کھلانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سفر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، جو آپ کے حکم سے ذبح کی گئی اور سب نے پکا کر کھانا کھایا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو کھانا کھلانے کی نیت

سے روزہ نہ رکھتے، دعوت کا اہتمام کرتے، ساتھیوں کو بلاتے ملاقات بھی ہوجاتی اور کھانا پینا بھی ہوجاتا۔ یہ تینوں روایات صحیح بخاری میں "بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ" میں ہیں۔

آسان عمل کا مشکل بن جانا

اُس زمانے کی دعوت ہمارے زمانے کی دعوتوں سے بڑی مختلف تھی۔ دعوت اصل میں ایک ملاقات ہوتی تھی۔ اس میں چند کھجوریں رکھ دیں تو وہ دعوت ہوگئی۔ کھجور گھر میں نہیں ہے روٹی کا سوکھا ٹکڑا موجود ہے وہ رکھ دیا، دعوت ہوگئی۔ اور اگر صرف پانی موجود ہے وہ پلا دیا، دعوت ہوگئی۔ آج ہی گھر والوں کو کہہ کر دیکھ لیں کہ جی! کل میں نے 15 لوگوں کو گھر پر دی ہے، پھر دیکھیں اہلیہ صاحبہ کا موڈ اور باقی گھر والوں کا رویہ۔ ہم نے دعوت کو مشکل اور مصیبت بنالیا ہے۔ آنے والے کا بھی معاملہ یہی ہے کہ جب تک چار چیزیں سامنے نہ ہوں تو سمجھے گا کہ میرا اکرام ہی نہیں ہوا۔ ہر آدمی اپنی سہولت اور آسانی کے مطابق دعوت کرے تو کافی ہے۔ اصل ملاقات مقصود ہوا کرتی ہے، دین کی بات مقصود ہوا کرتی ہے، طعام مقصود نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کی جاتی ہے۔ دعائیں لی اور دی جاتی ہیں۔ اور بقول کسی کے یہ تو پکی بات ہے کہ صحابہ کرام جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو آخرت کی یاد دلایا کرتے تھے، تلقین کرتے تھے، وصیت کیا کرتے تھے، سورۃ العصر سنایا کرتے تھے، ایک دوسرے سے ملتے تو خیر خیریت پوچھتے۔ بلکہ اب سے تیس چالیس سال پہلے جب لوگ ملاقات کرتے تھے تو بیوی بچوں کا حال احوال، کاروبار کا پوچھا کرتے تھے۔ اور آج گھر میں آتے ہیں تو سب سے پہلے وائی فائی کا پاس ورڈ پوچھتے ہیں۔

اگر ہم اپنی شادیوں اور دعوتوں کا تصور کریں تو پریشانی پیدا ہوتی ہے کہ جی! دعوت

کے نام پر چھ گھنٹے کھڑے رہنا ہے۔ پھر پہلے اس کے لیے تیاری کرنی ہے، اس کے بعد کسی کو پسند آئے نہ آئے وہ الگ مسئلہ۔ اور عورتوں نے دو تین گھنٹے آگے اور کام سنبھالنا ہے۔ تو دعوت ہم کریں لیکن آسانی کو سامنے رکھیں۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ مہمان نوازی کے ہم آداب بھول جائیں۔ اس کی ایک الگ ترتیب ہے۔ مہمان نوازی تو حق ہے کرنے کا، لیکن ساری چیزوں کو اعتدال میں رکھتے ہوئے ہم چلیں گے، اور سمجھ کر چلیں گے تو آسانی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام چیزوں کے اعتدال کی توفیق عطا فرمائے۔

سفر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

اچھا! حالتِ سفر میں اللہ کی یاد یعنی ذکرِ الٰہی ضروری ہے۔ اس کے بغیر گزارا ہی کوئی نہیں۔ انسان دعوت و تبلیغ کے لیے سفر کرے، کاروبار کے لیے، عزیز و اقارب سے ملنے کے لیے سفر کرے، ہر سفر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ (طٰہٰ: ۴۲)

تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ، اور میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا''۔

اسی طرح جہاد کے موقع پر ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(الأنفال: 45)

اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

غرض ہر موقعے پر اللہ کی یاد ضروری ہے، جہاد میں، عام سفر میں، حضر میں۔

حضرات صحابہ کرام سفر میں اللہ کے ذکر کا بہت خیال فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم چڑھائی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے، اور جب ڈھلان سے اترتے تو سُبحَانَ اللہ کہتے۔ (صحیح بخاری) ایک روایت میں ہے کہ تین مرتبہ کہتے، جبکہ دوسری روایات میں عموم ہے کوئی تعداد مقرر نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے کہتے تھے۔

جب ہم سفر پہ جاتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ کچھ احباب ہوتے ہیں جو حضرت جی کا بیان لگا لیتے ہیں اور سنتے رہتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو میوزک لگا لیتے ہیں اب بتائیں کیا بنے گا۔ کہاں چڑھائی آئی، کہاں ڈھلان سے اترے، کچھ پتا ہی نہیں ہوتا۔ یاد رکھیے! جو سفر کی حالت میں خدا کے ذکر میں لگ جاتے ہیں تو فرشتے اس کے ہم سفر ہوتے ہیں۔ اور جو شعر و شاعری، میوزک، گانے بجانے میں، FM لگانے میں لگے رہتے ہیں تو ان کا رقیبِ سفر پھر شیطان ہوتا ہے۔ اب خدانخواستہ ایکسیڈنٹ ہو جائے اور موت آجائے تو جو ذکر میں لگا ہوا تھا ذکر کی حالت میں قیامت کے دن اُٹھے گا، اور جو گانے بجانے میں لگا ہوا تھا تو وہ پھر قیامت کے دن شیطانوں کے ساتھ ہی اُٹھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

علماء نے لکھا ہے کہ سفر کے اندر تین کام کرنے بہت ضروری ہیں:

1. اپنے مال سے غریب ساتھیوں پر خرچ کرنا۔
2. حسنِ خلق سے پیش آنا۔
3. رفقائے سفر کے ساتھ ہنسی خوشی، تفریح اور خوش طبعی کا عمل رکھنا۔

لمبے سفر کا ایک دلچسپ واقعہ

شیر شاہ ٹول پلازے پہ راستہ بند تھا۔ کسی نے بتایا کہ یہاں روزانہ ہڑتال ہو رہی

ہے۔ روز روڈ بند کر دیتے ہیں اور شام کو پانچ بجے کھولتے ہیں۔ وہاں کوئی لوڈ شیڈنگ کا بہت بڑا مسئلہ چل رہا تھا۔ سب ہی کو بڑی پریشانی ہوئی۔ ہماری منزل آگے تھی اور اڑھائی گھنٹے کا سفر تقریباً باقی تھا۔ کسی نے کہا کہ فلاں ٹریک سے گاڑی لے لیں تو آگے جا کر آپ پھر اسی راستے پر آ جائیں گے۔ اسی طرح کا کچھ واقعہ ہے، مجھے ابھی سو فیصد یاد نہیں۔ خیر! گاڑی اپنی تھی۔ اب ہم اس شخص کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے۔ چلتے تو چلتے ہی چلے گئے اور تین چار گھنٹے ویسے ہی لگ گئے۔ تین چار گھنٹے بعد ہم واپس جب اس ٹریک پہ آئے جس پر آنا تھا۔ الحمدللہ! واپسی پہ ایک ساتھی کہنے لگے کہ جی سفر کا پتا نہیں لگا۔ ہوا کیا تھا؟ شروع میں جب ساتھی پریشان ہونے لگے تو آپس میں تھوڑا بہت ہنسی مذاق کر لیا۔ بھئی! یہ دیکھو یہ باغ اچھا لگ رہا ہے۔ دیکھو! اس میں آم لگے ہوئے ہیں۔ آپس میں کچھ اس قسم کی باتیں شروع ہوئیں۔ واقعات یا کوئی مناسب سے لطائف سنائے گئے تو وہ تین چار گھنٹے پتا ہی نہیں چلے اور سفر آسانی سے طے ہو گیا۔

سفر کے اندر بسا اوقات کوئی ایسی بات آ جاتی ہے تو ان چیزوں کی ضرورت پڑھتی ہے۔ اور بندے کے اندر خود حوصلہ ہو گا تو ہی یہ باتیں کرے گا، خود ہی پریشان ہو گا تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی پریشان کرے گا۔

ہنسی مذاق ایسی ہو جو گناہ نہ ہو۔ جائز انٹرٹینمنٹ بہت بڑی نعمت ہوا کرتی ہے۔

قبل از سفر حقوق کی ادائیگی

علماء نے سفر کے چند آداب لکھے ہیں۔ ترتیب وار ملاحظہ کر لیں:

1 پہلا ادب یہ لکھا کہ جب سفر کا ارادہ ہو تو اہلِ حق کے حقوق، قرض خواہوں کے قرض، لوگوں کی امانتیں واپس کر دی جائیں۔

2 دوسرا ادب یہ لکھا کہ اہل وعیال کے کھانے پینے، نان نفقہ کا معقول اور مناسب انتظام کر کے جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے جانے کے بعد وہ تکلیف میں آجائیں۔

3 تیسرا ادب یہ لکھا کہ اپنے لیے سفر کا خرچہ معقول رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ ساتھیوں کی طرف دیکھتا رہے کہ یہ میرا خیال رکھیں۔

4 چوتھا ادب یہ لکھا کہ سفر کے اندر خوش اخلاق رہے، نرم طبیعت رہے، تحمل رکھے اور مزاج کے اندر وسعت رکھے۔ تیز مزاج، یا تند مزاج نہ بنے کہ ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجائے کیوں کہ سفر کے اندر تو تکلیفیں آتی ہیں اس لیے اپنے آپ کو پہلے سے تیار رکھے۔

5 پانچواں ادب یہ لکھا کہ رفقائے سفر کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھے۔ ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کرے۔ خود دوسروں کی مدد کا خواہش مند نہ ہو، ہاں اگر کوئی مدد کرے تو ان کا بھی شکر ادا کرے اور اللہ کا بھی شکر ادا کرے۔

6 چھٹا ادب بہت اہم ہے۔ لکھتے ہیں کہ رفیقِ سفر پہلے سے تلاش کرے کہ کس کے ساتھ جانا ہے؟ خاص طور سے حج عمرے کا سفر ہو یا ایسا سفر ہو جس میں کئی دن انسان نے رہنا ہے، تو رفیقِ سفر دین دار تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ ایسا رفیق ہو جس سے Attachment ہو، ورنہ سفر کے اندر پریشانی ہوتی ہے۔ جب رفیقِ سفر دین دار ہو، خوش اخلاق ہو، اور دین کے معاملے میں اس کا مددگار ہو تو یہ بہترین سفر ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ بے دین لوگوں کے ساتھ چند دن بھی گزارے گا تو اس کی وجہ سے اس کی نماز، روزے پر غلط اثر پڑے گا۔

7 ساتواں ادب یہ لکھا کہ متعدد افراد ہوں تو چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ مثلاً ہم نے ایک دن کے لیے یہاں لاہور سے فیصل آباد جانا ہے۔ تین آدمی، چار آدمی

ساتھ ہیں تو کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ آنا جانا تو ہو ہی جائے گا، لیکن اس طریقے سے سنت پوری ہو جائے گی اور معاملات کے اندر آسانیاں ہوں گی۔ جو اُمور بھی پیش آئیں اسے مشورہ کر کے طے کریں، اور امیر کی اطاعت کریں۔

8 آٹھواں ادب یہ لکھا ہے کہ اگر بڑا سفر ہو، اَہم سفر ہو تو اس سے پہلے استخارہ کی نماز ادا کر لیں۔ نبی علیہ السلام سفر سے قبل کبھی دو رکعتیں اور کبھی چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔

9 نواں ادب یہ ہے کہ سفر ویسے تو کسی بھی دن شروع کیا جا سکتا ہے، لیکن جمعرات والے دن نبی علیہ السلام کو سفر کرنا محبوب اور پسندیدہ تھا۔ جس طرح سے آسانی ہو، سفر شروع کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی بدفالی کسی دن سے لینے کی ضرورت ہے۔ کسی دن بھی سفر کرنا منع نہیں ہے۔ جمعہ والے دن یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کا وقت داخل نہ ہو جائے۔ ویسے عام ترتیب جو نبی علیہ السلام نے زیادہ پسند فرمائی وہ ہے صبح کے وقت جلدی شروع کرے کہ اس کے اندر خوب برکت ہے۔ اور دوپہر میں سفر ہے تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لے پھر سفر کرے، اور جمعہ کا وقت قریب آ گیا تو اب جمعہ پڑھ کے ہی چلے۔

10 اسی طرح سفر کے درمیان مسنون دعاؤں کا اہتمام رکھے، کسی وقت بھی غافل نہ رہے، ہر دم ذکر فکر میں لگا رہے، اللہ کی یاد میں لگا رہے۔ جب بلندی پہ چڑھے تو اللہ اکبر، نیچے آئے تو سبحان اللہ کہے۔

11 جہاں قیام کر رہا ہے، جس شہر میں جانے کا ارادہ ہے وہاں کے مشائخ سے، وہاں کے بزرگوں سے، وہاں کے صاحبِ نسبت لوگوں سے ملاقات کی نیت بھی کرے اور ان

سے ملاقات بھی کرے۔ وقت اور فرصت ہو تو اُن کی مجلس اور نصائح سے فائدہ اُٹھائے۔

12 سفر کی حالت میں عبادت اور اطاعت کی کچھ کمی محسوس کرے، دین کا نقصان نظر آنے لگے تو اس سفر کو چھوڑ دے۔ اور یہ سمجھ لے کہ یہ سفر جو اس کے دین کا نقصان کر رہا ہے، یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ یعنی سفر ایسا ہو جس میں نمازوں پر اثر نہ پڑے، ایسا نہ ہو کہ سفر میں نمازیں ہی قضا ہو جائیں۔

13 سفر کا مقصد جب پورا ہو جائے تو واپسی میں جلدی کرے، اور گھر والوں کے لیے کوئی تحفہ کوئی ہدیہ لے کر آئے۔

14 واپسی پر پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرے، پھر گھر جائے۔

15 گھر میں داخل ہونے کے بعد جو مسنون دعائیں ہیں وہ پڑھے۔ اور گھر والوں کی، اہل و عیال کی اور متعلقین کی خیریت دریافت کرے۔ بچے گھر پہنچنے سے قبل استقبال کے لیے پہنچ جائیں، اگر سواری پاس ہے تو ان بچوں کو اپنی سواری پہ ساتھ بٹھالیں یہ مسنون ہے، اگر سواری نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔

16 سفر کے اندر سامان گم ہو جانا، گاڑی وغیرہ کا چیزوں کا غائب ہو جانا یہ سب کچھ ہو جاتا ہے، چیزیں گم ہو جاتی ہیں تو ان تمام چیزوں کے اندر صبر کا معاملہ رکھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گم شدہ سواری وغیرہ کے لیے دعا منقول ہے کہ اے اللہ! گم شدہ چیزوں کے لوٹانے والے! راستہ دکھانے والے! اے گم شدہ کو راستہ دکھانے والے! میرا گم شدہ لوٹا دیجیے۔ اپنی قدرت اور طاقت سے، یہ آپ ہی کی عطا اور آپ کا کرم ہے۔ یہ دعا علماء نے لکھی ہے، صحابہ نے اللہ سے دعا مانگی ہے۔ جب نبی علیہ السلام حج کے سفر میں تھے آپ کا سامان غائب ہو گیا تھا، بعد میں مل گیا۔ تو سفر کے اندر یہ چیزیں اور چھوٹی موٹی پریشانیاں آتی ہیں، دل بہت کھلا رکھ کے چلے گا تو اِن

شاء اللہ آسانیاں ہی آسانیاں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام چیزوں میں نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ ایک ایک چیز کو سیکھ کر، سمجھ کر عمل کرنے والا بنائے آمین۔

سفر کے بارے میں چند باتیں پوری ہوگئیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سونے کی سنتیں پارٹ 1

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝

(الفرقان:62)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

سکون کا تعلق کس سے ہے؟

اس کائنات کا، دن رات کا نظام اللہ ربّ العزّت نے بنایا ہے۔ دن کو اللہ تعالیٰ

نے اپنی عبادت کے لیے اور کام کاج کے لیے بنایا۔ اور رات کو آرام کے لیے اور مناجات یعنی اپنے سے مانگنے کے لیے بنایا۔ جب اللہ چاہتے ہیں تو اصحابِ کہف کو سینکڑوں سال سلا دیتے ہیں، اور جب اللہ نہیں چاہتے تو سارا دن محنت کرنے والوں کو بھی رات میں نیند نہیں آتی۔ لوگ نیند کی گولیاں لیتے ہیں، مگر نیند نہیں آتی۔ اور نیند نہ آنے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔ نیند کا تعلق دل کے سکون اور چین کے ساتھ ہے۔ انسان پیسے سے اچھا بستر تو خرید سکتا ہے، لیکن میٹھی نیند نہیں خرید سکتا۔ اس عاجز کو تجربہ ہوا، مشاہدہ ہوا کہ بہت سے غریب لوگ جو اللہ کی مان کر چلتے ہیں وہ رات کو زمین پر بھی میٹھی نیند سو جاتے ہیں۔ اور کتنے ایسے نوجوان ہیں جو Facebook، whatsapp اور دیگر چیزوں کے غلط استعمال کی وجہ سے راتوں کو نیند سے محروم ہیں۔ کتنے ہی ایسے امیر لوگ ہیں جو اپنی من مانیاں کر کے بھی رات کو نیند کی منتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ کسی طرح نیند آ جائے۔

مجھے ایک صاحب کا فون آیا کہ حضرت! آٹھ دن ہو گئے ہیں مجھے نیند نہیں آئی۔ کچھ کہتے ہیں کہ تین تین دن نیند سے محروم ہیں۔ دوائیاں بھی کھاتے ہیں، نیند نہیں آتی۔ یہ نیند اللہ ربّ العزّت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ نیند کن کو اچھی آتی ہے، جن کی زندگی اللہ ربّ العزّت کے احکامات اور نبی علیہ السلام کے مبارک طریقوں پر ہوتی ہے۔ مال، پیسے سے نیند کا تعلق نہیں ہے۔ اس کا تعلق قلبی سکون سے ہے۔

تھوڑی نیند میں برکت

وہ لوگ جو من مرضی کا کھاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اب ان کو اچھی نیند تو آ جانی چاہیے، کیوں کہ انہوں نے ساری خواہشات تو

پوری کر لی ہیں۔ لیکن Mostly ایسے ہی لوگوں کو نیند کی کمی کی شکایات ہوتی ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں، پھر نیند ان کے لیے راحت بن جاتی ہے۔ ہم نے اپنے شیخ حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کو دیکھا کہ وہ تھوڑی دیر بھی سو جاتے تو ایسا لگتا تھا گویا وہ ساری رات سوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ ڈیڑھ، دو گھنٹے کی نیند میں اللہ پوری رات کا آرام اُن کو عطا کر دیتے ہیں۔ اور بعض نوجوان ایسے ہیں کہ بارہ بارہ گھنٹے سو کر بھی نیند پوری نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان

بہر حال ''سونا'' روز مرّہ زندگی کا ایک عمل ہے، ایک حصہ ہے۔ اس بارے میں نبی علیہ السلام کی کیا سنتیں ہیں؟ کیا طریقہ ہے؟ ہمیں کیسے آرام کرنا چاہیے؟ دھیان سے سنیے! اور عمل کے ارادے سے سنیے کہ اللہ پاک ہمارے دن کو نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق بنا دے، اور رات کو بھی نبی علیہ السلام کے طریقوں کے مطابق بنا دے۔ دن میں ہم کسبِ معاش بھی کریں اور عبادت بھی کریں، اور رات میں آرام بھی کریں، ربّ تعالیٰ سے مناجات بھی کریں۔ رات کے وقت اللہ ربّ العزّت کی طرف سے آواز لگتی ہے:

هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطٰى؟ (صحیح مسلم:758)

''ہے کوئی مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے؟''

ہاں! بڑے کی طرف سے بڑا اعلان ہے، مگر اس وقت ہم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمیں نیند آ رہی ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانات ہو رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ہمیں مانگنے کے لیے اٹھنا چاہیے، اپنی نیند کو اس وقت Manage کرنا چاہیے۔ پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہماری طرف کیسے

متوجہ ہوتی ہیں۔

سوتے وقت وضو کے فضائل

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجاء کرتے اور مکمل وضو فرماتے جیسے نماز کے لیے کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: رقم ۳۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب رات کو بستر پر آتے تو مسواک کرتے اور کنگھی کرتے۔ یعنی مسواک اور کنگھی کا استعمال سونے سے پہلے کرتے تھے۔

اس کے متعلق نبی علیہ السلام نے حکم بھی دیا ہے۔ چناں چہ بخاری شریف میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر دائیں کروٹ پر لیٹو۔ (صحیح بخاری: باب اذا بات طاهرا)

نبی علیہ السلام کی عادتِ طیبہ باوضو آرام فرمانے کی تھی، اور آپ علیہ السلام نے اس کے متعلق حکم بھی دیا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی نے عشاء کی نماز پڑھی اور باوضو ہے تو وہی وضو کافی ہے، پھر الگ سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر عشاء کی نماز پڑھ لی اور پھر وضو ٹوٹ گیا تو بہتر یہ ہے کہ سونے سے قبل وضو کر لیا جائے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی اسی روایت میں آگے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کی حالت میں رات گزارے اور اس دعا کو پڑھ لے جو انہیں سکھائی گئی (دعاؤں کی کتاب میں اس دعا کا تذکرہ ہے: اللهم أسلمت وجهي اليك...)، پھر اُسی رات میں انتقال کر جائے تو فرمایا کہ اس کی موت فطرت پر ہوئی ہے یعنی فطرتِ اسلام پر۔ (حوالہ بالا)

کتنا چھوٹا سا عمل ہے کہ وضو کرنا اور باوضو سو جانا اور فضیلت کتنی بڑی ہے۔ اگر

انسان باوضو سوئے تو فرشتوں کی دعائیں بھی ملا کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص طہارت کی حالت میں رات گزارتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی رات گزارتا ہے، جب یہ شخص کروٹ لیتا ہے تو فرشتہ پکارتا ہے: اے اللہ! اس بندے کی مغفرت فرما کہ اس نے رات باوضو گزاری ہے۔ (الترغیب والترھیب: ۱/ ۴۰۸)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کے ساتھ سونے والا روزے دار، شب بیدار کی طرح ہے۔ (مسند دیلمی: ۲/ ۲۶۵)

یعنی باوضو سونے والے کو اللہ تعالیٰ ساری رات عبادت کا ثواب اپنی رحمت سے عطا فرمادیتے ہیں۔علماء فرماتے ہیں کہ بستر ہی مسجد بن جاتا ہے۔یعنی جب وہ باوضو سوتا ہے تو اس کا بستر ہی عبادت گاہ بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ باوضو سونے والا، ذکر اور نماز کی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور وہ اُٹھ جائے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دیکھو! بغیر وضو کے مت سویا کرو۔اور آگے فرمایا کہ روحوں کا اُٹھنا اسی حالت میں ہوگا جس حالت میں اسے قبض کیا جائے گا۔ (غذاء الالباب للسفارینی: مطلب في فوائد من آداب النوم، منقولاً من الحلیة لأبي نعیم)

بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ باوضو رات گزارلے تاکہ اگر موت آجائے تو بہترین حالت پر آئے۔

بیہقی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روحیں نیند کی حالت میں عالمِ

بالا پہنچتی ہیں۔ جو روحیں باوضو ہوتی ہیں وہ اللہ کے عرش کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔

سبحان اللہ! باوضو سونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ باوضو سونے سے انسان کے ساتھ شیاطین نہیں کھیلتے، یعنی تنگ نہیں کرتے۔ اور باوضو سونے والے کے اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ اور باوضو سونے سے انسان پر شیطان کے حملے نہیں ہوتے، وہ حفاظت میں رہتا ہے۔ خصوصاً جو لوگ نیند میں ڈر جاتے ہیں، اُن کے لیے باوضو سونا ایک بڑی نعمت اور مجرّب عمل ہے۔

سونے سے پہلے مسواک کرنا

حضرت محرز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام اس وقت تک آرام نہ فرماتے جب تک مسواک نہ کر لیتے۔ (التلخیص الحبیر: باب السواک، منقولاً من معرفۃ الصحابۃ)

یعنی نبی علیہ السلام رات کو سونے سے پہلے مسواک کا اہتمام فرماتے تھے۔ سونے سے پہلے مسواک دانتوں کے لیے اور صحت کے لیے انتہائی مفید عمل ہے۔ اسی وجہ سے علماء اور اطباء نے لکھا ہے اور ڈاکٹرز بھی یہی کہتے ہیں کہ انسان رات کو دانت صاف کر کے سوئے۔ صبح اگر دانت صاف نہ بھی کیے تو اتنا نقصان نہیں، مگر رات کو دانت صاف ضرور کرنے چاہییں۔ اس کی Reason یہ بتاتے ہیں کہ انسان جب غذا رات کو کھاتا ہے تو سونے کے بعد اس نے تین چار گھنٹے کم حرکات کرنی ہوتی ہیں۔ اس کی Body Stay حالت میں ہوتی ہے۔ اب یہ سوئے گا اور منہ صاف نہ کیا ہوگا تو دانتوں کے ذرّات میں بیکٹیریاز کو کام کرنے کا پورا پورا موقع ملے گا اور وہ اس کے مسوڑھوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ اور اگر دانت صاف کر لیے تو ہر طرح کے نقصانات سے بچ جائے گا۔

آج ڈاکٹرز یہ کہتے ہیں صبح بھی اور رات بھی دانت صاف کرو۔ صبح رہ جائے تو اتنا

نقصان نہیں، اس لیے کہ دن میں انسان کا منہ چلتا رہتا ہے، بات چیت میں، کھانے پینے میں، مختلف کاموں میں، لیکن رات کو دانت صاف نہ کرنے کا بہت نقصان ہے، کیوں کہ رات کو کئی گھنٹے منہ بند رہتا ہے اور بیکٹیریاز کو، جراثیموں کو پورا کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اللہ اکبر! صحت کے اعتبار سے بھی نبی علیہ السلام کا طریقہ بہترین طریقہ ہے۔

اگر کوئی برش کرتا ہے تو اس کو صفائی کا ثواب مل جائے گا، لیکن مسواک کے ساتھ اس کو سنت کا ثواب بھی ملے گا۔ یعنی مسواک کے ساتھ Double ثواب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُصولِ صحت کا خیال رکھنا بھی ہماری شریعت میں مسنون ہے۔ دانتوں کی صفائی سے دانت بھی مضبوط اور معدہ بھی قوت پکڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں سونے سے قبل مسواک ضرور کرنی چاہیے۔

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام رات میں کسی بھی وقت بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے تھے۔ اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات میں جب نبی علیہ السلام یا دن میں جب بھی جاگتے (قیلولہ کرنے کے بعد) تو وضو سے قبل مسواک فرمایا کرتے تھے۔ پہلی روایت بخاری اور مسلم شریف دونوں میں، جبکہ دوسری روایت مسلم شریف کی ہے۔

مسواک سے نبی علیہ السلام کو اتنی محبت تھی کہ اللہ اکبر کبیرا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سوتے تو مسواک آپ کے سرہانے ہوا کرتی تھی۔ یعنی نبی علیہ السلام مسواک کو اپنے تکیہ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ جب بیدار ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ (مسند احمد: رقم ۵۸۱۴)

آج کے دور میں اس بات کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ جیسے آج کل کے نوجوان ہیں کہ

جب وہ سوتے ہیں تو موبائل سرہانے پر اور صبح بھی سب سے پہلے موبائل پکڑتے ہیں۔ رات کو 3 بجے آنکھ کھلی تو سب سے پہلے Whatsapp،On کرتے ہیں۔ 2 بجے آنکھ کھلے تو دیکھتے ہیں کہ کسی کا میسیج تو نہیں آیا ہوا۔ جس طرح ہمیں اپنے موبائل سے محبت ہے اس سے کہیں زیادہ نبی علیہ السلام مسواک سے محبت کرتے تھے۔ یہ صرف سمجھانے کے لیے مثال دی ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے تھے:

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ. (صحيح البخاري تعليقًا: ٢/٢٧٤)

ترجمہ: ''مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے''۔

رات کو سونے سے قبل چند باتیں اور بھی سنت ہیں۔

سونے سے قبل چند ضروری کام

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم سونے کا ارادہ کرو تو چراغ بجھا دیا کرو، اور دروازے کو بند کر دیا کرو، اور مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، اور کھانے پینے (کے برتن) ڈھک دیا کرو۔ (صحیح بخاری: رقم ۶۲۹۶)

اس حدیث کے راوی ہمّام کہتے ہیں کہ اگر ڈھکنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو (بسم اللہ کہہ کر) کوئی لکڑی ہی چوڑائی میں رکھ دو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رات ہونے لگے تو اپنے بچوں کو باہر جانے سے روک دو، اس لیے کہ اس وقت شیطان پھیلتے ہیں۔ اور جب رات کا ایک پہر ہو جائے (عشاء کے بعد، جانا چاہیں ضرورت سے) تو جانے دو۔ اور دروازوں کو بند کر دو اور اس پر اللہ کا نام لو، کیوں کہ شیطان (ایسے)

بند دروازوں کو نہیں کھول سکتا۔ اور پانی کے مشکیزوں کو باندھ دو اور اس پر اللہ کا نام لو۔ اور اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور اس پر اللہ کا نام لو، اگر چہ ڈھکنے کے لیے چوڑائی میں ہی کوئی چیز رکھ دو (اس طرح کہ اس برتن کا منہ چھپ جائے)۔ اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔ (مشکوۃ: رقم ۴۲۳۱)

بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ چراغوں کو بجھا دیا کرو (اکثر یا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ) چوہا بتی کو کھینچ لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

پہلے وقتوں میں لائٹیں تو تھی نہیں اس لیے تیل سے چراغ جلایا جاتا تھا۔ پھر چوہے کی حرکت سے بعض اوقات وہ گر جاتا تھا، جس سے آگ لگ کر پورے گھر کو جلا ڈالتی تھی۔ اسی طرح سونے سے قبل انسان کھانے پینے کے برتن کھلے نہ چھوڑے۔ اس عمل کی برکت سے یہ چیزیں شیطانی تصرفات اور اثرات، حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑوں وغیرہ سے بھی بچ جاتی ہیں۔ بلی، چوہا وغیرہ کے برتنوں کو جھوٹا کرنے سے بھی بچت ہوجاتی ہے۔ ان تمام امور میں ثواب سنت کا بھی ملے گا اور صحت کی بھی حفاظت رہے گی۔ اور گھر کے دروازے بند رکھنے سے شیاطین اور جنات کے علاوہ شریر انسانوں سے بھی حفاظت رہتی ہے، یعنی چوری ڈاکے سے بھی اور لوگوں کے غلط آنکھ لڑانے سے بھی۔

حدیثِ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے گھر سے باہر تشریف لے گئے اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو دیکھتے ہیں کہ ابلیس (شیطان) گھر کے درمیان میں کھڑا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: او خبیث! میرے گھر سے ذلیل ہو کر نکل

جا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو رات کے وقت باہر نکلنا پڑے تو نکلتے ہوئے دروازہ بند کرے۔(معجم کبیر: ۲۲/ ۷ ۱۳)

بچوں کی نگرانی کرنا

یہاں ایک بات اور بھی ذکر کردوں کہ آج کل جو بے حیائی کا ماحول ہے تو نوجوان بچوں اور بچیوں کو Study کے نام پر کُنڈی لگانے کی اجازت نہ دیں۔اگر سب لڑکے ایک کمرے میں سوتے ہیں تو کنڈی نہ لگائی جائے، اور باپ رات کو ایک دو دفعہ آکر چیک کرلے اور ان لڑکوں کو بھی پتا ہو کہ باپ آئے گا۔لڑکے بڑے بہانے بناتے ہیں کہ Study کرنے کے لیے کنڈی لگائی ہے،مگر سچ بات یہ ہے کہ Study ہو یا نہ ہو فیس بک پر حرام کام ضرور ہوتے ہیں، یا موبائل فون پر غلط چیٹنگ ہو رہی ہوتی ہے، یا پھر اور گناہ ہو رہے ہوتے ہیں۔اسی طرح بچیوں کے معاملہ میں ماں کو چاہیے کہ اگر وہ الگ کمرے میں ہوتی ہیں تو اُن کے کمرے میں چکر لگا کر چیک کرے۔غرض یہ کہ کسی کو دروازے بند کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔دروازہ بند کرنا تو شادی شدہ لوگوں کی بات ہے، یا جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں دروازہ بند کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ دروازہ بند کرنا ایک الگ چیز ہے اور اندر سے کنڈی لگانا ایک الگ چیز ہے۔میری والدین سے گذارش ہے کہ بچوں اور بچیوں کو اندر سے کنڈی لگانے کی اجازت نہ دیں، ہاں! اگر آج کے باپ میں اتنی ہمت نہیں کہ کنڈی کھول کر بیٹے کو چیک کرسکے تو پھر الگ بات ہے۔بچوں کو شیطانی آلات بھی دیے ہوئے ہیں تو پھر یہی بچے ماں باپ کی ناک کے نیچے گناہوں کے دیے جلاتے ہیں الامان والحفیظ۔

سونے سے قبل سرمہ لگانے کی سنت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سونے سے پہلے، بستر پر جانے سے قبل (اثمد) سُرمہ تین تین مرتبہ ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔ (شمائل: صفحہ 5)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سُرمہ دانی تھی جس سے رات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے سے پہلے تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔ (مجمع: 99/5)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی سُرمہ لگائے وہ طاق عدد میں لگائے، ایسا کرے تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں''۔ (مشکوۃ شریف)

یہ بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے۔ لہٰذا سونے سے پہلے سرمہ لگانا چاہیے۔ آج کے زمانے میں جو مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کرے گا، اس کے لیے سو شہیدوں کے برابر اجر و ثواب ہے۔

بستر جھاڑ کر دعا پڑھنا

ایک بڑی آسان سنت ہے۔ وہ یہ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیے کہ تین مرتبہ اپنے اِزار کے اندرونی حصے سے بستر کو جھاڑے، اس لیے اسے معلوم نہیں کہ اس کے بعد (غیر موجودگی میں) بستر پر کوئی (جانور) تو نہیں آیا۔ پھر جب لیٹ جائے تو یہ دعا پڑھے:

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ أَرْفَعُهُ، فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ.

(البخاری: رقم ۶۳۲۰)

اب اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارے گھر تو بڑے صاف ستھرے Furnished

ہیں، یہاں کیڑے مکوڑے نہیں آئیں گے۔ بات یہ ہے کہ اگر کیڑے مکوڑے نہ بھی آئیں، پھر بھی ہم اپنے کپڑے سے بستر کو جھاڑ لیں تو پیارے آقا ﷺ کی سنت تو پوری ہو جائے گی۔ کیا یہ کوئی چھوٹا اجر ہے؟ میرے بھائیو! اس کا فائدہ تو ہمیں اس وقت پتا چلے گا، جب یہ آنکھیں بند ہوں گی اور قبر میں جا کر آنکھ کھلے گی تو تب قدر معلوم ہوگی اور کہیں گے کہ ہائے افسوس! میں نے نبی علیہ السلام کی سنتوں کو ضائع کر دیا۔ اس وقت بس پچھتاوا اور رونے کے سوا کچھ نہیں، مگر تب رونے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو کہا جا رہا ہے کہ نیک ہو جاؤ، حیا اور پاکدامنی کی زندگی گزار لو، نامحرموں سے حرام دوستیاں چھوڑ دو۔ تب نہیں مانتے، کہتے ہیں کرو بات ساری رات۔ ساری رات پیکج لگا کر نامحرموں سے گفتگو کرنا آسان، مگر چار رکعات تہجد پڑھنا بڑا مشکل لگتا ہے۔

ایک عام چوکیدار کی مثال لے لیجیے کہ اس کو کہو کہ تمہیں ہم 10,000/ روپے مہینہ دیں گے، ساری رات تم نے جاگ کر گزارنی ہے۔ اب وہ چوکیدار فوراً جاگنے پر تیار ہو جائے گا کہ سارا مہینہ پوری رات میں آپ کے گھر کے باہر پہرہ دوں گا، آپ پہلی تاریخ کو مجھے 10,000/ روپے دے دیں۔ اسی طرح یہ پیکج والے صرف 10 روپے، 5 روپے میں ساری رات پیکج دے دیتے ہیں کہ حرام گفتگو کرو۔ آج کیا قیمت رہ گئی ہے ایمان والے کی اور اس کی رات کی، صرف 5 روپے 10 روپے؟ میرے بھائیو! جس وقت موت آئے گی اور اللہ کی طرف بلاوا آ جائے گا تو اربوں روپے بھی کوئی دے تو ایک رات بھی نہیں خرید سکتا۔ اور اگر یہی رات ہم اللہ کی یاد میں گزار لیں، اللہ کو منانے میں گزار دیں، کچھ وقت آرام کر لیں اور کچھ وقت تہجد پڑھ لیں تو نفس کچل جائے، اور ہمیں اللہ کی رضا مل جائے اور پھر قبر میں ہم آرام کریں گے۔

بہر حال جب انسان بستر پر جائے تو بستر کو تین مرتبہ جھاڑ لے۔ اگر کسی نے جھاڑ لیا اور پھر اُٹھ کر کہیں چلا گیا تو جب واپس بستر پر آئے تو مسنون یہ ہے کہ دوبارہ جھاڑ دے۔

دائیں کروٹ پر لیٹنے کی سنت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم ۶۳۱۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم بستر پر آؤ تو پہلے وضو کرو، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ۔ (متفق علیہ)

دائیں کروٹ پر سونا صحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حالت صبح اُٹھنے میں زیادہ مددگار ہے، کیوں کہ اس صورت میں انسان کا قلب (دل) اوپر ہوا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے نیند سے بھاری پن پیدا نہیں ہوتا، یعنی غفلت کی نیند نہیں آتی۔

دیکھیے! سونے کے چار طریقے ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ انسان سیدھا سوئے، سینہ آسمان کی طرف اور کمر نیچے زمین کی طرف۔ اس میں نقصان یہ ہے کہ اس طرح سونے سے ہمارے پیٹ کا سارا وزن اسپائنل کورڈ پر آجاتا ہے۔ اسپائنل کورڈ گردن کے مہرے سے شروع ہوتی ہے اور یہ نیچے کمر تک پہنچتی ہے۔ جب انسان سیدھا لیٹتا ہے تو پیٹ کا سارا وزن ریڑھ کی ہڈی پر آجاتا ہے اور یہ ہماری ریڑھ کی ہڈی Curve میں ہے اوپر سے اور نیچے سے۔ اور یہ سائنس کا اصول ہے کہ کوئی چیز اگر Curve میں ہو اور اس پر وزن ڈال دیا جائے تو وہ دونوں سروں سے سیدھی ہونے کی کوشش کرے گی۔ بہر حال جو لوگ سیدھے سونے کے عادی

ہوتے ہیں ان کو Low back pain بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان کی گردن کے پیچھے درد بھی ہوتا ہے کہ سارا وزن گھٹنوں کے حساب سے ریڑھ کی ہڈی پر پڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ سیدھا سونا صحت کے لیے مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان اوندھا سوئے یعنی اُلٹا ہو کر۔ اس صورت میں انسان کی آنتیں لٹک جاتی ہیں، گرہ پڑنے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ اور احادیث میں اُلٹا سونے سے منع بھی کیا گیا ہے کہ شیطان اُلٹا سوتا ہے۔ حضرت جندب یعنی ابو ذر غِفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے اور پاؤں سے مجھے حرکت دی اور فرمایا: اے جُنَیدِب! اُلٹا نہ لیٹو، یہ جہنمی لوگوں کا لیٹنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم ۳۷۲۴)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان بائیں کروٹ پر سوئے یعنی جس طرف انسان کا دل ہے۔ اس طرح سونے سے انسان کے دل پر وزن آجائے گا۔ یہ دل سارا دن خون کی Supply کرتا ہے، جب انسان سوتا ہے تو یہ دل آہستہ کام کرتا ہے، اس کی Speed آہستہ ہو جاتی ہے۔ جب انسان Left پر لیٹتا ہے تو دل پر دباؤ آتا ہے جس کی وجہ سے اسے اوپر دماغ کی طرف Blood بھیجنے میں زیادہ ورک کرنا پڑتا ہے۔ جیسے موٹر اگر نیچے ہو اور پانی اوپر بھیجنا ہو تو موٹر زیادہ Work کرے گی۔ سلو فنکشن میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے تو اس سے (دل) پر بھی پریشر آجاتا ہے۔ اس طرح بائیں کروٹ پر لیٹنے سے دل کی بیماریوں کے زیادہ Chances ہوتے ہیں۔

اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ آدمی دائیں کروٹ پر لیٹے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ انسان کا دل اوپر کی جانب رہتا ہے تو اس طرح اس کے لیے کام کرنا آسان ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جن کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں، اُن میں تقریباً وہ لوگ ہوتے ہیں جو اُلٹی کروٹ سوتے ہیں۔ جب انسان بائیں طرف سوتا ہے تو Mostly اس کے خواب میں یہی آئے گا کہ کوئی چیز میری طرف دوڑتی ہوئی آرہی ہے، کوئی سانپ آرہا ہے۔ اس کے علاوہ اس بندے کی نیند بھی بہت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ ایسا شخص کسی کے اُٹھانے سے بھی نہیں اُٹھتا، یعنی اس کی نیند غفلت کی نیند ہوتی ہے۔ اور زیادہ گہری نیند کے باوجود نیند کا پورا مزا نہیں لے سکتا۔ لیکن اگر یہ دائیں کروٹ پر سوئے گا تو یہ تھوڑی نیند میں زیادہ مزے لے گا، اور Alarm، یا کسی کے اُٹھانے پر اس کی آنکھ بھی کھل جائے گی۔ اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر سونے والے کو بُرے خواب بھی نہیں آتے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس طرح سونے سے رسولِ پاک ﷺ کی مبارک سنت پوری ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ دائیں کروٹ پر سونا ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ سائنس چودہ سو سال بعد اس بات پر پہنچی ہے، لیکن نبی علیہ السلام نے اتنی صدیاں پہلے ہمیں دائیں کروٹ پر سونے کا حکم دیا۔

سونے کی چار صورتیں جو ابھی بیان ہوئیں، تین جائز ہیں اور ایک ٹھیک نہیں۔

1 چت سونا یعنی سیدھا ہو کر سونا۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے اور اس طرح سے وہ زمین اور آسمان کی پیدائش پر غور و فکر فرماتے تھے۔

2 دائیں کروٹ پر سونا۔ یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔

3 بائیں کروٹ پر سونا۔ یہ بادشاہوں کا طریقہ ہے، رئیس اور بڑے لوگوں کا طریقہ ہے، جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں۔

4 منہ کے بل سونا۔ یہ شیطان کا طریقہ ہے اور دوزخی لوگوں کا طریقہ ہے۔

تکیہ رکھنے کی سنت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دائیں رخسار کے نیچے اپنے ہاتھ کو رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم ۵۹۵۵)

اسی طرح ہم تکیہ استعمال کرتے ہیں تو تکیہ استعمال کرتے ہوئے آج سے ہم سنت کی نیت کر لیں، تو نبی علیہ السلام کی سنت بھی پوری ہو جائے گی۔

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے کا تھا جس پر آپ آرام فرماتے، اور اس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (صحیح مسلم: 193/1)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا۔ (متفق علیہ)

اگر ہم بھی چمڑے کا تکیہ بنالیں، چاہے اس پر غلاف چڑھالیں تو نبی علیہ السلام سے مشابہت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ نبی علیہ السلام بسا اوقات چمڑے کے تکیہ کے ساتھ ٹیک بھی لگاتے تھے۔ آج سے ہم بھی اگر تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائیں تو اتباعِ سنت کی نیت کر لیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب تھا۔ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکیے سے دائیں جانب ٹیک لگا لیتے اور کبھی بائیں جانب۔ (ترمذی: صفحہ 101)

ٹیک لگانے کی دونوں صورتیں (دائیں / بائیں) جائز ہیں۔

سوتے میں خرّاٹے لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سوجاتے تو خراٹے کی آواز آپ سے آتی تھی۔ (متفق علیہ)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں نفخ کرتے تھے یعنی خراٹے لیا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم ۴۷۴)

Normal Awor میں خراٹے نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ سوتے وقت نبی علیہ السلام کے خراٹوں کی ہلکی سی آواز آتی تھی جس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ نبی علیہ السلام آرام فرما رہے ہیں۔ یقیناً نبی علیہ السلام بہت خوبصورت تھے اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے بھی بہت خوبصورت ہوں گے۔

پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت سونے کی حالت میں ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ترمذی: رقم ۲۹۱۵)

واضح رہے کہ چت سونا اس طرح سے کہ سینہ اوپر اور کمر نیچے ہو تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، مگر نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ عام طور پر دائیں طرف لیٹنے کی تھی۔ یعنی اگر انسان سیدھا چت بھی لیٹ جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اسی طرح اگر انسان دائیں کروٹ پر لیٹے، پھر تھوڑی دیر بعد نیند میں کروٹ بدل لے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ہاں! پیٹ کے بل سونا یہ خلاف سنت بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی ہے۔ جہاں تک بات پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی ہے تو بعض احادیث میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں منع آیا ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم ۱۸)

علمائے کرام نے دونوں احادیث مبارکہ کے درمیان تطبیق اس طرح سے کی ہے کہ اگر پاؤں لمبے کر کے پھر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سوتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ ستر چھپا ہوا ہے۔ اور اگر گھٹنے کھڑے کر کے پاؤں کو پاؤں پر رکھتا ہے تو یہ منع ہے، اس لیے کہ اس

صورت میں کشفِ ستر ممکن ہے۔ البتہ اگر شلوار، پاجامہ پہنا ہوا ہے، لنگی یا دھوتی نہیں تو پھر جائز ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی:۸/۴۹، ۵۰)

سونے کی جگہ کہاں بنائی جائے؟

اس بارے میں تفصیلات یہ ہیں کہ انسان کسی راستے میں یا کسی ایسی جگہ پر نہ سوئے کہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو، جیسے کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر سو جاتے ہیں، مجلس کے درمیان میں پاؤں پھیلا کر سو جاتے ہیں۔ اس طرح سونے میں چوں کہ لوگوں کو پریشانی ہوگی، اس لیے اگر کسی کو شدید نیند کا تقاضا ہے تو چاہیے کہ کسی کونے میں جاکر سوئے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض اوقات انسان نے لنگی وغیرہ پہنی ہوتی ہے، اس حالت میں اگر درمیانِ مجلس سوئے گا یا فٹ پاتھ پر سوئے گا تو اس کے ستر کے نظر آنے کا خطرہ ہوگا، یہ شرم وحیا کے منافی ہے۔

جنابت کے بعد طہارت لینا

اگر رات میں کسی بھی وجہ سے غسل کی حاجت پیش آجائے تو کیا کرے؟

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے بعد اوّلاً اپنے ہاتھ دھوتے، پھر سیدھے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ پر پانی ڈال کر خاص جگہ کو دھوتے اور پھر (نماز کی طرح مکمل) وضو فرماتے۔

(صحیح بخاری: کتاب أحکام الغسل، باب الوضوء قبل الغسل)

آج کے ڈاکٹرز بھی یہی کہتے ہیں کہ جب جنابت کا مسئلہ پیش آجائے تو سستی نہ کی جائے۔ کم از کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو آسانی جہاں تک بتلائی ہے، اسی کو

اختیار کرلیں۔ وہ یہ کہ اٹھ کر استنجا کر کے وضو کرلیا جائے، پھر اگر چاہیں تو فوراً غسل کرلیں، اور چاہیں تو اس وقت نہ کریں بعد میں نماز کے وقت سے پہلے کرلیں۔

نبی علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جنابت کی حالت میں اگر نبی علیہ السلام کچھ کھانا پینا چاہتے تو بھی پہلے وضو فرماتے، پھر کھانا چاہتے تو کھالیتے۔
(التلخیص الحبیر رقم:۱۸۷، نقلاً عن الشیخین)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سو سکتے ہو، لیکن اپنے شرم گاہ کو دھولیا کرو اور نماز کی طرح وضو کرلیا کرو۔ (صحیح بخاری: رقم ۲۸۳)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت کی حالت میں سونے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے آرام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری:۲۸۶)

علماء فرماتے ہیں کہ جنابت اور ناپاکی کی حالت میں باوضو سونا مستحب ہے۔ اس کے بہت سارے فائدے ہیں:

1 یہ سنت ہے۔

2 اس طرح شیطان خبیث کا حملہ نہیں ہوتا۔ ورنہ ناپاکی کی حالت میں عموماً ڈراؤنے خواب شیطان دِکھاتا ہے اور انسان کو پریشان کرتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ذکر کرتے ہوئے باوضو سوتا ہے اور رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جس خیر کو بھی یہ مانگے گا، اسے دی جائے گی۔
(سنن ابی داود: رقم ۵۰۴۲)

اکیلے سونے کی ممانعت

اگر کسی مقام پر انسان اکیلا ہو تو چاہیے کہ اکیلا نہ سوئے، بلکہ کسی کے پاس جا کر سوئے۔ اکیلے سونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اکیلا نہ سونے کی کئی وجوہات ہیں:

1۔ کبھی ڈر لگ سکتا ہے۔ 2 کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔

3۔ طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسرا پاس نہیں ہوگا تو دیکھ بھال کیسے ہوگی؟

4۔ اکیلے سونے سے کبھی کبھار انسان کو وحشت ہو جاتی ہے۔

5۔ ایسی چھت پر نہ سویا جائے جس کی منڈیر نہ ہو، چاروں طرف دیواریں نہ ہوں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو ایسی چھت پر رات گزارے جس کی منڈیر نہ ہو (چاروں طرف دیوار نہ ہو) تو اس کی کوئی جواب دہی نہیں۔ (سنن ابی داؤد: رقم ۵۰۴۱)

حفاظت کے اسباب کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ جو خود کو اپنے آپ ہلاکت میں ڈالتا ہے، اللہ کی حفاظت کا ذمہ اس سے ہٹ جاتا ہے۔ خطرے کی جگہ سونے سے اسی لیے منع کیا گیا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1 اگر کوئی بغیر چار دیواروالی چھت پر سو جائے اور مر جائے تو اس کی ذمہ داری کسی پر نہیں۔ (وہ اپنی غلطی کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے کہ غلط جگہ سویا)

2 اگر کسی نے رات میں کچھ پھینکا (اور جواباً اس کی طرف بھی کچھ پھینک دیا گیا، جس سے یہ مر گیا) تو اس کی ذمہ داری بھی کسی پر نہیں۔

3 اگر دریا میں طوفان ہو اور کوئی اس وقت سفر کرلے (پھر ڈوب کر مر جائے) تو

ایسے بندے کی ذمہ داری بھی کسی پر نہیں۔

(المطالب العالیۃ لابن حجر: باب النهي عن النوم علی سطح لیس لہ حظیر)

یہاں سے معلوم ہوا کہ اپنی جان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ اس طوفان والی بات سے One wheeling بھی کرنا حرام ہوگئی، One wheeling بھی گناہ ہے۔ جو نوجوان وَن ویلنگ کریں گے تو اس حدیث کے تحت وہ اللہ کی ذمہ داری سے باہر ہیں۔ یا جیسے موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلانا یا گاڑی اتنی رفتار سے چلانا کہ گاڑی کنٹرول سے باہر ہوجائے تو یہ بھی شرعاً جائز نہیں۔ اگر موٹر وے پر ایک سوبیس رفتار کی اجازت ہے تو ایک سوبیس سے زیادہ نہ چلائیں۔ اگر کسی نے ایک سوسٹر پر گاڑی چلائی اور خدانخواستہ کوئی حادثہ ہوگیا تو ساری ذمہ داری تیز رفتاری کرنے والے پر آئے گی۔ اللہ ربّ العزّت نے قانون بنائے ہیں اور نبی علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا ہے، اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس لیے منڈیر کے بغیر چھت پر سونا، یا ایسی جگہ سونا خطرہ مول لینے کی بات ہے کہ رات انسان کو یاد نہ رہے اور کروٹ لیتے لیتے وہ نیچے ہی گرجائے۔ یا بعض لوگ نیند میں چلنے کے عادی ہوتے ہیں، نیند میں اُٹھ کر چلنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی خطرے والی پر جگہ سوتے سوتے چلے گا تو اس کے لیے نقصان کا سبب ہوگا، اور اگر خدانخواستہ گر گیا تو کافی ہڈیاں بھی ٹوٹیں گی۔

بغیر ہاتھ دھوئے سونے کا نقصان

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو چکنائی وغیرہ سے آلودہ ہاتھ لے کر سو جائے اور اسے نہ دھوئے، پھر

اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔
(سنن ترمذی: ۱۹۲۱)

مثلاً کھانا کھایا مگر ہاتھ نہیں دھوئے۔ جیسے ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ 9 بجے کھانا کھایا، پھر بارہ بجے تک فیس بک پر بیٹھے چیٹنگ کرتے رہے، پھر واٹس اَپ پر لگے رہے، پھر ایک بجے مثلاً بھوک لگتی ہے تو پھر آرڈر پر کچھ منگواتے ہیں مثلاً پیزا، شوارما وغیرہ۔ اب شوارما بستر پر حاضر ہوتا ہے اور آپ اسے بستر پر ہی کھا لیتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے۔ ہاتھ میں مایونیز اور آئل لگا ہوا ہے اور ایسے ہی سو گیا تو حدیث کے تحت بغیر ہاتھ دھوئے سونا نہیں چاہیے۔ گندے ہاتھ ہونے کی وجہ سے سوتے وقت کوئی نقصان پہنچ جائے تو حدیث کے مطابق اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

کھانا کھا کر نفل نماز پڑھنا

کھانا کھانے کے بعد فوراً نہیں سونا چاہیے، نہ ہی دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگائے، اور نہ ہی فیس بک پر بیٹھنا چاہیے، بلکہ کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھنی چاہیے۔

اُمّ المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے کھانے کو ذکر اور نماز کے ذریعے ہضم کرو۔ کھانے کے فوراً بعد مت سونا اس طرح تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ (التنویر شرح الجامع الصغیر: رقم ۹۰۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تم کھانے کے بعد نماز پڑھو، یہاں تک کہ تمہاری خوراک ہضم ہو کر معدہ تک نہ چلی جائے۔ لہٰذا رات کے کھانے کے فوراً بعد سونا انسان کی صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ کوشش کی جائے کہ کھانا کھانے اور رات کی نیند کے درمیان کم از کم پینتالیس منٹ کا وقفہ ہو۔ لیکن اب یہ پینتالیس منٹ گناہوں

میں، یا فیس بک وغیرہ میں نہ گزارے جائیں۔

ممنوعہ اَوقات میں نہ سویا جائے

کچھ اوقات ایسے بھی ہیں جن میں سونا خلافِ شرع ہے۔ نبی علیہ السلام نے ایسے اوقات میں سونے سے منع فرمایا ہے، اس لیے ان اَوقات میں نہ سویا جائے۔

مثلاً عصر کی نماز کے بعد سونا مکروہ ہے۔ مکحول تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ عصر کے بعد سونا ناپسند سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ سونے والے پر وساوس میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۹/۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے عصر کے بعد سونا مکروہ ہے اور صاحبِ نوم کی عقل کے جانے کا خوف ہے۔ (الآداب الشرعیۃ: ۱۵۹/۳)

یعنی جو عصر کے بعد سوئے گا، اس کی عقل میں نقصان آ سکتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دن کے اوقات میں سونا برا ہے، اس سے بیماریاں ہوتی ہیں، رنگت پر اثر پڑتا ہے، پٹھے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، سستی پیدا ہوتی ہے، فطری شہوت کمزور پڑتی ہے، مگر گرمی کے دنوں میں ظہر کے بعد سو سکتے ہیں۔ (زاد المعاد: ۲۱۹/۴)

فجر کے بعد طلوعِ شمس کے وقت سونا پسندیدہ نہیں ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو صبح (طلوعِ شمس) کے وقت سونے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۲/۵)

ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت سونا رزق کو روک دیتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور بندے کمروں میں لیٹے میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں، البتہ کوئی بیمار ہے تو ایک الگ بات ہے۔ (زاد المعاد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کے وقت کا سونا روزی کو روک دیتا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی بحوالہ مسند احمد: باب ما جاء في التبكير بالتجارة)

ذرا ایک اور واقعہ دل کے کانوں سے سنیے! بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں صبح کے وقت سوئی ہوئی تھی۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو مجھے پیر سے حرکت دیتے ہوئے فرمایا: اے بیٹی! اپنے رب کی تقسیمِ رزق کے وقت جاگتی رہو، اور غافلین میں سے مت بنو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس کے درمیان رزق تقسیم فرماتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی بحوالہ سننِ بیہقی: باب ما جاء في التبكير بالتجارة)

یعنی جب صبح فجر کی اَذان ہوتی ہے اور تہجد کا وقت ختم ہو جاتا ہے، تو فجر کی اَذان سے لے کر طلوعِ شمس Sunrise تک کا سونا، یہ انسان کے رزق کو کم کر دیتا ہے۔ اب انسان اس وقت تو سوتا رہ جاتا ہے پھر شکوہ کرتا ہے کہ مجھے رزق نہیں ملتا۔

ابنِ ماجہ کی روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوعِ آفتاب سے قبل سونے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت صخر الغامدی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری امت کے بکور (سویرے) میں برکت عطا فرما۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کوئی جماعت روانہ کرتے ہیں تو اسی وقت میں کرتے ہیں۔ یہ صحابی تاجر تھے، چناں چہ انہوں اپنا تجارتی قافلہ سویرے سویرے روانہ کیا تو بہت نفع کمایا اور بڑے مال دار ہو گئے۔ (سنن الترمذي: باب ما جاء في التبكير بالتجارة)

لاہور کے ایک تاجر کا حال

لاہور میں آج بھی ایک صاحب ہیں۔ عجیب اُن کا معاملہ ہے۔ کاغذ کا کام کرتے

ہیں۔صبح آٹھ بجے سے پہلے ساری مارکیٹ بند ہوتی ہے اور وہ اس وقت اپنی Dilever ٹیم بنا کر اُن کو رخصت بھی کر دیتے ہیں کہ جب بارہ بجے دوکانیں کھلیں گی تو ان کو مال دے آنا۔ میں نے دیکھا کہ ماشاءاللہ کہ اُن کا کاروبار بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ اپنا کام فجر کے بعد شروع کر دیتے ہیں۔جنہیں مال دینا ہے اگرچہ وہ سو رہے ہوں۔ وہ صاحب خود کہتے ہیں کہ لوگوں کی دوکانوں کے دروازے کھلنے سے پہلے ہم اپنے سارے کام نمٹا چکے ہوتے ہیں۔

صبح کے وقت میں نبی علیہ السلام نے برکت کی جو دعا مانگی ہے، اللہ تعالی نے اس وقت میں برکت رکھی ہے۔ اور ہم سب اس وقت سو کر برکتوں سے محروم ہو رہے ہوتے ہیں۔حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اپنے چھوٹے لڑکوں کی نگرانی کرتے تھے کہ کوئی طلوعِ آفتاب سے پہلے سو نہ جائے جیسا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے عرض کیا۔ پھر جب سورج نکل آتا تو جو اجازت چاہتا آرام کے لیے تھکاوٹ کی وجہ سے تو اسے اجازت دے دیا کرتے تھے۔

رات کی عبادت

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ وہ سستی کی وجہ سے نہیں سویا کرتے تھے۔ان کا سونا تو اس وجہ سے تھا کہ رات لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے، دعائیں کرتے تھے۔آج کے زمانے کی طرح رات کی فرصت کو ضائع نہیں کرتے تھے، بلکہ ان لمحات کو غنیمت سمجھ کر اپنے رب سے راز و نیاز میں لگ جاتے تھے۔

جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے کو دیکھا جو نمازِ صبح پڑھنے کے بعد

سو گیا تھا، یعنی فجر کی نماز پڑھی اور ابھی سورج نہیں نکلا اور وہ سو گیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: اٹھو! کیا تم ایسے وقت میں سو رہے ہو جو رزق کے تقسیم کیے جانے کا وقت ہے؟ (زاد المعاد)

اب معلوم ہوا کہ جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے۔ کھوتے کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو جو پنجابی میں ہے جس کا معنی ہے گدھا۔ اور دوسرا وہ جو اُردو میں مستعمل ہے یعنی وہ نقصان اُٹھاتا ہے۔ بہر حال دونوں معاملوں میں یہ بات فٹ ہے کہ جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے۔

ایک سخت وعید

اور یہ جو صبح تک سوتے رہتے ہیں، یہ نوجوان خاص طور پر سنیں!

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا جو صبح تک سوتا رہتا تھا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (صحیح بخاری: رقم ۱۰۹۳)

یعنی شیطان آتا ہے اور آ کر سونے والے کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اب وہ حضرات جو فجر کی نماز قضا کرنے کے عادی ہیں تو ان کا سارا دن بوجھل گزرتا ہے۔ لوگ خود آ کر بتاتے ہیں کہ حضرت! جس دن ہم فجر کی نماز پڑھتے ہیں، صبح مراقبہ کرتے ہیں، سارا دن Fresh رہتے ہیں۔ اتنے کام کاج کے باوجود طبیعت بالکل ہشاش بشاش رہتی ہے۔ اور جس دن فجر کی نماز قضا ہو جائے، بس سارا دن بوجھل رہتا ہے۔ شیطان کا تو کھانا پینا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب انسان کھائے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا ساتھی کھانے میں شیطان بن جاتا ہے۔ اب اُس نے جو کھایا ہے وہ نکالے گا تو سہی۔ شیطان کے پیشاب کے اثرات یہ ہوتے ہیں کہ یہ انسان کے اندر

باطل اشیاء کو بڑھا دیتا ہے، پھر وہ دن بھر ذکرِ خداوندی سے غافل رہتا ہے۔ اس بندے کو پھر نا محرموں سے باتیں کرنے میں بڑا مزا آتا ہے، لیکن اللہ کا کلام سننے میں مزا نہیں آتا۔

آج کل لوگوں کا صبح سونا معمول بن گیا ہے۔ جوان کیا، بوڑھے کیا، پورا پورا گھر صبح کے وقت سوتا رہتا ہے۔ کوئی ایک نماز کا پابند ہو تو سبحان اللہ! ورنہ سارا سارا گھر سویا رہتا ہے۔ اس وقت سونے سے اور نماز قضا کرنے سے ایک نقصان تو یہ کہ کبیرہ گناہ ہو گیا، دوسرا نقصان قیامت کے دن جو تکلیف ہوگی وہ الگ۔ تیسرا نقصان دیر تک سونے سے جو رزق میں تنگی ہوتی ہے، اس کی پریشانی الگ اُٹھانی پڑتی ہے۔ تو صبح تک سونا معیشت پر تنگی اور خسارے کا سبب ہے۔ مسلمان گھرانے کی شان تو یہ ہے کہ صبح کو سب اُٹھے ہوئے ہوں اور سب لوگ اللہ کے کلام اور قرآن پڑھنے میں مشغول ہوں۔ اور گھروں سے تلاوتِ قرآن پاک کی آواز گونج رہی ہو، مگر آج صبح اُٹھنے کے بعد سب سے پہلے Whatsapp کھولتے ہیں، یا صبح کی نشریات دیکھنے کے لیے ٹی وی دیکھتے ہیں۔ ایسے اعمال سے گھروں کے اندر بے برکتی ضرور آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا تھا: اے بیٹے! رات کو اتنا زیادہ مت سویا کرو، اس لیے کہ رات کو زیادہ سونے والے کو قیامت کے دن فقیر بنا دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۲)

مطلب یہ کہ انسان ساری رات نہ سویا رہے، اس میں کچھ وقت ذکر اور مراقبے کے لیے بھی نکالے۔

معمولات پورے کرنے کا بہترین وقت

بہت سارے دوست پوچھتے ہیں کہ حضرت! معمولات کے پورا کرنے کا بہترین وقت کیا ہے؟ اس میں دو باتیں ہیں: ایک تو یہ کہ جو وقت مل جائے آسانی سے وہ بہترین ہے۔ معمولات کو کبھی نہ چھوڑیں۔ اوقات کے اعتبار سے بہترین وقت یہ ہے کہ فجر کی اذان سے آدھا یا پون گھنٹہ پہلے آدمی اُٹھ جائے، تہجد پڑھ لے، دعا مانگ لے اور فجر کی نماز تک اپنے معمولات کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر انسان سفر پر ہو تو اس کی Candition اور ہوتی ہے۔ لیکن جب انسان اپنے مقام پر ہے اور سہولت موجود ہے، اب اسے چاہیے کہ فجر سے آدھا، پون گھنٹہ پہلے اُٹھ جائے۔ تہجد کے وقت اللہ پاک بندوں سے فرماتے ہیں کہ اے بندو! تم مجھ سے مانگو! میں تمہیں عطا کروں گا۔ یہ One Window Operation کی مانند ہوتا ہے۔ صبح کے وقت 10 جگہ دروازے کھٹکھٹانے سے بہتر ہے کہ انسان تہجد کے وقت اُٹھ کر اللہ سے مانگے۔ اللہ کی طرف سے آوازیں لگ رہی ہوتی ہیں:

هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطٰى؟ (صحیح مسلم:758)

''ہے کوئی مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے؟''

اس وقت تو کوئی لینے والا نہیں ہوتا، پھر سارا دن رزق کی پریشانیوں کو روتے رہتے ہیں۔ میرے بھائیو! تہجد کی پابندی اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اللہ سے مانگنا سیکھ لو، مانگ کے دیکھیں تو سہی، کیسی برکتیں آپ کو ملتی ہیں۔ اگر یہ ڈالڈا والے اعلان کر دیں کہ فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے پانچ کلو کا ڈبہ 200 روپے سستا ملے گا، تو سارے اس وقت جاگ

کر لائن بنا کر کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے تو روز اعلان ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! تہجد کے وقت مجھے منالو، میں مان جاؤں گا۔ مجھ سے معافی مانگو میں معاف کر دوں گا، مجھ سے دعا مانگو میں رزق دوں گا۔

بہر حال معلوم ہوا کہ عصر کے بعد سونا بھی مکروہ ہے اور طلوعِ شمس سے پہلے سونا بھی مکروہ ہے۔ یہ آرام رزق میں بے برکتی اور نحوست کو لے آتا ہے۔ نمازِ عصر کے بعد سونا عقل کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اس کے علاوہ نماز مغرب کے بعد بھی سونا منع ہے۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد (بغیر ضرورت کی) گفتگو کو ناپسند کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

مغرب کے بعد عشاء کا وقت قریب ہی ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی سو جاتا ہے تو اس کی عشاء کی جماعت نکل جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر وہ تھکا ہوا ہے، کام کا غلبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے، یا سفر پر ہے یا کوئی اور مسئلہ ہے تو ہوسکتا ہے کہ پوری نماز ہی قضا ہو جائے۔ البتہ اگر کوئی بہت ہی زیادہ تھکا ہارا ہے تو کسی کی ڈیوٹی لگا دے کہ مجھے عشاء کی جماعت کے وقت اُٹھا دے کہیں میری جماعت یا نماز فوت نہ ہو۔

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر عشاء کے قبل ستانا چاہتے تو کسی کی ڈیوٹی لگا دیتے کہ مجھے عشاء سے قبل اُٹھا دینا۔ (فتح الباری لابن رجب: ۴/ ۳۹۲)

اور نماز عشاء پڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ علیہ السلام شروع رات میں آرام فرماتے اور آخر رات میں اُٹھ جاتے تھے۔ اور مسند احمد کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو اور بات چیت کو ناپسند فرماتے تھے۔

نعوذ باللہ! آج کل تو نوجوانوں کی ساری ساری رات Lover کے ساتھ ہوتی ہے۔ آج کا ہمارا Media ہمیں ایک ہی تعلیم دیتا ہے کہ کرو بات ساری رات۔ اور حضورِ پاک ﷺ کو رات کو بات کرنا پسند نہیں تھا۔ یہ نامحرم لڑکے اور لڑکیاں محبت میں ایک دوسرے کو اشعار سناتے ہیں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ جو کام ہمارے نبی ﷺ کو پسند نہیں تھا، آج ہم ان کی امت میں سے ہو کر کیا کر رہے ہیں؟ ذرا غور سے سنیے!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب وہ لوگوں کو دیکھتے کہ عشاء کے بعد جاگے ہوئے ہیں تو وہ ناراض ہوتے اور فرماتے تھے کہ اب اگر تم باتوں میں لگ جاؤ گے تو اخیر رات میں سوئے رہ جاؤ گے۔ تہجد بھی رہ سکتی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ تم سے فرض نماز فجر بھی رہ جائے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۸۷/۴)

کتنے ساتھی ہیں جو بتاتے ہیں کہ حضرت! صبح فجر کے لیے آنکھ ہی نہیں کھلتی، بڑی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ رات دو بجے بھی سوئیں اور صبح فجر کے وقت کوئی فرشتہ بھی آجائے جو اُن کو نماز کے لیے اُٹھا دے، بستر پر وضو بھی کروادے، اور وہ ان کو نماز بھی پڑھوا کر جنت بھی پہنچا دے۔ بھئی! صبح جلدی اُٹھنے کے لیے رات کو جلدی سونا پڑے گا۔ جب رات کو جلدی سونے کی عادت بنائیں گے تو تہجد کی نماز پڑھنا خود بخود آسان ہوجائے گی۔ عشاء کے بعد سونے کی تاکید اسی لیے ہے کہ بندے کی تہجد کی عادت بن جائے۔ بندہ دیر سے سوئے گا تو دیر سے اُٹھے گا، شیطان یہ چاہتا ہے کہ انسان کا قیمتی وقت غفلت میں گزر جائے، موبائل میں گزر جائے، انٹرنیٹ اور Social Media پر گزر جائے اور انسان تہجد کی لذّت سے محروم ہوجائے۔ صبح کے معمولات سے محروم ہوجائے، حتی کہ فجر کی نماز سے بھی محروم ہو جائے۔ آج کتنے

نوجوان ایسے ہیں جو صبح 1,12,11 بجے تک سوئے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ نبی علیہ السلام عام طور سے عشاء کے فوراً بعد سوجاتے، ہاں! کبھی ایسا بھی ہوتا کہ عشاء کے بعد عبادت میں لگ جاتے یا مسلمانوں کا اجتماعی حیثیت کا مسئلہ ہوتا تو اس میں مشورہ فرماتے اور بعد میں آرام فرمالیتے۔

یہ ہمارے مشائخ کا طریقہ رہا ہے کہ جلد سوجاتے تھے کہ ٹائم پر آنکھ کھلے۔ پھر حاجت سے فارغ ہوکر عبادت وغیرہ میں لگ جایا کرتے تھے اور نیند بھی کنٹرول میں رہتی تھی۔

خرافہ کا واقعہ

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد ازواجِ مطہرات کو ایک قصہ سنایا۔ ایک نے حیرت اور تعجب سے کہا کہ یہ تو بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم جانتی ہو، خرافہ کون تھا؟ یہ قبیلہ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ جنات اسے پکڑ کر لے گئے اور ایک عرصہ تک اسے اپنے پاس رکھا پھر چھوڑ دیا۔ پھر وہ لوگوں سے جنات کی عجیب عجیب باتیں بیان کیا کرتا تھا، تو لوگوں نے ایسے قصوں کو خرافہ کے قصے کہنے لگ گئے۔ (مسند احمد: ۶/ ۱۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام بیوی بچوں کو قصہ سنایا کرتے تھے۔ بیوی بچوں سے گفتگو کرنا، ان سے خوش طبعی کرنا یہ مسنون ہے، مگر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہنا منع ہے اور مکروہ ہے۔ آج کل لوگ کاروبار سے واپس آکر Tv، موبائل وغیرہ پر لگ جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: گھر کے باہر مرد حضرات گلاب کا پھول ہوتے ہیں، اور گھر آکر کریلے نیم چڑھے ہوجاتے ہیں۔ حضرت جی یہ بھی فرماتے

ہیں کہ ٹی وی نے ہمارے ایمان کی ٹی بی کر دی ہے۔

آج کل ایمان کی حفاظت کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اللہ پاک ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

ظاہر و باطن اور داڑھی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (سنن ابی داود: رقم الحدیث 3512)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

ہماری بات چیت بالوں کے بارے میں چل رہی تھی۔ سر کے بالوں سے متعلق تفصیلات گزچکیں۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یا تو انسان آدھے کان تک بال رکھے یہ مسنون ہے، یا کان کی لو تک رکھے، یا شانوں یعنی کندھوں تک رکھے۔ یہ تینوں باتیں سنت ہیں۔ اگر حلق کروانا چاہے، گنجا ہونا چاہے تو سارے سر کو مونڈھ سکتا

ہے۔اور جائز درجہ یہ ہے کہ تمام سر کے بال ایک جیسے ہوں جو آج کل Trend چل رہا ہے۔کہ سر کے درمیان کے بال زیادہ اور سائیڈوں سے بال کم یہ مسلمانوں کا شعار نہیں اور یہ گناہ ہے۔اور یہ گناہ بھی ایسا ہے کہ جب تک ایسے بال سر پر ہیں انسان گناہ گار رہے گا۔ ہماری آج کی بات داڑھی کے موضوع پر ہے۔اسلام میں داڑھی کا معاملہ اتنا سادہ اور اتنا آسان ہے کہ جیسے کیلے کا درخت ہو اس پر کیلے کا آجانا کوئی مشکل بات تو نہیں ہے آنے چاہییں، آم کا درخت ہو اس پر آم آجائے تو ٹھیک ہے فطری عمل ہے۔ ہاں آم کے درخت پہ آم نہ آئیں اب غیر فطری بات ہوگی، اب پریشانی کا معاملہ ہوگا۔اسی طرح مسلمان ہو اور داڑھی ہو تو فطری بات ہے اس میں کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ پریشانی کب ہے کہ مسلمان ہو اور داڑھی نہ ہو یہ پریشانی کی بات ہے۔اسلام میں یہ معاملہ بہت آسان، بہت سادہ اور بہت کھلا ہوا ہے۔آج کل کے زمانے میں ہم لوگوں نے اس کو پیچیدہ بنادیا ہے کیوں؟ اپنے نفس کی خرابی کی وجہ سے۔آیئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو سنیے! کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کیسا تھا داڑھی اس پہ تھی تو کیسی تھی؟

نبی علیہ السلام اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کی کیفیت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(مسلم: صفحہ 259، دلائل صفحہ 217)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کے بال گھنے تھے۔

(ابن سعد: صفحہ 430)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک بڑا اور داڑھی مبارک بڑی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی داڑھی گھنی تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی اتنی گھنی تھی کہ سینے کے دونوں طرف کو گھیر لیا کرتی تھی۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی قدرے کم گھنی نہیں تھی۔ (سبل، جلد 2 صفحہ 34)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سیاہ تھی، البتہ آخری عمر میں چند بال سفید ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنجان داڑھی والے تھے۔ مشکوۃ شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت کے ساتھ سر میں تیل لگاتے اور اپنی داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام داڑھی مبارک میں خلال بھی کرتے تھے۔ (مشکوۃ، صفحہ 321)

واضح سی بات ہے کہ داڑھی پوری ہوگی تو خلال بھی ہوگا اور کنگھی بھی۔ اگر داڑھی پوری نہ ہوگی تو نہ خلال نہ کنگھی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھی کے دانت کی کنگھی تھی جس سے آپ داڑھی میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھ کر داڑھی کو درست فرماتے۔ طبرانی شریف میں روایت ہے کہ جب داڑھی میں کنگھی فرماتے تو آئینے کو دیکھا کرتے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسواک اور کنگھی کو پاس رکھا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیب میں کنگھی رکھنا بھی سنت ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز میں دایاں کام دائیں طرف سے پسند تھا۔ ہر وہ چیز جو زینت کے اعتبار سے ہو، خوبصورتی کے اعتبار سے ہو اس میں نبی علیہ السلام دائیں طرف کو پہلے اختیار کیا کرتے تھے۔ مسجد میں داخل ہونا دائیں طرف

سے، گھر میں داخل ہونا دائیں طرف سے، داڑھی کے بال بنانا دائیں طرف سے، سر کے بال بنانا دائیں طرف سے، کپڑے پہننا دائیں طرف سے، یہ نبی علیہ السلام کی مبارک عادت تھی۔ ہاں جو چیز زینت سے ہٹ کر ہے جیسے بیت الخلاء جانا تو وہاں جب پہلے قدم رکھتے تو بایاں پاؤں رکھا کرتے تھے۔ یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔

داڑھی کو صاف رکھنا اور خوشبو لگانا

اب جو آدمی داڑھی رکھے، اس کو سنوارے بھی، صاف بھی رکھے ایسے ہی گندا نہ چھوڑ دے۔ بعض لوگ کسی کی گندی داڑھی کو بھی کہتے ہیں کہ واہ جی واہ! بڑا پہنچا ہوا ہے۔ ہاں! وہ کہیں اور پہنچا ہوا ہے نبی علیہ السلام کے طریقے تک نہیں پہنچا ہوا بیچارا۔ نبی علیہ السلام کا طریقہ کیا ہے؟ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر کے اور داڑھی کے بال منتشر تھے تو آپ نے اس کو کہا کہ دیکھو! اپنے سر اور داڑھی کے بال کو ٹھیک کرو اور سنوار کر آؤ، اس کو درست کرکے آؤ۔ اعتدال کی بات یہی ہے۔ نبی علیہ السلام داڑھی کے بالوں کو پانی لگا کر بھی صاف کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام داڑھی مبارک میں پانی لگاتے اور اس کو سنوارا کرتے تھے۔

پانی لگا کر سنوارنے اور کنگھی کرنے میں بال کم ٹوٹتے ہیں۔

اسی طرح نبی علیہ السلام داڑھی میں خوشبو بھی لگایا کرتے تھے۔ (سبل جلد 7 صفحہ 346)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں اور داڑھی میں خوشبو لگایا کرتے تھے۔ (مرقات، جلد 4 صفحہ 462)

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بہترین خوشبو، بہت اعلیٰ خوشبو نبی علیہ السلام کو لگاتی یہاں تک کہ خوشبو کا نشان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں نظر آ جاتا۔

جب نبی علیہ السلام داڑھی میں تیل بھی لگایا کرتے تھے تو ہم تیل کیسے لگایا کریں؟ سنت تو یہ ہے کہ ڈاڑھی پوری ہو۔ ڈاڑھی میں تیل لگانا، یہ الگ سنت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے اتنی محبت تھی کہ ایک ایک چیز کو نوٹ کر کے آگے امت کو نقل کر دیا۔ ہمارے پاس آج نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی موجود ہے۔ ہاں! اب ہم خود ہی رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں تو یہ ہمارا نقصان ہے۔ ہم فیس بک پہ بیٹھتے ہیں، انٹرنیٹ پہ بیٹھتے ہیں وہاں سے یہ چیزیں نہیں ملیں گی۔ یہ چیزیں تو اللہ والوں سے ملیں گی۔

نبی علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ڈاڑھی میں تیل لگاتے تو اول اس ریش بچہ میں لگاتے تھے۔ یہ جو نچلے بال ہونٹ کے نیچے ہیں، یہاں سے شروع فرماتے۔ اس کو علماء نے ریش بچہ لکھا یعنی ڈاڑھی کا بچہ۔ جس طرح انسان اپنے بچوں کا خیال رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ ڈاڑھی کے بچے کا بھی خیال رکھے۔ نبی علیہ السلام یہاں سے ابتدا میں تیل لگایا کرتے تھے۔

غم کی حالت میں ایک سنت عمل

بعض اوقات نبی علیہ السلام غم کی حالت میں ہوتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب نبی علیہ السلام غمگین ہوتے تو اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ لیا کرتے تھے۔ یعنی دست مبارک سے پکڑ لیتے تھے۔ یہ دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام کی ڈاڑھی بڑی تھی، چھوٹی ڈاڑھی ہاتھ میں نہیں آتی۔ اس طرح ہاتھ میں ڈاڑھی کو پکڑنے سے صحابہ کو پتہ لگ جاتا کہ آقا کو غم ہے۔ ریش بچہ کے جو بال تھے اس میں سے چند بال سفید تھے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ سترہ یا بیس بال سفید تھے۔ عجیب بات ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوں گے کہ بالوں کو گن بھی لیا

کرتے تھے کہ کتنے بال سفید ہیں۔ علماء نے لکھا کہ ان بالوں کو جوریش بچہ کہلاتے ہیں، ان کو کاٹنا بدعت یعنی خلاف سنت ہے اور گناہ ہے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جس شخص کو دیکھتے کہ اس نے اس کو کاٹا ہوا ہے تو فرماتے کہ اس کی شہادت قبول نہ کرو اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اتنا اس کا خیال رکھنے کا حکم ہے۔

داڑھی کی سنت مقدار

داڑھی کا لمبا ہوجانا بہت اچھی بات ہے اور یہ نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ اب بہت ہی زیادہ لمبی ہوجائے کہ بری لگنے لگے، اس کے بارے میں بھی نبی علیہ السلام کی بات کو سنیے! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے داڑھی چھوڑ رکھی تھی اور بہت لمبی ہوگئی تھی، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مٹھی سے جو نیچے ہو اسے کاٹ دو اس نے کاٹ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس طرح کیوں چھوڑ دیتے ہو کہ درندے کی طرح ہوجاؤ۔ یعنی اتنی بڑی ہوجائے کہ بدنما لگنے لگے۔ چنانچہ اُس کو مٹھی سے زیادہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کٹوادیا۔ اگر یہ خلاف سنت ہوتا، بہت لمبی داڑھی کو کاٹ کر ایک بالشت کے برابر کرنا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ کام نہ کرواتے۔ عاشق رسول تھے اور نبی علیہ السلام کی سنت کو اور دین کو جاننے والے، سمجھنے والے، عمل کرنے والے اور عمل کروانے والے تھے۔ ایک مٹھی سے کم داڑھی کاٹنا منع ہے، زیادہ ہوجائے تو گنجائش ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے حضرت عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کو طول وعرض سے کم کیا کرتے تھے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ)

اس وقت جب بہت بڑی ہوجاتی تھی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کیا کرتے۔ بیہقی کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو پکڑ لیتے پھر جو مقدار مٹھی سے زائد ہوتی

اسے کاٹ دیا کرتے ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مٹھی سے زائد لمبی داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ (بیہقی، شعب الایمان جلد 5 صفحہ 22)

اور ابن ابی شیبہ میں ہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چہرے کی جانب داڑھی کو کچھ کاٹ دیا کرتے تھے جب وہ بڑی ہو جایا کرتی تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ لمبائی اور چوڑائی سے کچھ داڑھی کو کاٹا کرتے تھے تاکہ بہت زیادہ لمبی نہ ہو جائے۔ اور ''فتح الباری'' کے اندر یہ روایت موجود ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی کو کم کرنے سے منع کیا۔ جب ڈاڑھی ایک بالشت سے کم ہو تو اسے کاٹنا یا مزید کم کرنا منع ہے اور اسے گناہ بتایا گیا ہے۔ اچھا داڑھی کے اندر بعض دفعہ سفید بال آجاتے ہیں۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(فتح الباری جلد 10 صفحہ 1350)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید بال قیامت کے دن کا نور ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید بال مت کھینچو! یہ مسلمان کا نور ہیں۔ (بیہقی صفحہ 386)

جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے نیکیاں لکھے گا اور گناہوں کو معاف فرمائے گا اور درجات کو بلند فرمائے گا۔ ایک تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے اپنی داڑھی میں سفید بالوں کو دیکھا وہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ داڑھی میں سفید بال آگئے، تب عرض کی: اللہ میاں! یہ کیا ہے اے اللہ! یہ کیا ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا:

هٰذَا وَقَارٌ یہ آپ کا وقار ہے۔ (موطا امام مالک)

تو آپ فرمانے لگے: اے اللہ! اس کو اور زیادہ کر دے۔

سفید بال اگر داڑھی میں آجائیں تو ایمان والے کا وقار ہے اور اس کی دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! اس کو اور کر دے۔ شرح حیاء میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی داڑھی کے جب کچھ بال سفید ہوگئے تو فرشتے نے کہا: اللہ پاک نے آپ علیہ السلام کو زمین اور آسمان والوں پر عظمتیں عطا فرمائی ہیں اس سے پہلے کسی کے بال سفید نہیں ہوئے تھے اور شرح احیاء میں یہ بھی ہے کہ سفید بالوں کو چننا یا ان کو اُتارنا یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اعراض کرنے کے برابر ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں فطرت ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں دو چیزیں یہ ہیں۔: مونچھوں کو کتروانا اور داڑھی کو بڑھنے دینا۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 129)

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 857)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ۔ یعنی جو داڑھی نہیں بڑھا رہا گویا یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مشرکین کی حمایت کررہا ہے۔ یہ آقا علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء جتنے بھی آئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نبی کی داڑھی تھی۔ اس مقدس پاکیزہ ترین ہستیوں کے اس سلسلے میں ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی داڑھی نہ ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام خوبصورت تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بہت خوبصورت تھے۔ اگر داڑھی بدنما کوئی چیز ہوتی تو میرے بھائیو! اللہ پھر اپنے محبوب کو دیتے؟ بتائیں! اگر داڑھی کاٹنا خوبصورتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو نہ دیتے۔ معلوم یہ ہوا کہ داڑھی مرد کی زینت ہے جب نبی علیہ السلام کو مل گئی تو بات ختم ہوگئی

اس کے بعد اب بات کوئی نہیں رہتی۔

ایمان والے کے لیے اتنا کافی ہے۔ جس کو نبی علیہ السلام سے محبت ہے، اس کے لیے نبی علیہ السلام کی سنت کو اپنانا آسان ہے۔ ہاں جس کو محبت نہیں اس کا معاملہ اور ہے۔ تمام آئمہ، محدثین، فقہاء، مجتہدین، آئمہ اربعہ اور سارے آئمہ داڑھی کے وجوب پر ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ کسی نے بھی داڑھی کو مونڈھنے کی، کاٹنے، شیو کرنے کی، چھوٹی چھوٹی داڑھی جیسے بعض عربی لوگ رکھ لیتے ہیں، کسی بھی محدث یا فقیہ نے اجازت نہیں دی۔ داڑھی کا بڑھنے دینا مطلقاً فطرت ہے۔ اس کا مونڈھنا تخلیق خداوندی کو بگاڑنا ہے، خدا کی پیدا کردہ صورت اور نظام میں تبدیلی کرنا ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں انہیں حکم دوں گا اور پھر یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کریں گے۔ سورۃ النساء کی آیت 119 کا ترجمہ بتا رہا ہوں۔ اور العیاذ باللہ! آج ہم وہی کام کر رہے ہیں۔ داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے۔ حدیث میں آتا ہے نبی علیہ السلام وضو فرماتے تو ہتھیلی میں پانی لیتے اور داڑھی کا خلال فرمایا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی مشہور کتاب ''کتاب الآثار'' میں ایک مٹھی سنت داڑھی کی مقدار ہے، اس طرح سے الٹا کر کے کہ داڑھی مٹھی میں لے اور جو زائد ہو وہ کاٹنا چاہے تو کاٹ لے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی جسے برباد کیا گیا۔ انہیں آسمان تک اُٹھایا گیا اور پھر اُلٹا پٹخ دیا گیا تھا۔ ان کے بارے میں ایک عمل تو ہم سب جانتے ہیں کہ مرد مرد سے اپنی خواہش کو پورا کیا کرتا تھا۔ یہ بہت برا عمل ہے، اللہ تعالیٰ کو شدید نفرت ہے۔ اور آج ہمارے معاشرے میں کھل کے ہوتا ہے اللہ ہماری حفاظت فرمائے! وہ تو نبی علیہ السلام کی

دعائیں ہیں ورنہ ہمارے ساتھ پتا نہیں کیا ہو چکا ہوتا۔ ''درمنثور'' میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کے اندر دس گناہ تھے۔ ایک وہ تھا جس کی وجہ سے وہ مشہور ہوئے۔ دوسرا فرمایا کہ داڑھی منڈایا کرتے تھے۔ یہ بھی ان پر عذاب کی ایک وجہ تھی۔ بہر حال ہمیں بھی چاہیے کہ نبی علیہ السلام کے مبارک چہرے کے مطابق اپنا چہرہ بنائیں۔

آئینہ دیکھنے کی سنت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام جب آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اور چہرے مبارک کو دیکھتے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي، فَأَحْسِنْ خُلُقِي.

(مسند احمد، مسند ابی یعلی، شعب الایمان للبیہقی من روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: اے اللہ! جس طرح آپ نے میرے چہرے کو خوبصورت بنایا، اللہ! میرے اخلاق بھی خوبصورت بنا دیجیے۔

تو بھئی! نبی علیہ السلام کا چہرہ خوبصورت ہے کہ نہیں؟ مانتے ہیں ناں کہ خوبصورت ہے، تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تو داڑھی کے ساتھ ہے۔

ظاہر اور باطن کا باہمی تعلق

اب چند باتیں اپنے اکابر ہی کی کتابوں میں سے کرنی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (الأنعام:120)

چھوڑ دو وہ گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو، اور وہ بھی چھوڑ دو جو تم باطن میں کرتے ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی! اندر ٹھیک ہونا چاہیے، ظاہر سے کیا ہوتا ہے۔ اندر سے ہم پکے مسلمان ہیں، باہر سے کیا ہوتا ہے۔ جی (شکل وصورت کا کیا معاملہ) لباس کا کیا معاملہ، اندر سے ہم پکے عاشق رسول ہیں، پکے مومن ہیں۔ اس بات کو بھی دیکھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ و اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو۔ ظاہر میں بھی نیکی اختیار کرو باطن میں بھی نیکی اختیار کرو۔

شریعت کے مطابق ظاہر اور باطن کا آپس میں کیا ربط ہے، اس بارے میں چند باتیں مثالوں سے سنیے اور سمجھیے! ظاہر کا باطن سے بڑا پکا اور گہرا تعلق ہے۔ یہ جو کہہ دیتے ہیں، دل صاف ہونا چاہیے، دل کا پردہ ہونا چاہیے۔ دیکھیے! ایک آدمی ہے (صاف اس نے ستھرے کپڑے پہنے۔ کہیں جارہا ہے کہ اتنے میں گھر سے چھوٹی بچی آئی کچن سے، اور اس کے ہاتھ سے کھانے کے چند قطرے گر کر نئے لباس کے دامن میں پڑ گئے۔ اب بتائیں! لباس تو ظاہر میں پہنا ہوا ہے قطرے بھی باہر پڑے، اس کے دل پر اثر ہوتا ہے نہیں؟ اچھا یہی چھینٹے اس کے چہرے پہ پڑ جائیں اب دل کے اوپر کتنا اثر ہوگا؟ اچھا بجائے کے چھینٹوں کے پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں تو اب کیا حال ہوگا؟ ظاہر کا باطن کے اوپر اثر ہوتا ہے، یہ بات ثابت ہوجاتی ہے۔

یہاں سے ایک بات اور سمجھ لیں۔ ماشاءاللہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ابھی مغرب کی نماز آپ نے پڑھی۔ سمجھانے کی غرض سے بات کررہا ہوں۔ کہ امام صاحب آئیں اور صرف انہوں نے گھٹنے چھپائے ہوئے ہوں اور ناف چھپی ہوئی ہو، اتنا سا لباس پہنا ہو کہ ناف کو چھپالیں اور گھٹنوں کو چھپالیں اور آکر کہیں کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھانی ہے۔ آجاؤ! قرآن مجھے اسی طرح یاد ہے حدیث مجھے اسی طرح معلوم ہے، نماز کے مسائل مجھے اسی طرح معلوم ہیں۔ اب یہاں دیکھیں کہ فرض تو پورا کرلیا جیسے

آپ کہہ دیتے ہیں کہ سنت کی کیا ضرورت ہے فرض پورا ہو جائے یہ بڑی بات ہے۔ یہی امام صاحب کہیں کہ جی! فرض تو میں نے پورا کر لیا، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے فرض پورا ہو جاتا ہے ستر چھپ جاتا ہے۔ تو ہم میں سے ہاتھ کھڑا کر کے بتائیں کون ان کے پیچھے نماز پڑھے گا؟ کہیں گے جناب! لگتا ہے آپ کے دماغ میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے علاج کروائیے۔ اسی طرح اعمالِ ظاہرہ کا باطنہ پہ اثر آتا ہے۔

جو آدمی بیعت ہے، معمولات کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، مراقبہ کی پابندی کرتا ہے وہ اپنے دل کے اوپر کیفیات کو محسوس کرتا ہے۔ اور جو نہیں کرتا وہ ان کو محسوس بھی نہیں کرتا حتیٰ کے حدیث سے بھی اس کی دلیل لے لیجیے۔ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے صفیں سیدھی فرماتے تو بالکل تیر کی طرح سیدھی فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

یہاں ایک طرف سے سے تیر چلائیں دوسری طرف کی صف سے نکل جائے، اتنا خیال فرماتے تھے۔ صحابہ کی صفوں کو نماز میں ٹھیک فرماتے اور فرماتے کہ دیکھو! تمہاری صفیں اگر ٹیڑھی ہو گئیں تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(مسلم حدیث ابی مسعود رضی اللہ عنہ: رقم الحدیث: 432)

تو ظاہر کا اثر باطن پہ ہوا کہ نہیں ہوا؟ ظاہر میں صف ٹیڑھی ہو رہی ہے لیکن آقا ﷺ خبر دے رہے ہیں کہ دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اس لیے اس فتنے کے دور میں بعض کہہ دیتے ہیں کہ جی! ظاہری گناہ کو چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ باطن ٹھیک ہونا چاہیے۔

اگر ہم غور کریں تو ہم اپنے ظاہری معاملات میں بھی اور اپنے دنیاوی معاملات میں بھی اپنے ظاہر پہ ضرور نظر رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیگم صاحبہ نے آپ کو کہا کہ آپ کیلا لے آیئے گا بچہ کو کھلانا ہے۔ آپ فروٹ کی دوکان پر جائیں، وہاں کیلے پڑے ہوئے ہوں، اور اس کا جو ظاہری لباس یعنی چھلکا ٹھیک نہ ہو۔ اب آپ دیکھ کر

اس سے کہیں گے کہ کوئی اور ہے؟ بیچنے والا کہتا ہے: نہیں جناب یہ بہترین ہے اندر سے بہت اچھا ہے اس کا باطن بہت ہی پیارا ہے۔ آپ کہیں گے کہ نہیں! تیرے کہنے کی بات نہیں، دیکھنے کا دل نہیں کر رہا، جب باہر سے اچھا نہیں تو اندر سے کیسے اچھا ہوگا۔ آپ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ اسی طرح کسی نوجوان کا رشتہ جائے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو یوں کہتے ہیں کہ جی باطن ٹھیک ہونا چاہیے۔ لڑکی بڑی خوبصورت، ہر چیز ٹھیک ہے، پتا یہ لگا کہ اس کا کان کٹا ہوا ہے لیکن سماعت بالکل ٹھیک ہے۔ کان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ بات کو پہچان لے کس کی آواز ہے؟ چھوٹے کی بڑے کی، محبت میں غصہ میں لہجے کو پہچان لے، آواز کو پہچان لے، بات کو سمجھ لے تو کان کا باطن تو یہ بھی ہوا۔ اگر کسی کا کان ہو اور اس کے اندر سنوائی نہ ہو تو وہ بہرہ کہلائے گا۔ لڑکی کی ماں بتائے کہ بیٹا! کان تو کٹا ہوا ہے ظاہری لیکن جو کان کا مقصد ہے باطن وہ ٹھیک ہے۔ تو کون اس سے شادی کرے گا؟ نہیں جی! ہمیں ظاہر کو بھی دیکھنا ہے کان کٹی نہیں لے کر آئیں گے، پر کٹی لے آئیں گے وہ الگ بات ہے۔ پر کٹی لے آئیں پھر اپنے پر کٹوائیں گے۔

ایک بزرگ حضرت شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دیکھو! ظاہر کا اثر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ظاہری چیزوں سے انسان کی جان بچ جایا کرتی ہے کسی جان دار کی جان بچ جاتی ہے۔ اس پر حضرت کبوتر کی مثال دیتے سادہ زمانہ تھا سادہ مثال دیکھو! کبوتر کے پر اگر کاٹ دیے جائیں تو کیا ہوگا کہ ایک بیمار بلی کا بچہ بھی اس پر حملہ کرنے کی سوچ سکتا ہے، اس کو مار سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ظاہر میں پر کٹے ہوئے نہ ہوں اور پورے ہوں تو بلی کو بھی دیکھنا ہے کہ کس وقت آنا ہے اور کس وقت نہیں آنا۔ اب ظاہر میں تو فقط پر کٹے ہیں جان تو محفوظ ہے، لیکن یہ پر کا کٹ جانا اس کے باطن کو ختم کرسکتا ہے اس کی

موت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر ہمارا ظاہر نبی کریم ﷺ کے مطابق ہے تو ان شاء اللہ یہ قیامت کے دن ہمیں کام آسکتا ہے۔ خدانخواستہ ہمارا ظاہر آقا کے طریقے کے مطابق نہ ہوا تو قیامت کے دن ہمارے لیے پریشانی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اسی طرح کوئی مفتی اعظم ہوں، شہر کے بڑے کوئی پیر صاحب ہوں، وہ جناب! جمعہ کے لیے آئیں اور صرف لنگی باندھ کر، نہ کُرتا ہو، نہ سر پہ ٹوپی ہو، نہ بنیان ہو، کچھ بھی نہ ہو۔ وہ کہیں کہ جناب! مجھے قرآن بھی یاد حدیث بھی یاد، تقریر بھی میں بڑے زور وشور سے کروں گا۔ ہم میں سے کوئی بھی ان کو منصب پہ بٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوگا کہ جناب! مسئلہ بدل گیا، آپ کا لباس بدل گیا۔ اور دنیا کے اندر بھی یہی مثالیں ہیں۔ سمجھنے کے لیے مثال دی جا رہی ہے ہوسکتا ہے کسی کو فائدہ ہو جائے۔

دیکھیں! عدالت لگی ہوئی ہے جج صاحب کا انتظار ہے پورا Panel وکلاء کا موجود ہے اور آج فیصلے کی آخری گھڑی آرہی ہے۔ جج صاحب Late ہوگئے، دس بجے آنا تھا سوا دس ہوگئے۔ اب سوا دس بجے جج صاحب چلے آرہے ہیں اور حال یہ ہے کہ اپنی بیوی کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اب جج صاحب بیٹھنے لگتے ہیں تو کوئی بٹھاتا نہیں بھئی! کیا ہوا جج صاحب کہتے ہیں: مجھے دیر ہو رہی تھی، گھر میں Light گئی ہوئی تھی اور میرے کپڑے استری نہیں تھے تو میں نے بیوی کا غرارہ پہن لیا اور دوپٹہ بھی اسی کا اوڑھ لیا۔ جج میں وہی ہوں جو کل یہاں سے گیا تھا، اور کہہ کے گیا تھا کہ آج میں فیصلہ دوں گا میرا علم بھی وہی، میرا باطن بھی وہی تو مجھے بیٹھنے دو بات کرنے دو۔ کون وکیل ہے جو اس جج کو دوبارہ بٹھا کے اس سے فیصلہ لے گا؟ کہے گا: نہیں آپ کا ظاہر بدل گیا۔ وہ جتنی بھی بات کہے کہ مجھے Case کی ایک ایک چیز کی History معلوم ہے، تم سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ وہ کہیں گے: جناب! مسئلہ یہ ہے کہ کچھ بدل گیا ہے۔ تو ظاہری لباس بدلنے سے

انسان کی شخصیت تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔انسان کی حیثیت وہ نہیں رہتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ظاہر کو کتنا درست کیا جائے؟اس کے بارے میں قرآن مجید سے پوچھیں: اللہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

ترجمہ:''حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے''۔

ہم نے اپنے محبوب کو تمہارے اندر بھیجا، نمونہ بنا کے بھیجا۔جیسے نبی علیہ السلام کا چلنا ہے ایسا چلنا بنا لو، جیسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا بولنا ہے ایسا بولنا بنا لو، جیسا بیٹھنا ہے سونا ہے اُٹھنا ہے لباس ہے ہر ہر چیز اس طریقے کے مطابق بنا لو، قیامت کے دن میرے پاس آؤ گے میں تمہیں انہی کے ساتھ کھڑا کر دوں گا۔تم میرے محبوب جیسے بن کے آجاؤ پھر محبت کی نگاہ دنیا میں بھی تمہارے اوپر پڑے گی اور قیامت کے دن بھی تمہارے اوپر پڑے گی۔حدیث شریف میں آتا ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا امتی قابل معافی ہے مگر جو کھلم کھلا اعلانیہ گناہ کرتے ہیں۔

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ (بخاری)

ایسا نہ ہو کہ ہم میڈیا کی اور اِدھر اُدھر کی روش چل کر گناہ کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیں اور کسی وعید میں داخل ہو جائیں۔کسی نبی کو حقیر سمجھنا نہیں چاہیے۔

مغفرت والا ایک عمل

ایک صحابی نے رات کے وقت ایک عجیب کام کیا۔صبح حاضر ہوئے نبی علیہ السلام کے پاس تو آقا علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے پیارے! تو نے رات کون سا عمل کیا کہ تیری مغفرت کا فیصلہ اوپر سے ہو گیا کہنے لگے اے اللہ کے نبی! میں رات کو لیٹا ہوا تھا اور

چھت کے اوپر آسمان کے اوپر میری نظر پڑی میں نے آسمان کو کہا: اے ستارو! تمہارا بھی کوئی بنانے والا ہے کوئی رب ہے اس کے بعد میں نے اللہ سے مغفرت کی دعا کی۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ میرے پیارے! تیرے اس عمل کی برکت سے اللہ نے تیری مغفرت کردی۔ چھوٹا سا عمل بھی نظرِ رحمت سے قبول ہوگیا۔ کبھی ہم بھی یہ کرلیں گرمیوں میں چھت پہ جائیں آج کل ویسے چلے ہی جاتے ہوں گے اور آسمان پر نظر پڑے تو کہیں:

اے آسمان کے ستارو! تمہارا بھی کوئی بنانے والا ہے، کوئی پیدا کرنے والا ہے، کوئی رب ہے۔ یہ بات کر کے دل سے یقین کر کے اللہ سے معافی مانگیں

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ! مجھے معاف کردے)

کیا معلوم یہ عمل مغفرت کا ذریعہ بن جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت قیمت نہیں مانگتی، اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ مانگتی ہے۔ بہانہ مل جائے مغفرت ہوجائے گی۔ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ (الضحیٰ:5)

ترجمہ: ''اور یقین جانو کہ عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہوجاؤ گے''۔

یہ خوشی دنیاوی بھی مراد ہے اور اُخروی بھی کہ قیامت کے دن ہم آپ کو خوش کریں گے۔ تو جو نبی علیہ السلام کے ساتھ کھڑا ہوگا وہ بھی خوش ہوگا۔

اچھی نیت پر اجر و ثواب

ایک حدیث میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ ایک عام آدمی بستی سے باہر نکلا۔ اس کو ایک ریت کا ٹیلا نظر آیا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش! ریت کی

جگہ گندم ہوتی تو میں آج لوگوں میں قحط والوں میں تقسیم کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے نبی کو وحی کی کہ اس بندے نیت کے اخلاص کی وجہ سے اس کو اتنا ثواب دے دیا کہ اگر اس کے پاس گندم ہوتی اور یہ صدقہ کرتا تو جتنا اس وقت اس کو ملنا تھا ہم نے اس کی نیت کی وجہ سے دے دیا۔ اللہ تعالیٰ تو قدردان ہیں، مہربان ہیں، کسی کا چھوٹے سے چھوٹا عمل ضائع ہونے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو معاملہ ہی جدا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم نبی علیہ السلام کی ایک ایک سنت کے قدردان بن جائیں پھر دیکھیں اللہ کی رحمت کیسے متوجہ ہوتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں! ہم نے لباس پہنا ہوا ہے اس میں تانا بھی ہوتا ہے بانا بھی ہوتا ہے، ایک دھاگا اِدھر سے آیا ہے ایک اُدھر سے آتا ہے ہم نے نیا لباس پہنا، شادی میں جانا ہے یا بڑوں سے ملنے جانا ہے۔ اب سامنے کی Side سے چند دھاگے کم ہوجائیں تو کیا ہوگا؟ وہ لباس ہماری نگاہ میں عیب دار ہوجائے گا، اس قابل نہیں رہے گا کہ کسی بڑے کے سامنے پہن کے جائیں۔ میرے بھائیو! ایک قمیض میں سے چند دھاگے نکل جائیں تو اس کی Value کم ہوجاتی ہے، اور جس کے چہرے سے اتنی سنتیں گر جائیں، یا کم ہوجائیں تو اس کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا گر جائے گا۔ الامان والحفیظ یہ باغ نبوت ہے، یہ نور نبوت ہے۔ جس کے چہرے سے یہ نکل جائے تو بتائیں! اللہ کے ہاں اس کا کتنا درجہ کم ہوجائے گا۔ تو یاد رکھیں کہ ظاہر کا باطن کے اوپر بہت اثر ہوتا ہے۔

میوزک کی آواز کان میں پڑے تو کیا کریں؟

اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان بنائے اور ان کو ایسی قوت دے دی سننے کی سمجھنے کی کہ

بوڑھا بولے یا بچہ بولے ہم پہچان لیتے ہیں۔ اپنا بولے، غیر بولے ہم پہچان لیتے ہیں۔ ایسا اللہ نے ادراک عطا فرمایا ہے، ایسی Quality عطا فرمائی ہے۔ لیکن اگر ہم ان کانوں سے گانے سنے تو ہمارے دل کے اوپر ویسا بُرا اثر ہوگا۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ یعنی خود حضرت نافع ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک چرواہے کے پاس سے گزر ہوا جو بانسری بجا رہا تھا۔ یہ بانسری کیا ہے؟ سادی سی لکڑی کی چیز ہے ادھر سے پھونک مارو، ہوا سے آگے سے آواز نکلتی ہے۔ اس کو شریعت نے منع کر دیا۔ اسی پھونک کو قرآن پڑھ کے، سورۃ فاتحہ پڑھ کے دم کر دو تو شفاء اور یہی پھونک بانسری سے نکلے تو گناہ۔ اب یہ دونوں چل رہے ہیں سنا کہ بانسری کی آواز کانوں میں پڑھ رہی ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں کانوں کے اندر انگلیاں دیں اور پھر چلتے رہے۔ پھر انہوں نے پوچھا: نافع! کیا ابھی بھی آواز آرہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ابھی بھی آواز آرہی ہے۔ پھر چلتے رہے اور آگے جا کر پھر پوچھا تو نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اب آواز نہیں آرہی۔ تب انہوں نے دونوں کانوں سے انگلیاں نکالیں اور فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے موقع پہ یہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اب کسی کے دل میں خیال آئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تو یہ کیا حضرت نافع نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب علامہ ابن اسیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''جامع اصول'' کے اندر کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ اس وقت نابالغ تھے چھوٹے تھے، وہ مکلف ہی نہیں تھے۔ ہم تو بال کی کھال نکالنے والے ہیں، اس لیے اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ مکلف نہیں تھے چھوٹے تھے، لیکن بڑے نے وہ کیا جو نبی علیہ السلام کا عمل تھا۔ اب یہ ظاہری عمل ہے کیوں کیا کہ وہ آقا علیہ السلام کی بات کی حقیقت کو جانتے بھی تھے پہچانتے بھی تھے۔ اور دل سے

مانتے بھی تھے۔

گانا دل کے لیے نفاق کا سبب ہے

نبی علیہ السلام نے کیا فرمایا: گانا بجانا دل کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے۔ وہ نبی علیہ السلام کی بات کو جانتے تھے آپ کہیں گے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نفاق پیدا ہوتا ہے، کیسے نفاق پیدا ہوا؟ ہم نے تو منافق کوئی نہیں دیکھا؟ ہم تو کلمہ دل سے پڑھتے ہیں۔ علماء نے جواب ارشاد فرمایا کہ منافق دو طرح کے ہیں: ایک اعتقادی، اور ایک عملی۔ اعتقادی وہ ہے جو زبان سے کلمہ پڑھے اور اندر سے منکر ہو۔ الحمدللہ! ایسا تو کوئی نہیں ہے ہم میں، لیکن عمل کے اعتبار سے ہم دیکھیں اور دوسری حدیث کو یہاں جوڑیں تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں:

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَاؤْتُمِنَ خَانَ

(متفق علیہ)

ترجمہ: ’’منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بولے جھوٹ بکے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے‘‘۔

منافق کی اکثر باتوں میں جھوٹ شامل ہوگا وعدے کرے گا توڑے گا کہ جی! ایک مہینے بعد Payment دوں گا، دو مہینے بعد بھی نہیں دیتا۔ قرض لے لیا تین مہینے کا کہہ کر اور تین سال بعد بھی واپسی کی کوئی Date نہیں آ رہی۔ بات کرے گا جھوٹ بولے گا، وعدہ کرے گا وعدہ توڑے گا۔ امانت رکھوائی جائے گی امانت کھا جائے گا یہ تین باتیں حدیث میں آئیں کہ یہ منافق کی نشانی ہیں۔ اور حدیث میں آیا کہ گانا سننے سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم سب باتوں کو چھوڑیں تو کیا ایسا نہیں ہے کہ جو گانا

سنتے ہیں، میوزک سنتے ہیں اس کے برے اثر کی وجہ سے دل کے اندر منافقت پیدا ہو گئی ہو؟
میرے بھائیو! یہ باتیں سمجھنے والی ہیں کہ ظاہر کا باطن سے تعلق ہے۔

بدنظری کے نقصانات

اللہ نے ہمیں آنکھیں دیں۔ ساری کائنات دیکھنے کو کہا، دیکھو جو چاہو دیکھو۔ کیا منع کیا؟ نامحرم کو نہ دیکھو، حسین لڑکوں کو نہ دیکھو، دو چار چیزیں منع کر دیں اور کہا دیکھو قرآن کو دیکھو، بیت اللہ کو دیکھو، والدین کو دیکھو، بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھو، بچوں کو دیکھو مسجد کو دیکھو، اللہ والوں کے چہروں کو دیکھو۔ کتنی ہی چیزیں ہیں ساری کائنات میں! درخت شجر حجر جو چاہو دیکھو۔ اور چند چیزوں کو کہا کہ بس ان کو نہ دیکھو۔ اس کی کوئی تو حکمت ہوگی۔ جب انسان نامحرم کو دیکھتا ہے، TV پہ Mobile پہ، بازار میں، گلی میں، اپنے گھر میں، کہیں پر بھی دیکھتا ہے تو اس دیکھنے کا اس کے دل پر اثر ہوگا۔

حضرت جی دامت برکاتہم ایک عجیب بات فرماتے ہیں۔ حضرت جی نے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنایا کہ آنکھ بگڑنے سے دل بگڑتا ہے، دل بگڑنے سے شرم گاہ بگڑ جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! اگر قابیل ہابیل کی بیوی کو نہ دیکھتا تو بھائی کو قتل نہ کرتا۔ زلیخا یوسف کو نہ دیکھتی تو گناہ کی دعوت نہ دیتی۔ ظاہر بدلنے سے دل بدل جاتا ہے، حالات بدل جاتے ہیں۔ اگر نگاہوں کے ظاہری تیر ڈالتے رہیں گے تو دل بدل جائے گا۔

بھائیو! داڑھی کا معاملہ انتہائی آسان اور سادہ ہے۔ نبی علیہ السلام کی باتیں ہم نے سن لیں ایک حدیث میں ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض فرشتے اللہ نے تسبیح کے ساتھ مقرر کیے ہوئے ہیں وہ یہی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں: ''پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو

داڑھیوں کے ساتھ اور عورتوں کو چوٹیوں کے ساتھ زینت بخشی‘‘۔ اللہ تعالیٰ کی یہی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

شریعت کے کئی احکامات ہیں۔ کچھ احکامات تو وہ ہیں جن کو کہا کہ کرلو اس سے فضیلت مل جائے گی، تحیۃ المسجد پڑھ لو ثواب مل جائے گا، جنازے میں شریک ہو جاؤ یہ مل جائے گا اور کچھ احکامات کے بارے میں کہا کہ یہ یہ کام کرلو یہ چیز مل جائے گی، لیکن ان کے ساتھ جوڑ دیا کہ دیکھو! اگر یہ یہ کام نہ کیے تو تمہیں گناہ بھی ملے گا۔ ان دو باتوں میں ایک فرق ہے: ایک تو احکام وہ ہیں جن کے کرنے پر ترغیب ہے اور نہ کرنے پر پکڑ نہیں۔ جیسے نفلی عبادات ہیں اور کچھ اعمال ایسے ہیں جن کو کرنے کا حکم ہے، وہاں امر کا صیغہ ہے اور نہ کرنے پر گناہ۔ تو یہ جو دوسری کیٹگری ہے اس کو واجب کہا گیا، اس کو لازم کہا گیا کہ یہ لازمی کرنا ہے۔

ہم جو لوگ یعنی میں اور آپ نبی علیہ السلام کی شفاعت کو قیامت کے دن اپنا ایک سہارا سمجھتے ہیں کہ اگر اللہ کی رحمت متوجہ ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مل گئی تو ہم گناہ گاروں کو جنت کا راستہ مل جائے گا۔ یہ ایک ہماری امید ہے نبی علیہ السلام کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کا چہرہ نبی علیہ السلام کے چہرے جیسا نہ ہو سارے ایک جیسے تھے۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ کے دو نمائندے یا دو سفیر نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور یہ بات آپ جانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور مہمان نواز بھی سب سے زیادہ ہیں۔ آنے والوں کا ایک اکرام ہوا کرتا ہے، امت کو بھی یہی حکم دیا جا رہا ہے۔

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے۔

(متفق علیہ)

داڑھی کٹوانا ایک ناپسندیدہ عمل

تو مہمان کے اکرام کا خود حکم دیا ہمیں آقا ﷺ نے۔ یہ دو مہمان ایران سے آئے تھے۔ جیسے ہی نبی علیہ السلام کے سامنے آئے سفیر بھی تھے، قاصد بھی تھے، گورنمنٹ کی طرف سے آئے تھے۔ دیکھا آقا ﷺ نے کہ داڑھیاں کٹی ہوئی ہیں، مونچھیں بڑی ہوئی ہیں نبی علیہ السلام باوجود اس کے کہ رحمۃ للعالمین، مہمان کا اکرام کرنے والے، دوسروں کا دل رکھنے والے ہیں۔ آپ نے اپنے چہرے مبارک کو پھیر لیا، کراہت کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ بڑی تکلیف سے ان سے پوچھا: یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟ کہنے لگے: ہمیں ہمارے رب یعنی کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ داڑھی کٹواؤ مونچھیں بڑھاؤ۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو میرے رب نے حکم سے ان سے دیا ہے کہ مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (مصنف ابی شیبہ: صفحہ 346، جلد 7)

اب غور کرنے کی بات ہے کہ غیر مسلموں کو، دشمنوں کو نبی علیہ السلام نے اس حالت میں دیکھا تو اتنی تکلیف ہوئی، اپنوں کو اس حالت میں دیکھیں گے قیامت کے دن تو بتائیں کیا ہوگا؟ روضہ رسول پہ جو جاتے ہیں تو قلب اطہر پر کیا چیز پیش آتی ہوگی۔ کبھی ہم نے اس کو بھی دیکھا؟ اور بھئی! داڑھی کا ثبوت قرآن مجید میں سورہ طٰہٰ کے اندر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے جب واپس آئے تو ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا:

”اے میری ماں کے بیٹے! اے میرے بھائی! نہ میری داڑھی کو پکڑو، نہ میرے سر کو پکڑو“۔

علماء نے لکھا کہ اگر داڑھی چھوٹی ہوتی یا نہ ہوتی تو ہاتھ میں کیسے آتی؟ پکڑ میں تو تب

ہی آتی ہے جب پوری ہو۔ اللہ اکبر!

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بدنما لگتا
تو پھر داڑھی میرے سرکار کی سنت نہیں ہوتی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اللہ نے مجھ سے سوال کیا: اے بندے! تو کیا لے کر آیا ہے؟ کہتے ہیں میں یہ شعر پڑھ دوں گا:

تیرے محبوب کی یارب! شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اس لیے ہم جو کر سکتے ہیں وہ تو کریں، آگے اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا معاملہ فرمائے۔ آمین

جن کو نبی علیہ السلام سے محبت ہے وہ تو دلوں میں ارادے کریں کہ ہر عمل نبی علیہ السلام کے طریقے کے مطابق بنائیں گے۔

اگر مزید سمجھنا ہو تو ایک بات ہمارے لیے ایسے ہی ہے جیسے ہمارے منہ پہ طمانچہ۔ ایک قوم ہے جس کو سکھ کہتے ہیں۔ بڑے مذاق اُڑائے جاتے ہیں، بڑے ان کے لطیفے سنائے جاتے ہیں، اور ان کو ہم اپنے لطیفوں میں پاگل بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں کچھ ہم نے سنی ہیں۔ لیکن اس پاگل قوم کو اتنی عقل ہے کہ اپنے گرونانک سے اتنی محبت! دنیا میں کہیں چلے جائیں اپنی داڑھی نہیں کٹواتے۔ قیامت دن اگر اللہ نے ان سکھوں کو سامنے رکھا تو اُن لوگوں کے پاس کیا جواب ہوگا جو اس سے محروم ہیں۔ سمجھنے کے لیے بات ہو رہی ہے، اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ یہی کہہ دیا کہ ان کے باطل ہوتے ہوئے، اللہ اور اس کے نبی کا دشمن ہوتے ہوئے اپنے بڑے سے اتنا تعلق تھا کہ اس کے چہرے جیسا اپنے چہرے کو رکھا، تم تو کلمہ پڑھنے والے دعویٰ کرنے والے

تھے۔ بتاؤ تمہارا کیا معاملہ ہوا؟ یہ ہمارے لیے بڑی واضح حقیقت اور ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

ایک صاحب کسی اللہ والے کے پاس حاضر ہوئے۔ کہنے لگے: جی! آپ داڑھی کا کہتے ہیں تو داڑھی تو فطرت میں نہیں ہے، اگر فطرت ہوتی تو بچہ پیدا ہوا تھا اسی وقت ہونی چاہیے تھی یہ تو بعد کی چیز ہے شروع کی نہیں۔ انہوں نے بات کو سن کر کہا: ہاں! بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تو ایسا کرو جب تم پیدا ہوئے تھے تو تمہارے دانت بھی نہیں تھے یہ بھی سارے کے سارے توڑ دو دونوں چیزوں پر عمل کرو باہر والی پہ بھی اور اندر والی پہ بھی۔ اندر والی کو سنبھال کے رکھو، باہر والی کو ذبح کرو تو یہ کون سی حکمت ہے؟ آپ ایک ہی طریقہ دونوں جگہ لے کر آؤ۔

ہمارے بڑوں نے فرمایا:

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور حدیث میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو جس سے مشابہت اختیار کرے گا انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔ دیکھیں ہم کن سے مشابہت اختیار کرنا چاہتے ہیں اللہ والوں سے یا اللہ کے دشمنوں سے؟ یہ ہم خود محسوس کر لیں۔

اب ایک دو مثالیں ہیں اس میں غور کر لیں اور پھر بات کو مکمل کر لیتے ہیں۔ اسلام ایک کامل مذہب ہے جس طرح کہ عبادات کے اندر کسی اور مذہب کی کوئی بات نہیں مانتا، اپنی مستقل عبادات رکھتا ہے۔ اسی طرح معاشرت و آداب اور تمام چیزوں میں اپنے مکمل اصول رکھتا ہے دیکھیں! دنیا میں یہ کسی حکومت میں جائز نہیں کہ سلطنت کی فوج دشمنوں کی وردیاں پہن کر آجائے اور کہے کہ جی میں اندر سے بڑا ٹھیک

ہوں، اندر سے میں پاکستانی ہوں۔تو کوئی قبول کرے گا؟ یہ کہا جائے گا تو دشمن کے روپ میں آیا ہے۔ بالکل یہی معاملہ اللہ والوں کا ہے۔ ایک روپ ہے انبیاء کا اور ایک روپ ہے دشمنوں کا، مشرکین کا۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک برطانوی جرنیل کو یہ اختیار ہو کہ دیکھو! تم برطانیہ کی آرمی میں ہو تو تمہیں Dress برطانیہ کا ہی پہننا پڑے گا، رشیا کا امریکہ کا، کسی اور ملک کا نہیں پہن سکتے۔ تمہیں ظاہری لباس بھی British ہی کرنا پڑے گا جبکہ وہ باطل ہے۔تو کیا رسول اللہ ﷺ کو اختیار نہیں تھا کہ اپنے امتیوں کو کہتے کہ میرے طریقے پہ رہنا، میرے لباس پہ رہنا، میرے انداز میں رہنا؟ یاد رکھیں! اسلام نور ہے اور کفر ظلمت ہے، اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے، اسلام حسن ہے اور کفر بدصورتی ہے، اسلام روزِ روشن کی طرح روشن ہے اور کفر اندھیری رات کی طرح ہے، اسلام عزت ہے اور کفر ذلت ہے۔ لہذا اسلام اپنے ماننے والوں کو عزتیں دینا چاہتا ہے۔ باطل کا لباس پہننے اور ان کی شکل بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔

علماء نے لکھا کہ شکلِ کفار کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اسلام کی وقعت اور عظمت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ان کی طرف میلان ہوتا چلا جاتا ہے۔ علماء نے لکھا کہ جب انسان اسلامی وضع چھوڑ کر دوسری وضع کو اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہے گی، اور پھر جب قوم ہی نے اس کی کوئی عزت نہیں رکھی تو غیروں کو کیا پڑی ہے۔ کہ عزت کریں الحمدللہ ہم نے اس کی عزت یہاں بھی دیکھی وہاں بھی دیکھی۔

ابھی چند دن پہلے عمان کا سفر ہوا جس میں اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ الحمدللہ! شرعی پردے میں تھیں۔ Immigration پہ کھڑے تھے اور عورتیں آ رہی تھیں Pent,shirt میں۔ جب میری باری آئی اس نے دونوں پاسپورٹ لے لیے۔ میرے پاسپورٹ پہ اسٹمپ لگا دیا۔ اور اہلیہ کے پاسپورٹ پہ اسٹمپ نہیں لگایا۔ اُسی طرح کھڑے رہے اور

کئی منٹ لگ گئے۔ اور کچھ عربی میں کہا۔ اس نے کسی کو بلایا اہلیہ کہنے لگیں کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ اتنے میں کوئی اور آدمی آیا اسٹاف کا اس نے کسی اور کے پاسپورٹ پہ اسٹمپ لگوالی اور چلا گیا۔ ہم حیران ہیں اور عجیب سا محسوس کر رہے تھے کہ آخر کیا بات ہے؟ پھر عورت آئی اس نے میری اہلیہ کا پاسپورٹ اُس عورت کو دیا اور کہا کہ یہ پردے میں ہیں ادھر لے جاؤ اور پاسپورٹ کی تصویر سے اس کی شکل کو دیکھو، اگر ملتی ہے تو جانے دو اسٹمپ میں لگا چکا ہوں۔

آج بھی عزت ہے۔ اعمال کو اللہ کی رضا کے لیے بنائیں پھر دیکھیں کیسی رحمتیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بیعت اور توبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَ
لَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ
وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(الممتحنة:12)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

سب سے قیمتی سرمایہ ''ایمان''

بعض اوقات انسان بڑی چیز کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹی چیز کو قربان کر دیتا ہے۔ انسان صحت کے لیے مال کو قربان کرتا ہے، لیکن اگر کوئی مال کے لیے صحت کو قربان کرے تو اسے بیوقوف کہا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جان بچانے کے لیے مال کو قربان کر دیتا ہے۔ عزّت بچانے کے لیے انسان اپنی جان کو قربان کر دیتا ہے، اور اپنی جان بچانے کے لیے مال کو قربان کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایمان بچانے کے لیے اپنے مال کو قربان کر دیتا ہے، جان دینی پڑے تو وہ بھی دے دیتا ہے، صحت دینی پڑے تو وہ بھی دے دیتا ہے، عزّت دینی پڑے تو وہ بھی دے دیتا ہے۔ ہمارے پاس سب سے قیمتی چیز ہمارا ایمان ہے۔ اگر کوئی آدمی دنیا کی نعمتوں میں رہا، دنیا کے بڑے سے بڑے عہدے تک پہنچا، مگر ایمان کے بغیر چلا گیا تو وہ ہماری نظر میں ناکام اور نامراد ہے۔ اور کوئی آدمی بھوکا، پیاسا ویران جنگل میں کلمہ کے ساتھ اس دنیا سے چلا گیا تو ہماری نظر میں وہ ایمان والا کامیاب انسان ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہو جانے والی ہے۔

ایک عجیب مثال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کو بڑے عجیب انداز سے یوں بیان فرماتے ہیں: اگر اس زمین اور آسمان کے خلا کو رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے۔ یہ خلا کوئی چھوٹی جگہ نہیں ہے اگر غور و فکر کیا جائے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ ایک ستارے سے دوسرے ستارے تک سینکڑوں نوری سال کا فاصلہ ہے۔ مطلب Light Years

Distance ہے، اور روشنی تقریباً ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے سفر کرتی ہے۔ اگر وہ روشنی تین سو سال تک چلے تو ایک ستارے سے دوسرے ستارے تک کا سفر طے ہوتا ہے۔ اور نہ جانے اس خلا میں کتنے ستارے، سیارے اور کہکشائیں ہیں یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتنا بڑا خلا اگر یہ سارا کا سارا رائی کے دانے سے بھر دیا جائے اور ہر ایک ہزار سال بعد پرندہ آئے اور ایک دانہ اُٹھا کر لے جائے۔ ایک وقت ایسا آجائے گا کہ وہ پرندہ سارے دانوں کو ختم کر دے گا، لیکن آخرت کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ پاک نے آخرت کی زندگی کے بارے میں فرمایا:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ (البینۃ:8)

ترجمہ: وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی ہے، کبھی ختم نہیں ہوگی۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کا مدار اس دنیا کی زندگی پر ہے جس کا دورانیہ چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر سال ہے۔ اگر یہ زندگی ایمان کے ساتھ گزار لی تو ہمارا معاملہ ٹھیک ہوگیا۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو اب سے چودہ سو سال قبل ارشاد فرمایا تھا اور آج کے دور کی پوری پیشین گوئی ہے:

''ایک دور ایسا آئے گا کہ آدمی صبح کو ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر ہوگا، یا شام کو ایمان والا ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا''۔

(صحیح مسلم: کتاب الزهد، باب من أشرک فی عمله غیر الله)

یہ وہ وقت ہے کہ موجودہ سوسائٹی میں، ماحول میں دوستوں یا کچھ ایسے لوگوں کی

صحبت مل جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس ایمان کو بچانے کے لیے بہت ساری صورتیں ہیں۔

حضرت مرشدِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ نصیحت

حضرت مرشدِ عالم مولانا غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے پوچھتے تھے کہ بتلاؤ! اولاد کون دیتا ہے؟ لوگ کہتے کہ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ حضرت فرماتے کہ اولاد تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، مگر ذریعہ اور سبب ماں باپ بنتے ہیں۔ پھر اسی طرح بارش کے متعلق پوچھتے کہ بارش کون برساتا ہے؟ لوگ جواب دیتے کہ اللہ تعالیٰ برساتا ہے۔ حضرت فرماتے کہ اللہ ربّ العزّت برساتے ہیں، مگر بادل اس کا ذریعہ بنتے ہیں۔ پھر پوچھتے کہ اللہ ربّ العزّت کیسے ملتے ہیں؟ خود ہی جواب دیتے کہ اللہ ربّ العزّت اللہ والوں کے پاس سے ملا کرتے ہیں۔

ایمان کو بچانے کی مختلف صورتیں:

1. تزکیۂ نفس
2. دین کے حلقے میں بیٹھنا
3. اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا
4. اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا
5. ایمان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے رہنا
6. ان تمام باتوں کا مجموعہ ''اللہ والوں کی صحبت'' ہے۔

اب کچھ باتیں بیعت کے بارے میں بیان کی جا رہی ہیں۔

بیعتِ اسلام

یہ بیعت پہلے نبی علیہ السلام کے زمانے میں کی جاتی تھی۔ جب کوئی آدمی دینِ اسلام میں داخل ہونا چاہتا، کفر اور شرک سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہتا تو نبی علیہ السلام اس سے بیعت لیا کرتے تھے۔ یہ بیعت ایمان لانے والے کے لیے ہوتی تھی۔ اس قسم کی بیعت کو ہم سب سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ لیکن اس کے بعد ایک اور طرح کی بیعت بھی ہے جو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لی۔ جو آیتِ مبارکہ اس عاجز نے شروع میں پڑھی ہے، اس میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب سے فرما رہے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنۃ:12)

ترجمہ: ”اے میرے محبوب! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں مانیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور زنا نہیں کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیا ہو، اور نہ کسی بھلے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی“۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے لفظ مؤمنات فرمایا ہے، کافرات، مشرکات اور منافقات نہیں کہا۔ یعنی یوں نہیں فرمایا کہ جب آپ کے پاس کافر عورتیں آئیں تو ان سے بیعتِ اسلام لے لو، بلکہ فرمایا کہ جب ایمان والی عورتیں آئیں۔ یعنی اُن کے ایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ خود دے رہے ہیں اور نبی علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ

آپ ان سے بڑے بڑے گناہوں کے چھوڑنے پر عہد لیجیے، بیعت لیجیے کہ وہ شرک نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی وغیرہ۔ آگے اللہ ربّ العزّت نے فرمایا:

فَبَایِعْھُنَّ

ترجمہ: ''تو تم اُن کو بیعت کرلیا کرو''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیعتِ اسلام کے بعد بھی کسی بیعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاد کے موقع پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بیعت لی گئی۔ اس کی سب سے بڑی مثال بیعتِ رضوان ہے۔ اس کے بعد بیعتِ ہجرت لی گئی۔ اب ہم جس بیعت کی بات کر رہے ہیں وہ بیعتِ توبہ اور بیعتِ طریقت ہے۔

بیعتِ توبہ

اُمت کی تعلیم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض موقعوں پر بعض گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت لی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے ہم سے فرمایا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم شرک نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے (آگے لمبی حدیث ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الممتحنہ کی آخر سے پہلے والی آیت تلاوت فرمائی''۔ (متفق علیہ)

دیکھیے! اس وقت نبی علیہ السلام کے پاس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت موجود تھی۔ یہ وہ حضرات تھے جو بیعتِ اسلام سے مشرّف ہو چکے تھے، ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ سرکارِ دو عالم نبی علیہ السلام کی نظرِ رحمت نے ان کو روحانی ترقی کی اُن بلندیوں پر پہنچا دیا تھا کہ اُمت کے تمام اولیائے کرام مل کر بھی ہرگز اس مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ان عظیم المرتبت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بیعتِ توبہ لی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بیعت کرنا آج کے دور میں واجب ہے۔ یہ بیعت ویسے تو سنت کا درجہ رکھتی ہے، لیکن اس سے زندگی کے فرائض زندہ ہو جاتے ہیں۔ بعض موقعوں پر نبی علیہ السلام نے صحابۂ کرام سے اس بات پر بھی بیعت کی کہ وہ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کریں گے۔

نبی علیہ السلام نے بعض حضرات صحابہ کرام جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ اس بیعت کے بعد ان کی حالت یہ تھی کہ وہ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے ہوں اور اچانک کوڑا یا نکیل نیچے گر جاتے تو وہ کسی سے نہیں مانگتے تھے، بلکہ گھوڑا روکتے، خود نیچے اُترتے اور کوڑا یا نکیل ہاتھ میں پکڑ کر دوبارہ سوار ہو جاتے تھے۔ یہ حضرت سوچتے تھے کہ ہم نے چوں کہ نبی علیہ السلام سے بیعت لی ہوئی ہے کہ کسی سے کچھ نہیں مانگنا تو اب کسی سے یہ بھی نہیں کہنا کہ کوڑا یا نکیل پکڑا دو۔

(صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ للناس)

معلوم ہوا کہ بیعت کی مختلف جہتیں ہیں۔ جو بیعت ہمارے ہاں ہوتی ہے وہ ہے ''بیعتِ توبہ''۔ انسان کسی کے ہاتھ پر توبہ کا اِرادہ کرتا ہے، پچھلی زندگی کو چھوڑ کر شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کا اِرادہ کرتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت اس کے ایسا کرنے پر برکتیں دیتے ہیں۔ ویسے توبہ ہر وقت آدمی کے لیے کرنا ضروری ہے۔ انسان اکیلے بھی توبہ کر سکتا ہے اور اجتماعی توبہ بھی کر سکتا ہے۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اکیلے توبہ کرنا، سادے کاغذ پر لکھ کر دینے کی مانند ہے، اور اکٹھے توبہ کرنا

Stamp paper شیخ کے ہاتھوں پر توبہ کا عہد نامہ لکھ کر دینا ہے۔ مطلب یہ کہ اس صورت میں قبولیت یقینی ہے۔

ایک مثال حضرت جی دامت برکاتہم یوں دیتے ہیں کہ جیسے ایک چانس کا ٹکٹ ہوتا ہے اور ایک کنفرم ٹکٹ Confirm Ticket ہوتا ہے۔ اکیلے کسی نے توبہ کی تو یہ چانس والے ٹکٹ کی مانند ہے، یعنی اللہ کی مرضی ہوئی تو قبول کر لے گا اور چاہے تو رد فرما دے۔ اور اگر کوئی اکٹھے ہو کر (تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا) توبہ کر لے گا تو یقیناً اللہ ربّ العزّت کی رحمت بہت زیادہ متوجہ ہوگی۔ علماء نے بیعتِ توبہ کے بارے میں بتایا ہے کہ اس میں چار طرح کی نیتیں کی جاسکتی ہیں:

بیعت کی چار نیتیں

1. بیعت کی نیت جبکہ کوئی نیا آدمی ہے اور بیعت ہونا چاہتا ہے۔
2. کوئی پہلے سے بیعت ہے تو وہ تجدیدِ بیعت کی نیت کرے۔
3. حصولِ برکت کی نیت کہ یہ معتبر کلمات ہیں۔ برکت حاصل کرنے کے لیے بیعت کے کلمات پڑھ لے۔
4. یہ نیت اتنی اہم ہے کہ اس سے کوئی شخص بھی خالی نہ رہے۔ یہ توبہ کی نیت ہے۔ یعنی اگر کوئی پہلے سے بیعت ہے، یا کسی اور سے بیعت ہے تو وہ توبہ کی نیت کرے۔ اور اگر کوئی بیعت نہیں ہے اور بیعت نہیں ہونا چاہتا تو وہ تو توبہ کی نیت ضرور کرے، کیوں کہ توبہ سے تو کسی کو انکار نہیں وہ تو ضرور کرنی ہی کرنی ہے۔ اس لیے ہر آدمی کو چاہیے کہ ہر وقت توبہ کے لیے تیار رہے۔

دورِ حاضر کے اکابرین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں اپنے اکابرین کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے جتنے بھی اکابرینِ دارالعلوم دیوبند گزرے ہیں یا ابھی جو بزرگ اور مشائخ حیات ہیں، سب کے سب جامعِ طریقت بھی ہیں اور جامعِ شریعت بھی۔ یعنی سب نے پہلے خود بیعت کی اور پھر اجازت سے بیعت کرواتے بھی ہیں۔ آج کے دور میں حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم، دارالعلوم کراچی کے مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مفتی تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب، بنوری ٹاؤن میں ڈاکٹر عبدالرّزاق اسکندر صاحب، جامعہ اشرفیہ میں مولانا فضل الرّحیم صاحب لوگوں کو بیعت فرماتے ہیں۔ قریب ہی صدی میں مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ یہ وہ حضرات اکابرین اور مشائخ ہیں جن کی History آپ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سب نے اوّلاً بیعت کی، پھر اپنے مشائخ کی اجازت کے بعد لوگوں کو بیعت کیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے اختتام پر طلباء سے فرماتے کہ معزز طلباء! تم جتنی بار مرضی بخاری شریف ختم کرلو، جب تک کسی اللہ والے کی

جوتیاں سیدھی نہیں کروگے اِخلاص سے محروم رہوگے، روحِ علم سے محروم رہوگے۔

جب دارالعلوم کی تعمیر ہوئی اور طلبائے کرام اپنی تعلیم حاصل کرکے فارغ التحصیل ہونے لگے تو ترتیب یہ تھی کہ وہ فراغت کے بعد کسی شیخ سے بیعت ہوتے، سلوک کی منزلیں طے کرتے پھر کہیں جاکر انہیں عالم کی سند ملتی تھی۔ اس Process کو کیے بغیر ان کو سند ہی نہیں ملتی تھی۔ یہ دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا جب وہاں مہتمم سے لے کر چپڑاسی تک سب صاحبِ نسبت ہوا کرتے تھے۔ یہ اللہ کی شان تھی۔

ابھی توبہ کے کلمات پڑھائے جائیں گے، ہم سب توبہ کا اِرادہ کرلیں۔ ابھی ایک نوجوان نے توبہ کا اِرادہ کیا ہے۔ جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمتِ خاص متوجہ ہوتی ہے۔ اگر بوڑھا سفید بالوں والا بھی توبہ کرلے تو یقیناً اللہ ربّ العزّت کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، لیکن جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت خاص طور سے متوجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنے خوش، اتنے خوش ہوتے ہیں کہ 40 دنوں تک قبروں سے عذاب ہٹادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسانی والا معاملہ فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

مکتبۃ الفقیرؒ کی نئی شائع شدہ کتب

مکتبۃ الفقیرؒ
223 سنت پورہ فیصل آباد
☎ 0322-8669680
Cell: 0300-9652292 Email: ALFaqeerfsd@yahoo.com

الکہف پبلیکیشنز کی کتب ملنے کے پتے

AL-KAHAF PUBLICATIONS

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ، فیصل آباد
☎ +92-41-2618003, 0300-9652292,03228669680

لاہور

ابراہیم اکیڈمی: بلمقابل قطب مسجد، شاہ جمال، لاہور فون نمبر 042-35404425

جامعہ رقیہ للبنات: انبالہ ہاؤس، 1-A\31 بیکو روڈ ٹاؤن شپ لاہور 0301-4496600

مکتبہ سید احمد شہید لاہور: اردو بازار لاہور 042-37228272

ادارہ اسلامیات: 190 انارکلی لاہور 042-37353255

مکتبہ رحمانیہ: اردو بازار 042-37224228

مشعل الیکٹرونس علی سنٹر: 16-A مین روڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور 0423-7632902

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم لاہور، 0300-0321-0334-0313-9489624

ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ: فوارہ چوک ملتان 0322-6180738,061-4540513

مکتبہ امدادیہ: ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965

پشاور

مکتبہ دار الاخلاص: قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

مکتبہ عمر فاروق: قصہ خوانی بازار پشاور 0301-8845715

اکوڑہ خٹک

مکتبہ سید احمد شہید: جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک 0923-630946

حاصل پور

دار المطالعہ: نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0622442059,0300-7853059

کراچی

عادل شکیل بہادر آباد کراچی 181، 0300-2001060

دار الاشاعت: اردو بازار کراچی 021-2213768

علمی کتاب گھر: اوجا روڈ اردو بازار کراچی 021-32634097

احسن محمود: امام خطیب جامع مسجد طیبہ و استاذ: جامعہ دار العلوم کراچی مکان نمبر 125k ایریا کورنگی کراچی
فون نمبر: 0321-2660180

بنوں

حضرت مولانا گل رئیس صاحب: حضرت قاری سلیمان صاحب (مدظلہم) دار الہدیٰ بنوں

راولپنڈی

جامعۃ الصالحات: محبوب سٹریٹ ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347

گُلدستۂ سُنّت

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

- محبوب خدا اور محبوب رسول ﷺ
- حُسنِ اخلاق پر جنت
- روزمرہ کی چار سنتیں
- اسلام میں نکاح کی اہمیت
- نکاح کے مقاصد
- نکاح میں جلدی کریں
- مسنون بال
- سفر کی سنتیں
- سونے کی سنتیں پارٹ 1
- ظاہر و باطن اور داڑھی
- بیعت اور توبہ

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ
AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST